بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قال اللہ تعالیٰ
لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون ○ سورۃ الحجر (آیت:۷۲)
ورفعنا لك ذكرك ○ سورۃ الم نشرح (آیت:۴)
لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم
حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم ○ سورۃ التوبۃ (آیت:۱۲۸)
حصہ دوم
سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف
اُمت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے علوم کا جوہر
سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
از افاضات
حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
الطاف اینڈ سنز
پی۔او بکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۷۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۷۵۱۲۷۷۴-۲۱ (۹۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ○ سُوْرَۃُ الْحِجْر (آیت: ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ (آیت: ۴)

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ (آیت: ۱۲۸)

سیرتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف

اُمّت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے عُلوم کا جوہر

سِیرۃُ المُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

حصّہ دوم

از افاضات

حضرت العلامہ مولانا محمّد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

الطاف اینڈ سنز

پی۔او بکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۷۴۰۰۰، پاکستان۔ فیکس ۷۵۱۲۷۷۴-۲۱-(۹۲)

حصہ دوم

نام کتاب ـــــــــــــــ سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف ـــــــــــــــ حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کے پتے

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس، المنظر اپارٹمنٹس، 458، گارڈن ایسٹ،
پی۔او۔ بکس۔609 کراچی-74800 پاکستان، فیکس: 7228823(021)

مکتبہ المعارف

دار العلوم الحسینیہ

شہداد پور، سندھ پاکستان۔فون : 41376 02232

رئیسہ الجامعۃ الاسلامیۃ لبنات الاسلام

جامعہ اسلامیہ اسٹریٹ
فوارہ چوک گجرات، پاکستان
فون: 525710 - 510015 (0433)

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K,
QARI ABDUR RASHID TEYLOR
119-121- HALLIWELL ROAD,
BOLTON. BL 13NE, U.K.
TEL / FAX : 01204 - 389080, MOB : 07930 - 464843

MOULANA MUSA KARMADI, LONDON, U.K,
Mobile : 07710 - 407175

HAFIZ SULEMAN, U.K,
DEWSBURY - MOB : 07773 - 514324

DARUL ULOOM AL MADANIA, U.S.A.
182, SOBIESKI ST. BUFFALO, NY. 14212
TEL : (0716) 892-2606. FAX : (0716) 892-6621,
E-mail : office@madania.org

AN-NOOR ISLAMIC BOOKS, CANADA.
YAKOOB S. NAIKIWALA
2680 LAWRENCE AVE. # 201,
SCARBOROUGH, ONT. MIP 4Y4 (CANADA)
TEL : (001) 416 - 759-6185, FAX : (001) 416 - 267-4192

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین سیرت المصطفٰے حصہ دوم

---*---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد فی سبیل اللہ

حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مبعوث ہونا اللہ جل جلالہ کی ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ ہر بن مو بھی اگر زبان بن جائے تو کسی طرح اس نعمتِ کبریٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا اگر ان حضرات کا وجود باوجود نہ ہوتا تو اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کی ہم گمراہوں کو کون بتاتا اور مولائے حقیقی کی مرضیات اور نامرضیات سے ہم کو کون آگاہ کرتا۔ اور اس معبودِ برحق کی عبادت اور بندگی کے طریقے کون سکھاتا۔ ہدایت اور ضلالت، سعادت اور شقاوت کا فرق کون سمجھاتا۔ معاش اور معاد اور دین اور دنیا۔ فقیری اور درویشی۔ اور حکمرانی اور عدل عمرانی کی راہیں ہم کو کون بتاتا مسجد کے بوریے پر بیٹھ کر کیسے حکومت کی جا سکتی ہے اور قیصر و کسریٰ کا تختہ کیسے الٹا جا سکتا ہے مسجد کا امام بھی اور امیر مملکت بھی ہو اور شیخ طریقت بھی اور مسجد کے صحن میں قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہو یہ امر سوائے حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے کوئی نہیں بتلا سکتا ہماری ناقص عقلیں بغیر نورِ نبوت کی رہنمائی اور ہدایت کے بالکل معطل اور بے کار ہیں۔

آنکھ کتنی ہی روشن اور بصیر کیوں نہ ہو۔ جب تک آفتاب اور ماہتاب کا نور معین اور مددگار نہ ہو۔ اس وقت آنکھ بے کار ہے۔ اسی طرح سے نورِ عقل اور نورِ بصیرت سے حق اور باطل کا فرق جب ہی نظر آسکتا ہے کہ جب نورِ نبوت اور شمع ہدایت اس کی ہادی اور رہنما ہو۔ جس طرح شب دیجور میں آنکھ کی روشنی کام نہیں دیتی اسی طرح ضلالت اور گمراہی کے شب تاریک میں عقل کی روشنی کام نہیں دیتی۔

عقل بھی اگرچہ حجت ہے مگر ناتمام ہے مرتبہ بلوغ تک نہیں پہونچی حجت بالغہ تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت ہے جس پہ آخرت کے دائمی عذاب وثواب اور جزاء وسزا کا مدار ہے۔ طفل اطفال اند جز مست خدا ہے نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا یہ اندھی اور لولی اور لنگڑی عقل، خداوند ذوالجلال کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیٰ اور اس کی مرضیات اور نامرضیات کو بغیر حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ کے تعلیم وارشاد کے کہاں جا سکتی ہے۔

الحاصل حضرات انبیاء اللہ کی بعثت عین رحمت اور عین نعمت ہے کہ جس پر دنیا اور آخرت کی سعادت اور فلاح کا مدار ہے، حق جل وعلا نے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ کا آغاز فرمایا اور یکے بعد دیگرے بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے تاکہ لوگوں کو مولائے حقیقی کی اطاعت کی دعوت دیں اور اس کی نافرمانی سے بچائیں مطیع اور فرمانبرداروں کو جنت کی بشارت سنائیں نافرمانوں اور سرکشوں کو جہنم سے ڈرائیں۔

جو سعید اور خوش نصیب تھے انھوں نے اس نعمتِ کبریٰ کی قدر کی اور اللہ کا شکر کیا، اور دنیا سے دامن جھاڑ کر حضرات انبیاء اللہ کا دامن پکڑا اور اپنے ارادوں اور خواہشوں اور مرضیات ومرغوبات سے دست بردار ہو کر اپنی ہر حرکت اور سکون کو حضرات انبیاء کے اشاروں کے تابع کر دیا اور اپنے کو ان حضرات کے ایسا حوالہ اور سپرد کیا کہ جیسا مردہ بدست زندہ ہو اور جو بے وقوف اور بدنصیب تھے انھوں نے اس نعمتِ کبریٰ کی قدر نہ جانی اور تکلیفات شرعیہ اور اوامر الٰہیہ کی بجا آوری ان پر شاق گزری اور حیوانات اور بہائم کی طرح شتر بے مہار بنا رہنا اپنے لئے پسند کیا اور اس شرف اور کرامت پر نظر نہ کی کہ خداوند ذوالجلال نے اپنے اوامر ونواہی کے خطاب سے ہم کو عزت بخشی اور بجائے اس کے نفس امارہ اور شیطان لعین کی تسویل اور اغوا سے انبیاء اللہ کے انکار وتکذیب دشمنی اور مقابلہ پر تل گئے۔ خدا اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی اطاعت کو عار اور ذلت سمجھا اور نفس

شیطان کی اطاعت کو عزت سمجھا حضراتِ انبیاء ان کو نہایت ملاطفت اور نرمی سے خدائے برتر کی طرف بلاتے رہے۔

جس طرح مشفق اور مہربان باپ، نالائق اولاد کی اصلاح و تربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا اسی طرح حضرات انبیاء نے اپنے مخلصانہ نصائح اور مشفقانہ مواعظ سے امت کے نالائق اور بدبخت افراد کی تفہیم اور اصلاح میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔

ایک مدتِ مدید اور عرصہ دراز تک نہایت ملاطفت اور نرمی سے ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے مگر وہ بدنصیب دن بدن اور اللہ سے دور بھاگتے گئے۔ کما قال تعالیٰ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۙ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا

(نوح، آیۃ ۵، ۶)

نوح علیہ السّلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن و رات مسلسل اللہ کی طرف بلایا پس میرے بلانے سے سوائے حق سے بھاگنے کے اور کسی چیز میں زیادتی نہ ہوئی اور میں نے جب کبھی ان کو حق کی دعوت دی تاکہ ان کے ایمان لانے سے تو ان کے گناہوں کو معاف کرے تو ان لوگوں نے نفرت کی وجہ سے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑوں میں لپٹ گئے اور اپنی ضد پر جمے رہے اور غایت درجہ سرکشی کی۔

جب حضرات انبیاء نصیحت کرتے کرتے تھک گئے اور ان پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کی سرکشی اور شرارت اور بڑھتی گئی اور خدا کے پرستاروں کو خدائے قدوس کا نام لینا دشوار ہو گیا اور انبیاء اللہ اور ان کے اصحاب اور متبعین کے تکلیف و تعذیب اور استہزاء اور تمسخر پر تُل گئے تب اللہ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ مؤمنین مخلصین کو بچایا اور منکرین اور مکذبین کو ہلاک اور برباد کیا۔ کسی کو غرق کیا اور کسی کو زمین میں دھنسایا اور کسی پر آسمان سے پتھر برسائے اور کسی پر زلزلہ بھیجا۔

کسی پر تند ہوا مسلط کی اور کوئی بندر اور سور بنایا گیا۔ اللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ آمین۔ الغرض انبیاء و مرسلین کے منکرین اور مکذبین کا اس طرح عذاب خداوندی سے ہلاک اور برباد ہونا تاریخ عالم کے مسلّمات سے ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اصل عذاب دینے والا ہی عزیز منتقم ہے لیکن ظہور اس کا ہمیشہ کسی حجاب اور واسطہ ہی سے ہوتا ہے جس کو بھی اپنے دشمنوں کے ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے وہی بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

کبھی دریا کو اپنے دشمنوں کے غرق کر لینے کا حکم دیا اور کبھی زمین کو دھنسانے کا اور ہوا کو پارہ پارہ کرنے کا اور کبھی فرشتوں کو ان کے ہلاک اور برباد کرنے کا حکم دیا۔

خلاصہ

یہ کہ جب سے خداوند عالم کی نافرمانی اور احکم الحاکمین اور اس کے وزراء و نائبین یعنی انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے بغاوت اور سرکشی کا سلسلہ جاری ہے، اسی وقت سے ان کی تعذیب و بربادی اور قسم قسم کے عذابوں سے اُن کی ہلاکت اور رسوائی کا سلسلہ بھی جاری ہے جو عین حکمت اور عین مصلحت ہے، پس جس طرح ملائکۃ اللہ (فرشتوں) کے ہاتھوں سے حضرات انبیاء و مرسلین کے منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت اور عین صواب ہے۔

اسی طرح خود حضرات انبیاء و مرسلین اور اُن کے اصحاب متبعین کے ہاتھوں سے بھی منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت اور عین صواب ہے، کما قال تعالیٰ

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (التوبہ۔ آیۃ: ۱۴) ان کافروں سے جہاد و قتال کرو تا کہ اللہ ان کو عذاب دے تمہارے ہاتھوں سے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو عذاب بندوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے بندہ کا ہاتھ اُس کے فعل (عذاب) کے لئے محض مظہر اور واسطہ ہے جس طرح

ضرب اور قتل بعض مرتبہ ضارب سے بلا واسطہ صادر ہوتی ہے اور بعض مرتبہ تیر اور تلوار کے واسطہ سے اسی طرح عذاب الٰہی کا ظہور کبھی بلا واسطہ ہوتا ہے اور کبھی انسان یا فرشتہ کے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا۔ [۱]

اور ہم منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو براہِ راست اپنی طرف سے عذاب پہونچائے یا ہمارے ہاتھوں کے ذریعے۔

یہ عذاب الٰہی کبھی فقط فرشتوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی فقط انسانوں کے ہاتھ سے بشکل جہاد و قتال ظہور میں آتا ہے اور انسانوں اور فرشتوں دونوں کے ہاتھ سے عذاب الٰہی کا ظہور ہوتا ہے جیسے جنگ بدر میں کفار مکہ کا قتل صحابہ کرام کے ہاتھ سے ظہور میں آیا اور ملائکہ کرمین کے ہاتھ سے بھی مومنین مخلصین اور ملائکہ مکرمین دونوں فریق نے مل کر محمد رسول اللہ صلے علیہ وسلم کے منکرین اور مکذبین کا مقابلہ اور اُن سے مقاتلہ کیا تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب غزوہ بدر کے بیان میں آنے والی ہے چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرم کا قتل امیر اور حاکم کی طرف منسوب ہوتا ہے جلاد اور سیاف (تلوار چلانے والے) کی طرف منسوب نہیں ہوتا اس لئے ارشاد فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال، آیۃ: ۱۷)

سو ان کو تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے ان کو مارا اور آپ نے مشت خاک نہیں پھینکی جس وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

یعنی ان باغیوں کے قاتل حقیقت میں ہم ہیں اور تم محض آلہ اور واسطہ ہو جس طرح تیر اور تلوار تمہارے افعال کے لئے آلہ اور واسطہ ہیں اسی طرح تم ہمارے افعال کے لئے مثل تیر اور کمان کے واسطہ اور مظہر ہو وقال ابو الطیب۔

---

[۱] التوبہ: آیۃ: ۵۲

فانت حسام الملک واللہ ضارب   وانت لواء الدین واللہ عاقد

پس تو تلوار ہے سلطنت کی اور اللہ مارنے والا ہے اور تو دین کا جھنڈا ہے، اور اللہ اس کو باندھنے والا ہے بلکہ بجائے فرشتوں کے انسانوں کے ہاتھ سے جہاد و قتال کی شکل میں عذاب الٰہی کا ظہور ایک خاص رحمت ہے اس لئے کہ فرشتوں کے ذریعہ سے جن امتوں کو ہلاک کیا گیا ان کو پھر مہلت نہیں ملی۔ اور جن امتوں سے انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین نے جہاد و قتال کیا ان کو مہلت ملی سنبھلنے کا اور سننے کا اور حق میں غور اور فکر کرنے کا کافی اور وافی موقع ملا۔ چنانچہ بہت سے یہ دیکھ کر تائید ربانی اور حمایت رحمانی اور نصرت آسمانی اور ان حضرات کی حامی اور مددگار ہے اور خداوند ذوالجلال کے فرشتوں کا بے شمار لشکر ان کے دشمنوں کو غیظ و غضب کی نظروں سے دیکھ رہا ہے حق کے سامنے جھک پڑے اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کے فرستادہ ہیں آسمان اور زمین بر اور بحر شجر اور حجر سب ان کی حمایت پر ہیں ان حضرات کے سامنے گردن تسلیم خم کرنے ہی میں سلامتی ہے اور جو ازلی شقی اور بدنصیب تھے وہ پھر بھی بے حیائی اور ڈھٹائی سے مقابلہ پر ڈٹے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت کی ذلت کا تو پوچھنا ہی کیا دنیا میں دیکھ لیجئے کہ مراحم خسروانہ سے بڑے سے بڑا قصور معاف ہو سکتا ہے لیکن بغاوت کی سزا سوائے قتل اور حبس دوام کے کچھ نہیں۔ حالانکہ یہ بھی انسان ہے اور وہ بھی انسان۔

ایام معدودہ (چند روزہ) کی مجازی بادشاہت جرم بغاوت کو ناقابل عفو قرار دیتی ہے اور تمام عقلاء اس کو حق اور صواب، بجا اور درست سمجھتے ہیں حالانکہ باغی شخص نہ بادشاہ کا مخلوق اور پیدا کیا ہوا ہے اور نہ ذرہ برابر کسی چیز میں اس کا محتاج ہے۔

معلوم پھر اس احکم الحاکمین اور رب العالمین اور خدائے ذوالجلال اور کبیر متعال اور اس کے وزراء و نائبین یعنی حضرات انبیاء و مرسلین سے بغاوت (کفر) کو کیوں معمولی اور حقیر سمجھتے ہو اور خداوند قدوس کے وزراء سے سرتابی کرنے والوں کی سرکوبی اور احکام الٰہیہ سے گردن کشی کرنے

والوں کی گردن کشی کو کیوں ظلم اور تعدی خیال کرتے ہو۔

سلاطین عالم کا اپنے مخالفوں پر فوج کشی کر کے کسی کو قتل کرنا اور کسی کو اسیر کرنا اور اُن کے مال اور اسباب کو ضبط کرنا اور پھر اُس مال کو خیر خواہان سلطنت اور وفاداران حکومت پر بطور انعام تقسیم کرنا عین شان شوکت و سلطنت کا اقتضاء سمجھتے ہو، لیکن اس احکم الحاکمین اور شہنشاہِ سموات وارضین سے بغاوت (کفر) کرنے والوں سے جہاد وقتال اور ان کو اسیر اور گرفتار کرنے اور اُن کے غلام بنانے اور اُن کے مال ومتاع کے ضبط کرنے پر اعتراض کرتے ہو۔

پس جس طرح جنگ میں دشمن کو جانی نقصان پہونچانا عین سیاست اور فوجی تدبیر کا کمال ہے اسی طرح دشمن کی جنگی اور مالی قوت پر قبضہ کر لینا بھی فوجی تدبیر کا کمال ہے عجیب بات کہ یورپ دشمن کی مالی قوت پر قبضہ کرتا ہے تو اس کو سیاست اور فوجی تدبیر بتلایا جاتا ہے اور جب اسلام خدا کے باغیوں کی مالی قوت پر قبضہ کرنے کے لئے کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو اُس کا نام لوٹ اور غارتگری ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ جب جنگ میں دشمن کی جان ہی لے لینا جائز ہے تو پھر اس کے مال کے متعلق کیوں اس قدر شور وغوغا ہے، آخر اسلام نے جب کبھی کسی کاروانِ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی تو کیا وہ ان دشمنوں کا قافلہ نہ تھا کہ جو اسلام کی جان ومال کے دشمن تھے ایسے لوگوں کی جان ومال پر چھاپہ مارنے کے لئے پیش قدمی کرنا کس آئین اور قاعدہ سے معیوب ہے اور پھر جبکہ وہ چھاپہ مارنا مال حاصل کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ فقط اس وجہ سے ہو کہ یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے باغی اور سرکش ہیں علاوہ ازیں سلاطین عام کی فوج کشی باعث صرف توسیع مملکت ہے جو سب کے نزدیک روا اور جائز ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا جہاد اور صحابہ کرام کا یہ تمام اقدام محض اعلاءُ کلمۃ اللہ اور اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے تھا تاکہ احکام خداوندی کی بےحرمتی نہ ہو سکے اور اشرار خداوند کردگار کے احکام کا استہزار اور تمسخر نہ کر سکیں اور خدا کے نام لیوا اپنے مولائے حقیقی کا اطمینان کے ساتھ نام لے سکیں، کفار وفجار چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں مگر احکم الحاکمیں اور شہنشاہ سموات وارضین کے احکام کے اجراء وتنفیذ میں مزاحمت نہ کر سکیں۔

حضرت یوشع بن نون اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کا جہاد اسی غرض سے تھا اور حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی غرض سے دجال اور اس کے لشکر کے ساتھ جہاد فرمائیں گے جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور پولوس کے دوسرے خط تھسلنکیوں کے نام میں مصرح ہے۔ دنیا کی مہذب سے مہذب اگر یہ چاہے کہ بدوں حکومت و سلطنت اور بدون دبدبہ و سطوت کے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کر سکے تو ناممکن ہے یا کوئی حکومت اگر یہ چاہے کہ اپنی قلمرو سے مراسم قبیحہ اور رسوم باطلہ اور خیالات فاسدہ اور اوہام واہیہ کو بدون سیاست اور انتظام کے مٹا دے تو امکان سے باہر ہے۔

پند و نصیحت بے شک مؤثر ہے لیکن سلیم طبیعتوں کے لئے۔ آپ کتنی ہی اخلاص اور ہمدردی سے بہتر سے بہتر نصیحت فرمائیں لیکن ہٹ دھرم طبیعتیں کبھی اثر پذیر نہیں ہو سکتیں۔

بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں کسی کے لئے خدا نے کتاب اتاری اور کسی کے لئے لوہا اتارا۔

آج اگر ہزار واعظ مل کر یہ چاہیں کہ اپنی تقریر دلپذیر سے کسی قبیح رسم کو مٹا دیں تو نہیں مٹا سکتے مگر ایک شاہی فرمان وقت واحد میں ملک کے اس سرے سے اس سرے تک اس برائی کو مٹا سکتا ہے۔

نبی اکرم سید ولد آدم خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کو جب احکم الحاکمین اور شہنشاہ سموات و ارضین نے بشیر و نذیر بنا کر عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تو اس وقت آپ بالکل تن تنہا تھے نہ کوئی آپ کا معین و مشیر تھا نہ کوئی آپ کا وزیر با تدبیر تھا۔

نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا توحید ربانی کی دعوت دی کہ خداوند ذوالجلال کو ایک مانو اور ایک جانو ایک سمجھو، اسی سے مانگو اسی کے سامنے جھکو۔ ہر فحش اور بے حیائی اور ہر بری بات سے روکا اور محاسن اخلاق اور مکارم افعال کی ترغیب دی غرض یہ کہ آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی نہ چھوڑی کہ جس کی تعلیم و تلقین اور جس کا حکم نہ کیا ہو اور دنیا اور آخرت کی کوئی

برائی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس سے منع نہ فرمایا ہو۔

سلیم طبائع نے آپ کے ارشاد سراپا ہدایت وارشاد کو گوشِ ہوش سے سُنا اور قبول کیا، اور جو ہٹ دھرم اور ضدی اور مال و دولت کے نشہ سے مخمور تھے۔ انھوں نے فقط انکار و تکذیب ہی پر کفایت نہ کی بلکہ تکلیف اور ایذا، اور تمسخر اور استہزا پر تل گئے۔ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ (جس کی تفصیل پہلے گذر چکی) مگر آپ صبر اور تحمل فرماتے اُن گمراہوں کے لئے دعائے ہدایت فرماتے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

اللہ جل جلالہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس کی مطلق اجازت نہ تھی کہ مشرکین مکہ سے زبان سے یا ہاتھ سے کسی قسم کا انتقام یا بدلہ لیں۔ بلکہ حکم یہ تھا،

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (البقرۃ، آیۃ: ۱۰۹)	پس معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں نیا حکم نازل فرمائے بےشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں تک کہ آپ اور آپ کے صحابہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہونچے اور جہاد کی اجازت نازل ہوئی۔

حکم جہاد

ابن عباسؓ[1] اور ابو ہریرہ اور عائشہ صدیقہ اور ابو بکر صدیق۔ زہری سعید بن جبیر۔ مجاہد۔ عروہ بن زبیر۔ زید بن اسلم۔ قتادہ۔ مقاتل بن حیان اور دیگر سلف سے یہ منقول ہے کہ جہاد کی اجازت

[1] ۔ ابن عباس کی روایت مسند احمد اور ترمذی، نسائی اور مستدرک وغیرہ میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اس کو حسن بتلایا ہے حاکم کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے زرقانی و زاد المعاد۔ ابو ہریرہ کی روایت کو عبد الرزاق اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے درالمنثور ص۳۶۴ ج۴ اور حضرت عائشہؓ کی روایت نسائی میں باسناد صحیح مذکور ہے۔ زرقانی ص۳۱۴ ج۱ ابو بکر صدیق اور زہری اور سعید بن جبیر کا ذکر، ابو بکر رازی خصاص نے احکام القرآن میں کیا ہے ص۲۵۲ ج۱ اور مجاہد سے مقاتل تک تفسیر ابن کثیر ص۲۲۵ ج۳ میں مذکور ہیں۔

میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(راکع ۔ آیۃ: ۳۹ ۔ ۴۱)

ایسے لوگوں کو جہاد و قتال کی اجازت دی گئی کہ جن سے کافر لڑتے ہیں۔ یہ اجازت اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے اور جن کی فتح و نصرت کا وعدہ کیا جا رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے فقط اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کیا مٹاتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے خلوت خانے اور نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانہ میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکی ہوتیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک اللہ زبردست اور غالب ہے اور ہم ایسے لوگوں کی مدد کریں گے کہ اگر ہم ان کو روئے زمین کی بادشاہت اور حکومت بھی دیں تو ہماری جادۂ اطاعت سے ذرہ برابر منحرف نہ ہوں گے نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور دوسروں کو ہر نیک کام کا حکم کریں گے اور ہر برائی سے منع کریں گے اور تمام امور کے انجام کا اللہ ہی کو اختیار ہے

لہ ۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ۱۲ صفر سنہ ۲ھ میں نازل ہوئی ۔ زرقانی ص ۲۸۹ ج ۱ اور بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قتال کی آیت کا نزول ہجرت کے پہلے سال میں ہوا۔

اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ پہلی آیت کہ جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے یعنی وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ ۝ اخرجہ ابن جریر من ابی العالیہ اور حاکم نے اکلیل میں یہ کہا ہے کہ آیت إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط قتال کے بارے میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی (زرقانی ص ج ۱)

جہاد کے اغراض و مقاصد

ان آیتوں میں حق جل وعلا نے اجمالاً جہاد کے کچھ اغراض و مقاصد کا ذکر فرمایا ہے اور اشارۃً لوگوں کے اس شبہ کا بھی جواب دیا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جہاد کی اجازت دیکر خونریزی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جہاد، اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں انبیاء سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی۔ ورنہ اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ کا نام لینا دشوار ہو جاتا۔ اور تمام معابد منہدم کر دیئے جاتے۔ اور خداوند ذوالجلال کی یہ قدیم سُنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تاکہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ [1]	اگر اللہ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرمائے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے کہ فتنہ اور فساد دفع کرنے کے لئے

جہاد کی اجازت دی۔

کند زنگئے مست در کعبہ قے — اگر چوب حاکم نباشد زپے

---

[1] البقرہ، آیۃ: ۲۵۱

ان آیتوں میں جہاد کی عام دغرض وغایت کے علاوہ اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے کہ صحابۂ کرام کو کیوں جہاد وقتال کی اجازت دی گئی۔ وہ یہ کہ ان پر طرح طرح سے ظلم وزیادتی کی گئی اور بے قصور اور بلا وجہ اپنے گھروں سے نکال دئے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور جہاد کی اجازت سے فقط مشرکین مکہ کے پنجۂ ظلم سے چھڑانا مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اُن کی نصرت وحمایت کریں۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ۝ [1] — اور تحقیق اللہ تعالیٰ ان بےکسوں اور بے سروسامانوں کی فتح ونصرت پر قادر ہے۔

اور اس قادر مطلق کو یہ قدرت ہے کہ روئے زمین ان کے قبضہ میں دیں اور اپنے احکام کے اجراء و تنفیذ کی مکنت و قدرت عطا فرمائیں تاکہ زمین پر دسترس پانے کے بعد خود بھی جان اور مال سے خدا کی عبادت اور بندگی کریں نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی بھلی باتوں کا حکم کریں اور بُری باتوں سے منع کریں۔

یعنی جن لوگوں کو ہم نے جہاد کی اجازت دی ہے اور جن کی نصرت وحمایت کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں کی شان یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے بعد سلاطین دنیا کی طرح عیش وعشرت میں مبتلا نہوں گے بلکہ جان ومال سے خدا کے پورے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے اور دوسروں کو ٹھیک راستہ پر چلائیں گے، نیک باتوں کا حکم کریں گے اور بُری باتوں سے منع کریں گے، غرض یہ کہ خود کامل ومکمل ہوں گے اور دوسروں کے لئے مکمل ہوں گے خود بھی ہدایت پر ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہدایت لائیں گے۔ چنانچہ یہ اوصاف فاضلہ خلفاء راشدین میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھے اور کیوں نہوں جن کو خدا آسمانی بادشاہت کے لئے منتخب فرمائے اُن کے یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں حق جل شانہ نے

---

[1] الحج آیۃ : ۳۹ -

خلافت اور بادشاہت عطا فرمانے سے پہلے ہی اُن کی ثنا اور تعریف فرمائی کہ وہ خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد ایسے ہوں گے۔

جہاد کی حقیقت

جہاد۔جہد بمعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی طاقت کو حاشا مال و دولت کے لئے نہیں۔عصبیت اور قومیت اور وطنیت اور اظہار مردانگی و شجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کا بول بالا کرنا۔) اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال و زر مطلوب ہو یا قطع نظر حق اور باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظر ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہ جہاد نہیں جہاد تو وہ ہے کہ جو محض خالص اللہ جل جلالہ کے رضا اور خوشنودی کے لئے ہو، دنیاوی اور نفسانی اغراض کے شائبہ سے بالکلیہ پاک ہو۔

خلاصہ

یہ کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اگر مال مقصود ہو یا نام مطلوب ہو یا بلا لحاظ اسلام قوم و وطن مقصود ہو تو شریعت میں

وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا۔ کہ انسان کبھی اظہارِ شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت و حمیت کی بناء پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کے لئے ان میں سے کونسی جنگ جہاد فی سبیل کا مصداق ہے تو ارشاد فرمایا:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ (بخاری، مسلم)

جو شخص فقط اس لئے لڑے تاکہ اللہ ہی کا بول بالا رہے۔ بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب منعقد فرمایا۔ باب لایقال فلان شہید۔ یعنی کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید مرا۔ اس لئے کہ نیت اور خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں اور اس باب میں ایک واقعہ روایت کیا کہ کسی غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو قزمان نامی ایک شخص صحابہ کرام کے لشکر میں تھا جو در پردہ منافق تھا اس نے اس لڑائی میں مشرکین کا خوب مقابلہ کیا۔ اور کارنمایاں دکھلائے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ

ما اجزأ منا اليوم احد كما اجزا فلان۔

آج ہم میں سے کسی نے اتنا کام نہیں کیا جتنا کہ فلاں نے کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا:

اما انه من اهل النار۔

آگاہ ہو جاؤ کہ وہ دوزخی ہے۔

بالآخر کافروں سے لڑتے لڑتے یہ شخص شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے گھبرا کر خودکشی کر لی۔ حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ اس شخص نے اللہ کے لئے قتال نہیں کیا تھا بلکہ قوم کے لئے قومی حمیت کے جوش میں قتال کیا تھا، اس لئے ایسا شخص شہید نہیں کہلایا جا سکتا۔ انتہی کلامہ معلوم ہوا کہ جو شخص نبی کی حمایت میں کافروں سے بھی جنگ کرے مگر خدا کے لئے نہیں بلکہ قوم اور وطن

کے لئے جنگ کرے تو ایسا شخص مجاہد اور شہید نہیں کہلایا جا سکتا چہ جائیکہ قومی اور وطنی بھائیوں کے ساتھ ہو کر اسلامی بھائیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو۔ حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ میدان قتال میں سب سے پہلے یہ شخص یعنی قزمان نکلا اور سب سے پہلے اس نے کافروں پر تیر چلایا اور للکار کر یہ کہا کہ اے آل اوس اپنے حسب و نسب یعنی قبیلہ اور قوم کی حفاظت کے لئے قتال کرو قتادہ بن النعمان صحابیؓ کا جب اس شخص پر گذر ہوا تو اس کی نازک حالت کو دیکھ کر یہ کہا:

هنيئاً لك الشهادة۔	اے قزمان تجھکو شہادت مبارک ہو۔

قزمان نے یہ کلمہ سن کر جواب دیا۔

انى والله ما قاتلت على دين ما قاتلت الا على الحفاظ	خدا کی قسم میں نے دین اسلام کے لئے قتال نہیں کیا۔ میں نے تو فقط قوم اور قبیلہ کی حفاظت کیلئے قتال کیا ہے۔

صاف مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کے لئے جنگ کرنے اور اس راہ میں مارے جانے سے آدمی مجاہد اور شہید نہیں بنتا محض خدا کے لئے جو قتال خدا کے دشمنوں سے ہو اس میں مارے جانے سے شہید بنتا ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے خودکشی کر لی۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔ تحقیق اللہ تعالےٰ کبھی کبھی مرد فاجر اور کافر کے ذریعہ سے بھی دین کو قوت پہونچا دیتے یہ روایت عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۶ ج ۶ باب لا یقال فلان شہید میں مذکور ہے۔

حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ — اور جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی جس دن دو جماعتوں

لہ۔ حافظ عسقلانیؒ کی اصل عبارت یہ ہے ووجه اخذ الترجمة من قولهم شهدنا به جهادنا في امر الجهاد فلو كان قتل لم يمتنع ان يشهدوا له بالشهادة وقد ظهر منه انه لم يقاتل لله وانما قاتل غضبا لقومه فلا يطلق على كل مقتول في الجهاد انه شهيد لاحتمال ان يكون مثل هذا۔ فتح الباری صفحہ ۶۶ ج ۶ کتاب الجهاد باب لا يقال فلان شهيد۔

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِادْفَعُوْا ط ؎

یعنی کافروں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا یعنی احد کے دن سو وہ اللہ کے حکم سے ہوا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ مؤمنین مخلصین اور منافقین ایک دوسرے سے متمیز اور جدا ہو جائیں اس لئے کہ مصیبت کے وقت میں اخلاص اور نفاق ظاہر ہو جاتا ہے

اس دن منافقین سے یہ کہا گیا کہ آؤ خدا کی راہ میں خدا کے لئے قتال کرو اور اگر خدا کی راہ میں نہیں لڑتے تو قومی اور وطنی حمیت کے لئے اپنی قوم اور وطن اور مال اور اولاد کی حفاظت کے لئے دشمن کی مدافعت کرو۔

کیونکہ اگر دشمن کامیاب ہو گیا تو انتقام لینے میں مؤمنین اور منافقین کی تمیز نہ کرے گا اور عام مسلمانوں کی طرح تم کو بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ آیت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔ غزوہ احد میں مسلمانوں نے خدا کے لئے قتال کیا اور عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے جو قتال کیا تو محض قومی اور وطنی حمیت کی بنا پر دشمن کی مدافعت کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ قوم اور وطن کے لئے دشمن کی مدافعت کرنے کا نام جہاد نہیں آیت شریفہ میں جو اَوِادْفَعُوْا کو قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کا قسیم قرار دیا گیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ کچھ مسلمان (جنگ بدر میں) مشرکین کی تعداد بڑھانے کے لئے اہل مکہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں نکلے اور بدر کی لڑائی میں یہ مسلمان جو کافروں کی فوج میں شریک تھے صحابہؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

؎ آل عمران، آیۃ : ۱۶۷

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ؕ

(النساء، آیۃ: ۹۷)

تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے روح قبض کی درانحالیکہ انھوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا تو فرشتوں نے ان سے بطور زجر و توبیخ یہ کہا کہ تم کس حال میں تھے ان ظالموں نے کہا کہ ہم سرزمین کفر میں مغلوب اور مجبور تھے، فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ وطن کو چھوڑ کر وہاں چلے جاتے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

یہ آیت جن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے باوجود دعوائے اسلام کے قوم اور وطن کے ساتھ ہو کر اسلام کا مقابلہ کیا۔ اور قومی اور وطنی کافروں کے لشکر میں ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)

خلاصۂ کلام

یہ کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جو جنگ کی جائے اس کا نام جہاد ہے اور وطنی کافروں کے ساتھ مل کر غیر وطنی کافروں سے بلالحاظ اسلام محض وطن کی آزادی کے لئے جنگ کرنے کا نام ہرگز ہرگز جہاد نہیں، حضرات انبیاء کرام نے اپنے ہم وطن کافروں سے نہ کبھی اتحاد کیا اور نہ ان کی ساتھ مل کر کوئی مشترک حکومت بنائی بلکہ اپنے اصحاب کرے کر ہجرت فرمائی اور اپنی قوم کے کافروں سے ہٹ کر اپنا الگ ٹھکانہ بنایا اور جہاد کی تیاری کی اور سب سے پہلے اپنی کافر قوم پر حملہ آور ہوئے اور اس کو فتح کیا۔ ہر رسول نے سب سے پہلے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد کیا۔ غیر قوم کے کافروں سے بعد میں جہاد کیا۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ حضور پرنور کے تمام غزوات اور جہادات اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خویش و اقارب اور اپنے ہی اعزا اور احباب

ہی سے تو تھے کسی غیر ملکی اور اجنبی قوم سے تو نہ تھے، جنگ بدر میں مہاجرین کے سامنے کسی کا
باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری
تو سبھی سے تھی محض اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے صحابہ کرام کی تیغ بے دریغ
بے نیام تھی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ واہ واہ۔ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے
لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن و حدیث جو ہجرت کے فضائل سے بھرا پڑا ہے
اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لئے اپنے ماں اور باپ اور بیوی
اور بچوں اور خویش و اقارب سب کو چھوڑ دینا قوم اور وطن کا تو ذکر ہی کیا ہے، صحابہ کرام نے
جب ہجرت کی تو جس کی رفیقۂ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی
اور کفر کی حالت میں قوم اور وطن کی سکونت کو اختیار کیا تو اس صحابی نے عمر بھر کی رفیقۂ حیات کو
طلاق دے دی اور بیوی بچوں اور مال و دولت اور گھر اور باہر چھوڑ کر نبی کے پیچھے ہوئے اور مدینہ
کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحشرنا فی زمرتہم واماتنا علٰے حبہم وسیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے
عزیزو اے میرے دوستو قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے بُت پرستی کے بعد قوم پرستی اور
وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کفر دون کفر اور شرک دون شرک اور ظلم دون ظلم کا مصداق ہے
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اور اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔
کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو (نکتہ:
حق تعالے نے ان کافرین (جو کہ جمع ہے) اس کی خبر عدوا مبینا ذکر فرمائی ہے جو کہ مفرد ہے اعداء
نہیں فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ روئے زمین کے تمام کافر مسلمانوں کی عداوت میں بمنزلہ ایک
دشمن اور بمنزلہ شخص واحد کے ہیں جس میں ذرہ برابر تعداد اور اختلاف نہیں۔ دَ ﷲ لقد
صدق اللہ العظیم و انا علی ذٰلك من الشاھدین والمشاھدین۔

قوم پرستوں کا ایک مغالطہ

قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے سب ایک قوم ہیں۔

یہ ان کا ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے، اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ اور نظریہ میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے وہ ان کا دوست ہے اگرچہ وہ دوسرے ملک اور دوسرے وطن کا باشندہ ہو اور جو شخص اس نظریہ اور اس عقیدہ میں ان کا مخالف ہو ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ ان کا باپ یا بیٹا یا بھائی یا استاد ہی کیوں نہ ہو۔

مشرق اور مغرب کے باشندے جو اشتراکی عقیدہ رکھتے ہوں وہ دونوں باوجود بعد المشرقین کے قریب اور ایک ہیں اور دو حقیقی بھائی ایک گھر کے رہنے والے اگر مختلف المسلک ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے سے غایت درجہ بعید ہیں معلوم ہوا کہ اتحاد کا دار و مدار وطنیت اور قومیت پر نہیں بلکہ اتحاد کا معیار اور مدار۔ اتحاد مسلک پر ہے پس اگر شریعت اتحاد اور اخوت کا مدار اسلام اور کفر پر رکھتی ہے تو اس کو تعصب اور تنگ نظری کیوں بتاتے ہو۔

شریعت کے کل احکام اسی ایمان اور کفر کی تقسیم پر مبنی ہیں مسلمان اور کافر ایک دوسرے کا وارث نہیں اسی اسلامی تعلق سے بلال حبشی اور صہیب رومی اور سلمان فارسی، اسلامی برادری میں شامل ہو گئے اور ابو جہل اور ابو لہب باوجود قرابت قریب کے بعید ہو گئے اور ابو طالب جیسا جاں نثار چچا اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن سے محروم رہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابو طالب کے لئے دعاء مغفرت کا ارادہ فرمایا تو ممانعت کی آیت نازل ہو گئی۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ٥ اور قیامت تک کے لئے حکم نازل ہو گیا کہ کافر اور مشرک رشتہ داروں کے لئے دعاء مغفرت بھی جائز نہیں۔

فومَن احب لا عصینّك فی الہوٰی
قَسماً بہٖ و بحُسنہٖ و بہائہٖ

آدابِ جہاد

(۱)۔ جب جہاد کے لئے گھر سے نکلو تو اللہ کا نام لے کر نکلو۔

(۲)۔ اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے نہ نکلو۔

(۳)۔ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

(۴)۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہو۔ صبر اور تحمل سے کام لو۔

(۵)۔ عین معرکۂ قتال میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو جس کے لئے جانبازی اور سرفروشی کرنے نکلے ہو ایک لمحہ کے لئے اس سے غفلت نہ ہو قال تعالیٰ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ	اے ایمان والو جب کافروں کی جماعت سے
فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ	تمھارا مقابلہ ہو تو اُمورِ ذیل کو ملحوظ رکھو۔
كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ وَاَطِيْعُوا	(۱) جہاد میں ثابت قدم رہو۔
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا	(۲)۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تاکہ اس کے
فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ	نام کی برکت سے تم کامیاب ہو۔
وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ	(۳)۔ اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول کی
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا	اطاعت اور فرمانبرداری کو ملحوظ رکھو۔
مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ	(۴) اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس سے تم بزدل
وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی
وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ؕ	(۵)۔ اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ کہ
؎	(جو اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے

؎ الانفال، آیۃ ۴۵ - ۴۷۔

اتراتے ہوئے اور دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محیط ہے۔

(۶)۔ اپنی کثرت اور سازو سامان پر کبھی مغرور نہ ہو اور قلت سے کبھی گھبراؤ نہیں ہر حال میں خداوند ذوالجلال پر اعتماد اور بھروسہ رکھو۔ فتح و نصرت کا مالک صرف اسی کی ذات کو جانو، کما قال تعالیٰ ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ [۱]

تحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت میدانوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تو تم کو تمہاری کثرت ذرہ برابر کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پشت پھیر کر بھاگ پڑے اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت اور طمانیت کو اتارا اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں کو سزا دی اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

(۷)۔ جب سوار ہونے لگو تو اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمہاری آسائش کے لئے یہ سامان سفر پیدا فرمایا اور یہ پڑھو۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ [۲]

پاک ہے وہ ذات جس نے ان جانوروں کو ہماری سواری کے لئے مسخر کر دیا ورنہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی اور تحقیق ہم سب اللہ کی لوٹنے والے ہیں۔

[۱] التوبہ، آیۃ: ۲۵-۲۶۔ [۲] زخرف، آیۃ: ۱۴

(۸)۔ جب کسی بلندی پر چڑھو تو خداوند ذوالجلال کی عظمت و کبریائی کا خیال کرکے اللہ اکبر کہو اور جب پستی اور نشیب کی طرف اترو تو سبحان اللہ کہو۔ کہ وہ ہر پستی سے پاک اور منزّہ ہے۔

(۹)۔ اَللّٰہ اگر اپنے فضل سے فتح و ظفر نصیب فرمائے تو امیر لشکر کو چاہیے کہ مجاہدین کی صفیں قائم کرکے ان الفاظ میں اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کرے اور تمام لشکر آمین کہے۔

اللھم لک الحمد کلہ لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا ھادی لمن اضللت ولا مضل لمن ھدیت ولا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت ولا مقرب لما باعدت و لا مباعد لما قربت اللھم ابسط علینا من برکاتک و رحمتک و فضلک و رزقک ۔ (رواہ النسائی و ابن حبان)

(۱۰)۔ فتح و نصرت کے بعد بطور فخر یہ نہ کہو کہ ہم نے فتح کیا بلکہ اللہ کی طرف منسوب کرو کہ اُس نے محض اپنے فضل اور رحمت سے ہم کو فتح دی۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس ہوتے تو یہ کلماتِ توحید آپ کی زبان پر ہوتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ سَائِحُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۔ وَ نصر عَبْدَهٗ وَهزم الاحزاب وَحدهٗ ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

(۱۱)۔ کتا اور گھنٹا اور باجا ہمراہ نہ ہو۔ جس قافلہ میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ فرشتے ان کے ہمراہ نہیں ہوتے۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

یعنی عیش و طرب کا کوئی سامان ساتھ نہ ہو۔

ناظرینِ کرام غور فرمائیں کہ اسلامی جہاد کی یہ شان ہے کہ دیکھنے میں مجاہدین کا لشکر ہے اور در پردہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے عاشقوں کا ایک گروہ جا رہا ہے۔

جہاد کی اقسام

جہاد کی مختلف قسمیں ہیں، جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں یعنی کافروں کی کوئی قوم ابتداءً تم پر حملہ آور ہو تو تم اس کی مدافعت کے لئے ان کا مقابلہ کرو جہاد کی اس قسم کو حق تعالےٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ [1]	اور قتال کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللهُ ۝ [2]	مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد و قتال کی اجازت دی گئی کہ جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان اپنے گھروں سے محض بے وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے

جہاد کی دوسری قسم۔ اقدامی جہاد ہے یعنی جبکہ کفر کی قوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیرودں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنانِ اسلام پر جارحانہ حملہ اور جارحانہ اقدام کرو کیونکہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو اور احتیاط اور حفظ ماتقدم کا مقتضا یہی ہے کہ تم ان پر جارحانہ اقدام کرو تاکہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف و خطر کے امن و عافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام

---

[1] - البقرہ، آیۃ: ۱۹۰ -　[2] - الحج، آیۃ: ۳۹ -

کو بجا لاسکیں اور کوئی قوت وطاقت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور نہ پھیر سکے اور نہ کوئی طاقت قانونِ خداوندی کے اجراء وتنفیذ میں مزاحم ہوسکے۔ ایسے موقع پر عقل اور فراست تدبیر اور سیاست کا یہی مقتضیٰ ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ختم کر دیا جائے، اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا تدبر اور انجام بینی ہے، اسی طرح کفر اور شرک کا سر اٹھانے سے پہلے ہی سر کچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبر ہے۔ چور اور قزاق یا درندے اگر کسی جنگل اور بیابان میں جمع ہوں تو عقل اور دانائی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قبل اس کے وہ شہر کا رخ کریں ان کو آبادی کا رخ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ اور اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا میں اسی قسم کے کافر مراد ہیں۔ درندوں کے قتل میں دفاع کا تصور کرنا اور یہ سوچنا کہ جب یہ درندے مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت ہم ان کی مدافعت کریں گے، اس قسم کا تصور اہل عقل کے نزدیک کھلی ہوئی حماقت اور نادانی ہے حق جل شانہ کے اس ارشاد سراپا رشاد وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ میں اس قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانو تم کافروں سے یہاں تک جہاد وقتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہوجائے۔ اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے اور وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہوجائے کہ کفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہوجائے۔

اب رہا یہ امر کہ دین اسلام کو کفر کے فتنہ سے کس طرح اطمینان حاصل ہوسکتا ہے، سو اس اطمینان کی تین صورتیں ہیں ایک صورت تو اطمینان کی یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے سامنے ہتھیار

قتال دیں اور مسلمانوں کی رعایا بن کر اور جزیہ دے کر اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنا منظور کریں یا بجائے جزیہ کے مسلمانوں کے رقیق یعنی غلام بن کر رہیں۔

دوسری صورت اطمینان کی یہ ہے کہ کافر مسلمانوں سے پُرامن معاہدہ کریں تیسری صورت استیمان کی ہے یعنی کافر مسلمانوں سے امن اور پناہ طلب کر کے اُن کی پناہ میں آجائے۔ ان صورتوں میں ایسے کافروں سے جہاد و قتال کا حکم اُٹھ جاتا ہے شریعت اسلامیہ میں جہاد کا حکم کفارہ محاربین کے ساتھ مخصوص ہے، کافر ذمی اور مستامن کے احکام دوسرے ہیں۔

جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہوں وہ از روئے احکام اسلام عدالتی اور شہری احکام میں مسلمانوں کے برابر ہیں، ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں اور اسلامی حکومت پر فرض ہے بشرطیکہ غداری اور خفیہ سازشیں نہ کریں اور دشمن اور غیر دشمن محارب اور غیر محارب کے احکام میں فرق تمام عقلاء کے نزدیک مسلم ہے۔

جہاد کی مثال:۔ جہاد کی مثال اس طرح سمجھے کہ جب کسی کے ہاتھ میں پھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو پہلا درجہ مرہم کا ہے کہ اس کے لگانے سے فاسد مادہ نکل جائے یا تحلیل ہو جائے دوسرا درجہ نشتر کا ہے کہ شگاف دے دیا جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ تاکہ دوسرے اعضاء صحیحہ اس سے متاثر نہ ہوں۔

ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کسی کا ہاتھ یا پیر کو کاٹ دے تو سب اس کے ممنون و مشکور ہوتے ہیں اور گرانقدر نفیس کا ہدیہ اور نذرانہ پیش کرتے ہیں اور مدت العمر اس کی مدح میں رطب اللسان رہتے ہیں کہ اس نے اس عضو کو کاٹ کر باقی اعضاء کو گلنے اور سڑنے سے بچا لیا اور کوئی شخص ڈاکٹر کے اس فعل کو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہیں کہتا اسی طرح اطباء روحانی (انبیاء و رسل) اولاً کفر کے دنبل (پھوڑے) پر وعظ و نصیحت کا مرہم رکھتے ہیں اور اگر اس سے فائدہ نہ ہو اور عضو کے صحیح ہونے کی اُمید منقطع ہو گئی اس کے برعکس یہ خطرہ ہو جائے کہ یہ مرض متعدی ہو کر دوسرے اعضاء یعنی اہل ایمان کو بھی خراب کر دے گا تو پھر اس عضو کو کاٹ

ڈالتے ہیں تاکہ باقی اعضاء اُس کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور یہ خبیث مادہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

دوسری مثال:۔ چوروں اور رہزنوں کی سرکوبی حکومت کے لوازم اور فرائض میں سے ہے اگر نہ کی جائے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جاتے۔ اسی طرح جو لوگ دولتِ ایمان کے رہزن ہوں اور یہ چاہتے ہوں کہ ہم سے ایمان اور حق کی دولت لوٹ کر لے جائیں اور اس امر کے خواہشمند ہوں کہ معاذ اللہ۔ اہلِ حق کو بھی اپنے جیسا رہزن اور قزاق یعنی کافر بنا لیں اور خداوند ذوالجلال کے وفاداروں کی فہرست سے اپنا نام کٹا کر باغیوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں تو ایسے لوگوں سے بھی جہاد و قتال کرنا عین حکمت اور عین مصلحت ہوگا بلکہ فرض اور واجب ہوگا اور شریعت کے لوازم اور فرائض میں سے ہوگا کہ ان قزاقوں کا قلع قمع کرے۔

جہاد کی غرض و غایت:۔ جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا یہ ارادہ نہیں یکلخت کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ کا دین۔ دنیا میں حاکم بن کر رہے اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن و عافیت کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت کر سکیں کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ اُن کے دین میں خلل انداز ہو سکیں۔

اسلام۔ اپنے دشمنوں کے نفس وجود کا دشمن نہیں بلکہ ان کی ایسی شوکت و حشمت کا دشمن ہے کہ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے خطرہ کا باعث ہو۔

دنیا کی مہذب اور متمدن قومیں اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ اپنی جان و مال عزت اور آبرو کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا انسان کا فطری حق ہے اور ایک شریفانہ اور بہادرانہ خیال ہے لیکن نہ معلوم مسلمانوں کے لئے اس حق کے تسلیم کرنے میں کرنے میں کیوں بخل کیا جاتا ہے۔

دنیا کی ہر مہذب اور متمدن سیاسی پارٹی ہر جائز اور ناجائز جھوٹ اور سچ مکر اور فریب جس طرح بھی ممکن ہو اپنے تفوق اور اقتدار کی طلب گار ہے اور اپنے مخالفین کو زیر کرنے میں جو حربہ بھی استعمال کیا جائے اس کا نام سیاست اور تدبر رکھتی ہے لیکن اگر حق اور حقانیت، جائز طریق اور غایت عدل اور نہایت انصاف کے ساتھ باطل پر اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے۔

تو خود غرضوں کی پارٹیاں اس کا نام تعصب اور مذہبی جنون رکھتی ہیں۔

سُبحان اللہ۔ جس دینِ حق میں اپنے دشمنوں پر جھوٹ بولنا اور ان پر تہمت لگانا اور ان پر ظلم و ستم کرنا حرام ہے اور دنیا کے جان و مال اور عزت اور آبرو کی حفاظت اس کا اوّلین فریضہ اور مقصد ہے اس کے تفوق اور برتری اور اس کے حاکمانہ اقتدار پر ان خود غرض پارٹیوں اور سیاسی چوروں اور قزاقوں کا کیا منہ ہے کہ اس دین برحق کی عادلانہ جدوجہد میں کچھ لب کشائی کر سکیں۔

جہاد اسلامی کا مقصد یہ ہے کہ حق اور حقیقی عدل و انصاف دنیا کا حاکم بن کر رہے اور خود غرض افراد یا پارٹیوں دنیا کے امن کو خراب نہ کر سکیں۔

جس جنگ کا مقصد یہ ہے کہ عدل و انصاف اور امانت و صداقت کی حفاظت ہو جائے اور رشوت خواری اور چوری اور بدکاری اور زناکاری اور بداخلاقی اور بے حیائی اور تمام برائیوں اور خود غرضیوں کا قلع قمع ہو جائے ایسی جنگ بربریت نہیں بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے اور خلق خدا پر انتہائی شفقت و رحمت ہے۔

اور قرآن کریم میں جو جزیہ کا حکم مذکور ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ کفر اور باطل کا زور ٹوٹ جائے اور حق اور عدل کے برتری اور حکمرانی کے سامنے باطل اپنی گردن جھکا دے آیت جزیہ میں حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ۔ صغار سے ایسی ہی ذلت اور کمتری مراد ہے اور ایسے جزیہ دینے والوں کو اصطلاح شریعت میں ذمی اور معاہد اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

اسلام اور جبر

جہاد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے ہے اور دنیا کی کوئی قوم اور عالم کا کوئی مذہب بدون حکومت کے اپنی حفاظت

نہیں کر سکتا مخالفین اسلام، آسمان اور زمین کو سر پہ اٹھائے ہوئے ہیں اور زبان اور قلم سے یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں مسلمان وہ شخص کہلاتا ہے کہ جو برضا و رغبت حقانیت اسلام کا زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کرے اور جو شخص کسی طمع اور لالچ یا کسی خوف اور ہراس سے اسلام کا محض زبان سے اقرار کرے اور دل سے اس کی تصدیق اور اعتقاد نہ رکھے تو وہ شخص شریعت اسلامیہ میں مسلمان نہیں بلکہ منافق کہلائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد جازم اور یقین تام (جو اسلام کا جزء لاینفک بلکہ اس کی عین حقیقت ہے) کسی جبر و اکراہ سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ کسی ترغیب و ترہیب سے، اور نہ کسی تحریص و تخویف سے۔ زبان اگرچہ جبر و اکراہ سے کسی شئی کا اقرار کرے مگر قلب جب ہی تصدیق کر سکتا ہے کہ جب اس کو براہین اور دلائل سے اس کا حق ہونا منکشف ہو جائے عالم کی تمام قوتیں بھی اگر یہ چاہیں کہ جبر و اکراہ سے کسی کے قلب کو مطمئن کر دیں تو ناممکن اور محال ہے، تیغ و تبر اور خنجر سے کوئی عقیدہ قلب میں نہیں اتر سکتا۔ اور غالباً اس واضح حقیقت کا کوئی معمولی سے معمولی عقل والا بھی انکار نہیں کر سکتا لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے بالکل غلط ہے۔

(۲)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا کفار مکہ کے ہاتھ سے مسلسل تیرہ سال تک طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت کرنا، ماں باپ خویش و اقارب سب کو اسلام کی خاطر چھوڑ بیٹھنا اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ انھوں نے اسلام کو بہ ہزار رضاء و رغبت قبول کیا تھا اور اسلام کی حلاوت و شیرینی ان کے دلوں میں ایسی اتر چکی تھی کہ جس نے دنیا کے تلخ سے تلخ مصائب کو شیریں اور لذیذ بنا دیا تھا اور اتنا لذیذ بنایا کہ جان و مال سب ہی اس پر قربان کر ڈالا۔ مخالفین اور معترضین ذرا بتلائیں تو سہی کہ جو شئی بجبر و اکراہ اور گردن پر تلوار رکھ کر منوائی جاتی ہے کیا اس کی یہی شان ہوتی ہے۔

(۳)۔ نیز شریعت اسلامیہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ برضا و رغبت اُس کے احکام کی تصدیق کریں تاکہ ثواب اور نجات اُخروی اس پر مرتب ہو سکے بندہ ایمان اختیاری کا مکلف

ہے، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہی ایمان اور اسلام معتبر ہے کہ جو دل سے ہو، اجباری اور اضطراری ایمان کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے ارشاد ہے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ [1]	اگر خدا چاہتا تو تمام روئے زمین والے ایمان لے آتے۔ کیا آپ لوگوں پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۝ [2]	جو چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے وہ کفر کرے۔ حق واضح ہے جبر کی ضرورت نہیں

(۴)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اس وقت تنِ تنہا تھے کوئی حکومت اور سلطنت آپ کے پاس نہ تھی، نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی جس سے نہ ایمان لانے والوں کو ڈراتے ہوں غیروں کا تو کیا ذکر کنبہ اور خاندان جو انسان کا حامی اور مددگار ہوتا ہے وہی آپ کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہو گیا تھا ظلم و ستم کی کوئی نوع اور کوئی قسم ایسی باقی نہ چھوڑی کہ جس کا آپ پر اور آپ کے اصحاب پر تجربہ نہ کر لیا ہو۔ اگر وحی ربانی آپ کی تسلی اور دلاسا نہ کرتی تو پھر ان مصائب و نوائب کا تحمل تقریباً ناممکن تھا۔ ایسی حالت میں کیسے جبر اور اکراہ ممکن ہے۔

(۵)۔ بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال آپ کا قیام رہا۔ اسی زمانے میں اور اسی حالت میں صدہا قبائل اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، ابوذر غفاری شروع ہی زمانے میں مسلمان ہوئے اور جب واپس ہوئے تو ان کی دعوت سے نصف قبیلۂ غفار مسلمان ہو گیا۔ ہجرت سے قبل تراسی مرد اور اٹھارہ عورتوں نے (کہ جو مشرف باسلام ہو چکے تھے) کفار مکہ کی ایذاؤں سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ نجاشی شاہ حبشہ جعفر طیار کی تقریر سن کر مشرف باسلام ہوا۔ ہجرت سے قبل مدینہ کے بہتر آدمیوں نے مقامِ منیٰ میں آپ کے دستِ مبارک پر بیعت

---

[1] یونس، آیۃ: ۹۹ [2] الکہف، آیۃ: ۲۹

کی مصعب بن عمیرؓ کے وعظ سے ایک ہی دن میں تمام قبیلۂ بنی عبد الاشہل مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوا بعد ازاں باقی ماندہ انصار بھی مشرف باسلام ہوگئے۔

یہ سب قبائل جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہوئے اور ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جنھوں نے چاردانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجایا یہ بہادرانِ اسلام بھی آیت جہاد وقتال کے نازل ہونے سے پہلے ہی اسلام کے حلقہ بگوش بن چکے تھے۔

(۶)۔ نجران اور شام کے نصاریٰ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ بطور وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اسلام قبول کریں۔ ہر طرف سے وفود کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے۔ جبر تو درکنار آپ نے تو ان کے بلانے کے لئے کوئی قاصد نہیں بھیجا تھا۔ جیسا کہ آیندہ چل کر وفود کا بیان پڑھنے سے معلوم ہوگا۔

(۷) یہ مسئلہ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بھی یہ مسئلہ موجود تھا پس اگر اسلام کی ترقی اور اشاعت کا سبب صرف جہاد ہے تو دوسرے جن میں یہ موجود تھا وہ کیوں اس سرعت کے ساتھ شائع نہ ہوئے۔ خصوصاً جبکہ تاریخ میں بکثرت ایسی نظیریں موجود ہیں کہ بہ وقت قدرت سلاطین و یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے مخالفین کا قتل عام کرایا ہے۔

(۸)۔ سلاطین اسلام اگر لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے یا اُس قسم کی تدبیریں کرتے جو عیسائیت کے لئے کی گئیں اور کی جارہی ہیں تو کم از کم اسلامی قلم رو میں تو کسی غیر مذہب کا وجود باقی نہ رہتا۔ اس لئے کہ اگر حق و صداقت کے ساتھ مادی اعانت و مساعدت بھی شامل ہوجائے تو پھر حق کے قبول کرنے میں کیا تامل ہے۔ جبکہ طمع اور لالچ سے تثلیث کا گورکھ دھندا اور ایک ذات انسانی میں باوجود ہزار احتیاج کے بشریت اور الوہیت کا اجتماع اور شجر اور حجر کو خدا اور مادہ اور روح کو خدا تعالیٰ کی طرح قدیم اور ازلی ابدی اور سرمدی منوایا جاسکتا ہے تو خداوند ذوالجلال کی توحید

خالص اور یکتائی اور اس کی بے چونی اور چگونی اور شانِ علیمی و قدیری اور سمیعی و بصیری کو طمع و لالچ سے منوانا کیا مشکل ہے مگر اسلام کا خدا داد حسن و جمال اس سے منزہ اور مستغنی ہے کہ درہم و دینار کی چمک کو ذریعۂ اشاعت بنائے اور شیطانی کمان[۵۰] کے ذریعے سے اپنے تیر چلائے جو لوگ اس راہ سے کسی مذہب کو اختیار کرتے ہیں وہ خدا کے بندے نہیں بلکہ وہ درہم اور دینار کے بندے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔

(۹)۔ نیز اسلام کے قوانین خود اس کے شاہد ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا اس لئے کہ اسلام میں اشاعت اسلام کا قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم پر حملہ کرو تو اول ان پر اسلام پیش کرو کہ ایمان لے آؤ۔ پس اگر وہ ایمان لے آئیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں سب برابر ہو اور اگر اسلام نہ لائیں اور اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم اسلامی حکومت کی اطاعت کا عہد کرو۔ اور جزیہ دینا قبول کرو اور حکومت میں کوئی بدامنی نہ پھیلاؤ تو ہم تمہاری جان اور آبرو کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، تمہاری جان اور مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو کی طرح ہوگی اس شرط کے ساتھ تم اسلامی حکومت میں عیسائی اور یہودی اور مجوسی بن کر رہ سکتے ہو حکومت اسلامیہ مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی، اور مزید برآں تمہارے لیے یہ آزادی ہوگی کہ اسلام اپنے خاص احکام تم پر جاری نہ کرے گا، مثلاً شراب پینا اسلام میں منع ہے اور تمہارے مذہب میں جائز ہے اس لئے اسلام تم کو شراب پینے اور اس کی خرید و فروخت سے تم کو منع نہ کرے گا نکاح کے لیئے اسلام میں جو خاص شرائط ہیں اسلام تم کو ان کے کرنے پر مجبور نہ کرے گا تم کو اپنے رواج کے مطابق نکاح کرنے کی اجازت ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر جزیہ دینا بھی منظور نہ کریں تو پھر شمشیر کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ شمشیر کا حکم مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ آخری درجہ میں ان کی سرکشی کے جواب میں ہے۔ پس اگر اسلام تلوار سے پھیلتا تو

---

[۵۰]۔ شیطان کا مقولہ ہے کہ عورت میری قدیم ترکس یعنی پرانی کمان ہے۔ اس کے ذریعہ سے جو تیر چلاتا ہوں وہ خطا نہیں جاتا۔ فافہم ذالک و استقم۔

سب سے پہلے تلوار کا حکم ہوتا تیسرے درجہ میں نہ ہوتا۔

(۱۰)۔ اگر اسلام جبرو اکراہ سے پھیلتا تو جبرو اکراہ سے اسلام لانے والے اسلام پہ عاشق اور فریفتہ نہ ہوتے اس لئے کہ جبر و اکراہ کا اثر ظاہر اور بدن پہ ہوتا ہے قلب پہ نہیں ہوتا پس جو لوگ جبراً مسلمان بنائے گئے ان کی حالت یہ ہوتی کہ ظاہر میں زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے اور دل میں اس سے متنفر اور بیزار ہوتے حالانکہ یہ لوگ دل و جان سے ظاہر و باطن جلوت اور خلوت میں اسلام پہ فریفتہ اور شیدا تھے اور بہ نسبت مسجد کے گھر میں زیادہ عبادت کرتے تھے اور اسلام پہ اپنی جان اور مال دینے کو سعادت سمجھتے تھے علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ کا مسئلہ ہے کہ جو شخص محض زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے اس کا قتل جائز نہیں پس جس مذہب نے دشمن کے ہاتھ میں یہ سپر دے رکھی ہو کہ ایک مرتبہ زبان سے کلمہ پڑھ لینے پہ فوراً چھوڑ دیئے جاویں گے کیا وہ مذہب جبر اور اکراہ سے پھیل سکتا ہے جبر کی اس میں گنجائش ہی نہیں۔ ہر کافر تقیہ کر کے کلمہ پڑھ کر قتل سے بچ سکتا ہے اور پھر قدرت اور موقع پانے پر اپنے سابق مذہب کی طرف عود کر سکتا ہے آخر اس کی کیا وجہ کہ جن لوگوں نے بقول معترضین جبر اور اکراہ سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ ساری عمر کیوں اس جبر کے پابند رہے موقع پا کر اپنے سابق مذہب کی طرف کیوں نہ لوٹ گئے۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اسلام اور مسئلہ غلامی

حق جل شانہ نے جو عزت اور کرامت انسان کو دی وہ کسی مخلوق کو نہیں دی۔ اپنی خاص صفات کمالیہ۔ علم و قدرت سمع و بصر۔ تکلم و ارادہ کا مظہر اور تجلی گاہ بنایا اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا مسجود ملائکہ بنایا تمام مخلوق پر اس کو فضیلت دی حتّٰی کہ ابلیس لعین یہ بول اٹھا هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ۔ تمام کائنات کو اس کے لئے پیدا کیا اور اس کو اپنی عبادت اور عبودیت کے لئے بنایا اس کو وہ حریت اور آزادی عطا فرمائی کہ تمام روئے زمین اس کی ملک اور تصرف میں دی، کما قال تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا لیکن جب اس نادان انسان نے اپنے

خالق اور پروردگار کے واجب الاطاعت ہونے ہی سے انکار کر دیا اور خداوند ذوالجلال سے بغاوت (کفر) کی ٹھان لی اور انبیاء و مرسلین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے میدان میں نکل آیا تو ساری کرامتیں اور عزتیں خاک میں مل گئیں اور وہ حریت اور آزادی جو اس کو عطا کی گئی تھی وہ یکلخت سلب کر لی گئی اور حق جل وعلا نے اس باغی اور سرکش انسان کو اپنے اُن عبادِ صالحین کا (جنھوں نے اس کا بول بالا کرنے کے لئے جان بازی اور سرفروشی کی) عبد اور مملوک بنادیا اور ان کو یہ اجازت دی کہ بہائم اور اموال مملوکہ کی طرح جس طرح چاہو اس کی خرید و فروخت کرو تم کو اس کی بیع و شراء ہبہ اور رہن کا کلی اختیار ہے اور یہ تمھاری بغیر اجازت کے کوئی تصرف نہیں کر سکتا جرم کی سزا اس کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتی ہے جس درجہ کا جرم ہوگا اسی درجہ کی سزا ہوگی۔ چوری اور زنا کے مجرم چند روز سزا پانے کے بعد رہا کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ یہ جرم رعیت کے مقابلہ میں ہے لیکن بغاوت کا جرم معاف نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ حکومت کے مقابلہ میں ہے اور حکومت سے انحراف اور سرتابی ہے اس وجہ سے ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ [۵]

تحقیق اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کریں گے کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور شرک سے کم درجے کے جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔

کیونکہ کافر و منکر اصولی طور پر خدا تعالیٰ کو واجب الاطاعت اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کو واجب العمل نہیں سمجھتا اور نہ اپنے کو خداوند ذوالجلال کی مرضی کا پابند خیال کرتا ہے اس لئے یہ شخص خدا کا باغی ہے اگرچہ فطری یا عقلی یا اخلاقی طور پر اس سے ایسے ہی اعمال صادر ہوتے ہوں کہ جو شریعت کے مطابق ہوں کیونکہ یہ اطاعت اور متابعت نہیں بلکہ محض صورۃً توافق اور موافقت ہے اصولی طور پر تو مخالفت اور باغی ہی ہے اور ظاہر ہے کہ اصولی مخالفت اور کلی نافرمانی اور اعتقادی انحراف

۵۔ النساء۔ آیۃ: ۴۸۔

کے ہوتے ہوئے جزئی اور ظاہری موافقت کیا معتبر ہو سکتی ہے اس لئے بغیر ایمان اور تسلیم کے مغفرت ناممکن ہے اور تمام اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ بغیر ایمان کے ہیچ ہیں بخلاف مومن فاسق کے کہ اس کی مخالفت جزئی ہے وہ اُصولی طور پر خدا اور اس کے رسول کو واجب الاطاعت سمجھتا ہے جب کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو بارگاہ ربوبیت میں رجوع ہو کر بعد عجز و نیاز اور بہزار خجالت و ندامت عفو تقصیر کی درخواست کرتا ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ [1]

اور ایک غلام مسلمان۔ آزاد کافر سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو پسند آئے کیونکہ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

جان نثار اور وفادار کو باغی اور غدار کے برابر کر دینا عقل اور فطرت اور قوانین سلطنت میں صریح ظلم ہے وہ کونسی متمدن حکومت ہے کہ جس کے قانون میں۔ فرمانبردار اور مجرم تمام احکام میں مساوی ہوں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ۔ [2]

کیا ہم اپنے فرمانبرداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں کہ دونوں کے احکام میں کوئی فرق نہ رہے۔

تمام متمدن حکومتوں میں باغیوں اور پولیٹیکل مجرموں کی سزا چوروں اور بدمعاشوں اور دھوکہ بازوں اور جعل سازوں سے کہیں زیادہ ہے جس پر بغاوت اور سازش کا جرم ثابت ہو اس کی سزا بجز سزائے موت یا عمر بھر کی جلاوطنی اور کچھ نہیں ہوتی اگرچہ مادہ تمرد و عصیان اور سرکشی کا دونوں مجرموں میں ہے مگر چوروں اور بدمعاشوں کا تمرد رعیت کے کسی ایک یا چند افراد کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور باغیوں اور پولیٹیکل مجرموں کا تمرد اور عصیان سلطان وقت اور حکومت اور قانون حکومت کے مقابلہ میں ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ حکومت ہی مٹ جائے۔ اور تمام متمدن حکومتوں کی نظر میں بغاوت سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔ چوری اور بدی کا جرم بغاوت

[1] البقرہ، آیۃ: ۲۲۱۔ [2] القلم، آیۃ: ۳۵۔

کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا حکومتوں کا مسئلہ قانون ہے کہ جو شخص بغاوت کرے تو اس کی تمام فطری آزادی یکلخت سلب ہو جاتی ہے اور مال و جائداد سب ضبط ہو جاتی ہے اور حقیر و ذلیل چوپایہ کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے، اگرچہ یہ پولٹیکل مجرم کتنا ہی لائق اور عاقل اور فاضل کیوں نہ ہو اور عجب نہیں کہ یہ مجرم عقل اور فہم اور تعلیم میں صدر جمہوریہ سے بھی بڑھ کر ہو پس جبکہ خالی اور مجازی حکومتوں کو اپنے باغیوں کی آزادی سلب کرنے کا اختیار ہے تو اس خداوند ذوالجلال کو (جس نے ان باغیوں کو وجود اور حیات اور عقل اور فہم کی دولت عطا کی ہے) یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے باغیوں (کافروں) سے اپنی دی ہوئی آزادی سلب کر سکے۔

الحاصل: چونکہ غلامی خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے اس لئے اس مسئلہ کا ذکر توریت اور انجیل میں بھی پایا جاتا ہے بلکہ کوئی ملت اور مذہب ایسا نہیں کہ جس میں غلامی کا مسئلہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استرقاق اور غلامی کا مسئلہ تمام ادیان اور ملل کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔

استرقاق اگر قبیح لذاتہ ہوتا تو کسی شریعت میں جائز نہ ہوتا توریت و انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و مرسلین اس کو جائز رکھتے آئے۔ معاذ اللہ اگر استرقاق قبیح لذاتہ تھا یا کوئی وحشیانہ رسم تھی یا کوئی شرمناک فعل تھا تو حضرات انبیاء نے اس کو کیسے جائز رکھا کیا حضرات انبیاء کرام کو اس کا علم نہ تھا کہ استرقاق قبیح لذاتہ ہے اور قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ ماریہ قبطیہ بطور کنیز آپ کے فراش میں تھیں جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدۃ العمر اس قبیح ذاتی کے مرتکب رہے اور معاذ اللہ قانون فطرت کے خلاف کرتے رہے اور اگر بالفرض محال حضرات انبیاء سے اس بارے میں کوئی اجتہادی غلطی ہو گئی تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ اس علیم و قدیر نے بذریعہ وحی کے اس غلطی پر کیوں نہ متنبہ کیا۔

اسلام سے پیشتر کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ جس میں غلامی کا رواج نہ ہو اسلام آیا اس نے فقط

غلامی کو جائز رکھا لیکن ان تمام حیا سوز اور خلاف انسانیت امور کو جو غلاموں کے ساتھ برتے جاتے تھے یکلخت بند کر دیا، ان کے اور ان کے آقاؤں کے حقوق متعین کیے طرح طرح سے ان کے آزاد کرنے کی راہیں بتلائیں جو کتب حدیث اور فقہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

ہاں اسلام نے غلامی کو بالکلیہ ختم نہیں کر دیا کیونکہ وہ خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے۔ جب تک اس عالم میں کفر اور شرک باقی ہے اس وقت تک استرقاق اور غلامی بھی باقی ہے اور رہنی چاہیے جب جرم موجود ہے تو سزا کیوں نہ ہو، شریعت نے اصل غلامی کو باقی رکھا اور اس کے مفاسد کی اصلاح کر دی، اس میں شک نہیں کہ غلامی بہت بڑی ذلت ہے لیکن کفر اور شرک کی ذلت اس سے کہیں زائد ہے، ہر جرم کا قبح اور اس کی برائی محدود ہے مگر خداوند ذوالجلال سے بغاوت اور سرتابی کے قبح اور برائی کی کوئی حد اور نہایت نہیں یہی وجہ ہے کہ کفر کی سزا دائمی عذاب اور ایمان کی جزا دائمی ثواب مقرر ہوئی کیونکہ کفر کے قبح اور برائی کی اور ایمان کے حسن اور خوبی کی کوئی حد اور نہایت نہیں اور اسلام کا مقصد ہی کفر کو ذلیل کرنا ہے چوری اور بدکاری کا منشا حرص اور شہوت ہے اور خداوند ذوالجلال سے بغاوت کا منشا اباء اور استکبار یعنی تکبر اور نخوت ہے کما قال تعالیٰ۔ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ اس لئے اوّل الذکر جرائم کی سزا اُن کے مناسب تجویز کی گئی اور جس جرم کا منشا تکبر اور نخوت تھا اس کی سزا ذلت یعنی غلامی سے تجویز کی گئی۔ وجزاء سيئة سيئة مثلها اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو تسلیم کیا اور اس کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی دکھلائی حق جل و علا نے اُن کی عزت افزائی فرمائی کہ ان کو۔ ان متکبرین اور باغیوں کا مالک اور آقا بنا دیا وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ٥

جو شخص اس عالم میں خیر و شر، ایمان اور کفر۔ نیک اور بد، مؤمن اور کافر کی تقسیم کا قائل ہے اس کے لئے اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں اور جو شخص سرے سے خیر اور شر نیک اور بد کی تقسیم ہی کا قائل نہیں اس سے ہمارا کوئی خطاب نہیں وہ انسان نہیں بلکہ حیوان مطلق ہے۔

قرآن کریم میں مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کا لفظ پندرہ جگہ آیا ہے اور گناہوں کے کفارہ میں غلام کے آزاد کرنے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے اور اسی طرح غلاموں کو مکاتب بنانے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے اس قسم کی تمام آیات سے غلامی کا ثبوت اس درجہ واضح ہے کہ کسی بینا اور شنوا کے لئے تو مجال انکار نہیں اور حدیث میں ہے المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس پر ایک درہم بھی باقی رہے سعد بن معاذؓ نے جب بنی قریظہ کے بارے میں یہ حکم دیا کہ تقتل مقاتلتھم وتسبی ذرینھم کہ ان کے لڑنے والے جوان تو قتل کئے جائیں اور ان کی ذریت غلام بنائی جائے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ اے سعد تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا اور غزوہ اوطاس کے استرقاق بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کہ قرآن و حدیث سے غلامی کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔

عارف رومی قدس اللہ سرہ السامی مثنوی ص۱۲ دفتر چہارم میں فرماتے ہیں:

در تفسیر ایں حدیث نبوی کہ	اس حدیث نبوی کی تفسیر میں
اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خلق الملائکۃ	کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان میں
و رکب فیھم العقل خلق البھائم	خالص عقل رکھی اور بہائم کو پیدا کیا اور ان میں
و رکب فیھا الشھوۃ وخلق بنی	شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا کیا اور ان میں
آدم و رکب فیھم العقل والشھوۃ	عقل اور شہوت دونوں رکھی پس جس کی عقل
فمن غلب عقلہ علی شھوتہ	شہوت پر غالب آگئی وہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ
فھو اعلیٰ من الملائکۃ ومن	اور ارفع ہے اور جس کی شہوت عقل پر غالب
غلبت شھوتہ علی عقلہ فھو	آگئی وہ بہائم سے بھی بدتر ہے بے شک ایسا
ادنی من البھائم صدق النبی	ہی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ
صلی اللہ علیہ وسلم ط	فرمایا۔

در حدیث آمد کہ یزدان مجید   خلق عالم را سہ گونہ آفرید

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تین قسم پر پیدا فرمایا ہے۔

یک گرہ را جملہ علم و عقل و جود   آں فرشتہ است و نداند جز سجود

ایک گروہ کو سراپا علم و دانش اور مجسم جود و کرم بنایا یہ فرشتوں کا گروہ ہے جو سوائے سجود یعنی اطاعت خداوندی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا   نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا

اس کی ماہیت میں حرص اور ہوائے نفسانی کا کہیں نام و نشان نہیں نور سے پیدا ہوئے ہیں خدا کے عشق اور محبت سے ان کی زندگی ہے۔

یک گروہ دیگر از دانش تہی   ہمچو حیواں از علف در فربہی

دوسرا گروہ وہ ہے کہ جو عقل و دانش سے بالکل خالی ہے جیسے حیوان جس کا کام سوائے چرنے اور موٹے ہونے کے کچھ نہیں۔

او نہ بیند جز کہ اصطبل و علف   از شقاوت غافل ست و ز شرف

وہ سوائے اصطبل اور چارہ کے کچھ نہیں جانتا شقاوت اور سعادت سے بالکل بےخبر ہے۔

آں سوم ہست آدمی زادہ بشر   از فرشتہ نیمی و نیمش زخر

تیسرا گروہ یہ انسان ہے جس کا نصف حصہ ملکی ہے اور نصف حماری یعنی حیوانی ہے۔ ملکیت اور حیوانیت سے مل کر بنا ہے۔

نیم خر خود مائل سفلی بود   نیم دیگر مائل علوی بود

اس بشر کا نصف حماری حیوانات کی طرح سفلیات کی طرف مائل ہے اور دوسرا نصف ملکی ملائکہ کی طرح مائل بہ علویات ہے۔

تاکدامین غالب آید در نبرد   زین دوگانہ تاکدامین برد نرد

اور ان دو حصوں میں باہمی جنگ ہے دیکھئے کہ اب اس جنگ میں کون غالب آتے اور

اس امتحان میں کون بازی لے جاتے۔

عقل گر غالب شود پس شد فزوں — از ملائک ایں بشر در آزموں

پس اگر اس امتحان میں عقل غالب آگئی اور حیوانیت مغلوب ہوگئی تو پھر یہ شخص ملائکۃ اللہ سے بھی افضل اور بہتر ہے کہ باوجود حیوانی اور شہوانی موانع کے عقل کو ترجیح دی۔ بخلاف ملائک کے کہ ان کے میلان علوی میں کوئی شئی مزاحم نہیں۔

شہوت از غالب شود پس کمتراست — از بہائم ایں بشر زاں کمتراست

اگر شہوت غالب آگئی تو پھر یہ شخص بہائم اور حیوانات سے بھی بدتر ہے، کما قال تعالےٰ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب — ویں بشر با دو مخالف در عذاب

وہ دونوں گروہ یعنی فرشتے اور بہائم۔ نفس اور شیطان کے مجاہدہ اور مقابلہ سے فارغ ہیں۔ مگر یہ تیسری نوع یعنی انسان عقل اور شہوت کی مخالفت اور منازعت سے ایک عذاب اور کشمکش میں ہے۔

ویں بشر ہم زامتحاں قسمت شدند — آدمی شکل اند وسہ امت شدند

پھر یہ بشر باعتبار امتحان اور ابتلاء کے تین قسموں پر منقسم ہے، کما قال تعالےٰ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ

یک گروہ مستغرق مطلق شدہ — ہمچو عیسیٰ با ملک ملحق شدہ

ایک گروہ وہ ہے کہ جو اللہ جل جلالہ کی محبت اور عشق میں مستغرق اور فنا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فرشتوں کے ساتھ ملحق ہوگیا۔

(فائدہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ نفخہ جبرئیلی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ صورۃً انسان اور معنیً فرشتہ ہیں۔ تفصیل کے لئے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کی مراجعت

کی جائے۔

نقش آدم لیک معنی جبرئیل　　　رستہ از خشم وہوا و قال وقیل

یہ گروہ صورۃً بشر ہے اور معنیً جبرئیل ہے شہوت اور غضب اور ہر قسم کی قیل و قال سے معرا اور مبرا ہیں یہ گروہ مقربین اور سابقین کا ہے۔

قسم دیگر با خران ملحق شدند　　　خشم محض و شہوت مطلق شدند

دوسرا گروہ وہ ہے کہ جو گدھوں اور جانوروں کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے اور سراپا شہوت و غضب بن گئے ہیں کما قال تعالٰی کَاَنَّھُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ وقال تعالٰی اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ۔

وصف جبریلی دراِیشاں بود رفت　　　تنگ بُود آں خانہ و آں وصف رفت

وصف جبریلی اُن سے جاتا رہا ظرف کی تنگی سے وہ وصف ان میں باقی نہ رہا یہ دوسرا گروہ اصحاب الشمال کا ہے۔

ماند یک قسم دگر اندر جہاد　　　نیم حیوان نیم حیے بارشاد

تین قسموں میں سے ایک قسم باقی رہ گئی وہ عوام مؤمنین ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے اصحاب المیمنہ یعنی اصحاب الیمین فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے لیکن ہنوز ان کا نفس مطمئنہ نہیں ہوا۔ ایمان۔ اللہ کی طرف کھینچتا ہے اور نفس۔ لذائذ اور شہوات کی طرف لیجانا چاہتا ہے عجب کشمکش میں ہیں کبھی نفس حیوانی غالب آتا ہے اور کبھی ایمان اور ہدایت غالب آتی ہے۔

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش　　　کردہ چالش اولش با آخرش

روز و شب یہی جنگ اور کشمکش ہے، عقل کا نفس کے ساتھ اور روح کا جسم کے ساتھ مقابلہ ہے

عارف رومی کا یہ کلام ہم نے مختصراً مع مختصر توضیح کے ذکر کر دیا ہے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آمدم بر سر مطلب: انسان کو جو صفت حریت اور وصف آزادی حاصل ہے، وہ

اس کی ذات اور ماہیت کا اقتضا نہیں کہ اس وصف کا انفکاک اس سے محال ہو بلکہ صفات ملکی کے ساتھ متصف ہونے کا ثمرہ ہے، جب تک صفات ملکی کیساتھ متصف رہا اس وقت اس کو آزادی حاصل رہی اور جب صفات بہیمیہ کیساتھ متصف ہوا تو وہ حریت اور آزادی سب ختم ہوگئی

نصوص قرآنیہ سے یہ امر صراحۃً ثابت ہے کہ انسان کفر اور شرک کرنے سے بہائم اور حیوانات کے حکم میں ہوجاتا ہے کما قال تعالےٰ!

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا. [۱]	نہیں ہیں یہ کافر مگر مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے کہیں زیادہ گم کردۂ راہ ہیں۔
اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. [۲]	تحقیق بدترین حیوانات اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو اللہ کے منکر ہوئے۔
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ [۳]	اور کافر دنیا میں خوب عیش کرتے ہیں اور چوپاؤں کی طرح اندھا دھن اور کھڑے کھڑے اور چلتے چلتے کھاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ احفظنا من ذٰلِكَ

جیساکہ آجکل اس حیوانی تہذیب اور بہیمی تمدن کا چرچا ہے حق تعالےٰ نے جو خبر دی تھی آجکل کی متمدن مجالس میں اس کی تصدیق بلکہ مشاہدہ ہورہا ہے کیا دنیا کے عقلاء اخلاقی مجرموں کو حیوانات اور بہائم سے بدتر نہیں سمجھتے تو پھر اگر اسلام خدا کے باغیوں کو حیوانات سے بدتر بتلاتا ہے تو کیا غلط کہتا ہے۔

پس جس طرح حیوانات پکڑنے اور شکار کرنے سے مملوک ہوجاتے ہیں اسی طرح خداوند ذوالجلال کے باغی اسیر اور گرفتار کرنے سے مملوک بن جاتے ہیں اور جس طرح حیوانات میں قید اور صید ملک کا سبب ہے اسی طرح کفار پر غلبہ اور استیلاء ان کے تملک اور استرقاق کا سبب تام ہے۔ انسان اور حیوان میں جو فرق ہے وہ محض عقل اور ادراک کی بنا پر ہے اور اسی وجہ سے تمام

[۱] ۔ الفرقان، آتیہ: ۴۴ ۔　[۲] الانفال، آتیہ: ۵۵ ۔
[۳] ۔ محمد، آتیہ: ۱۲ ۔

عقلا کے نزدیک غیر ذوی العقول ہونے کی وجہ سے حیوانات کی بیع وشرا رفقط جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے پس انسان جب بے عقلی پر اُتر آئے اور کسی کی حق تلفی کرے تو بسا اوقات عدالت بھی، اس کی بیع وشرا، کو کالعدم قرار دیتی ہے اور بسا اوقات عدالت جبرًا اس کے اموال املاک فروخت کر کے لوگوں کے حق ولاتی ہے کیا یہ حریت اور آزادی کا سلب نہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :۔ جاننا چاہیئے کہ انسان کو جو فطرةً آزاد کہا جاتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حریت اور آزادی انسان کی نفس ماہیت کے لوازم اور مقتضیات سے ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس لئے فطرتاً آزاد ہے اور جب اسلام زائل ہو گیا تو آزادی بھی زائل ہو گئی اور یہ غلامی اس جرم کی سزا ہے جو خلاف فطرت ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آزادی انسان کا فطری حق ہے تو ہمارا یہ سوال ہے کہ یہ حق کس کا دیا ہوا ہے اور کیا یہ ایسا اٹل حق ہے کہ کوئی جرم کرو، کفر کرو، شرک کرو خداوند ذوالجلال سے بغاوت کرو اس کے اُتارے ہوئے قانون کے اجراء اور تنفید میں مزاحمت کرو اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلاؤ ان کا تمسخر کرو، ان کا مقابلہ کرو، اس کے پرستاروں کو ستاؤ غرض یہ کہ جو جرم چاہو کرو مگر تمہارا یہ حق آزادی کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔

سمجھ لو اور خوب سمجھ لو کہ تمام ادیان سماویہ اور ملل الہیہ اس پر متفق ہیں کہ کفر و شرک کے بعد حیات اور وجود کا حق بھی باقی نہیں رہتا۔ صفت حریت اور وصف آزادی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور ایسی آزادی تو کسی بڑی سے بڑی متمدن اور جمہوری حکومت میں بھی کہ حکومت کو بھی نہ مانو وزراء اور حکام سلطنت کو بھی نہ مانو۔ قانونِ حکومت کو بھی نہ مانو اور اس کے خلاف تقریریں کرو اور اس کے اجراء اور تنفیذ میں مزاحمت کرو اور پھر بھی تم آزاد رہو اور نہ کوئی گرفتاری عمل میں آئے۔ اور نہ کوئی مقدمہ چلایا جائے اور نہ تمہاری زمین اور جائداد پر حکومت قبضہ کرے اور تمہاری دولت کا سرمایا جو بنک میں جمع ہے وہ بھی ضبط نہ ہو۔ کیوں نہیں۔ جب تم حکومت سے بغاوت کرو گے تو حکومت بھی وہ سب کچھ کرے گی جس کے تم مستحق ہو اعضاء جسمانی اور حیات انسانی اُمور فطریہ میں

سے ہیں لیکن حدود و قصاص میں اعضاءِ جسمانی کا قطع اور حیات انسانی کا ازالہ اور اعدام واجب ہو جاتا ہے۔ ارتکابِ جرم سے فطری حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور کفر سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں

سیاسی غلامی

فرنگی قومیں اسلامی غلامی کا ذکر کرتی ہیں مگر توریت اور بائبل میں جو غلامی کا مسئلہ مذکور ہے اس کا نام نہیں لیتیں اور سیاسی غلامی کو اپنے لئے واجب اور ضروری سمجھتے ہیں موجودہ سیاست نے پوری قوم اور پورے ملک کو غلام بنانے کے طریقے ایجاد کر دیئے ہیں اس لئے انفرادی غلامی کی ضرورت نہیں رہی اور آج بھی اس دورِ جمہوریت اور مساوات میں سفیدفام کو سیاہ فام پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ امریکہ کی ولایات متحدہ میں سرخ فام باشندوں کے لئے سیاہ فام باشندوں سے الگ قانون بنا رکھا ہے۔

سلسلۂ غزوات وسرایا

یعنی

راہِ خداوندی میں حضرات صحابۂ کرام کی بے مثال جانبازی اور سرفروشی
اور خداوندِ ذوالجلال سے سرتابی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی
اور گردن کشی کا ایک باب۔

جہاد کا حکم نازل ہوا اور آپ نے جہاد و قتال شروع فرمایا اور اطراف وجوانب میں لشکر روانہ فرمائے جس جہاد میں آپ نے بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ علماء سِیَر کی اصطلاح میں اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ شریک نہیں ہوئے اس کو سریہ اور بَعث کہتے ہیں۔

تعدادِ غزوات:۔ موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق، واقدی، ابن سعد، ابن جوزی، دمیاطی عراقی نے غزوات کی تعداد ستائیس[۱] بتائی ہے اور سعیدؓ بن مسیب سے چوبیس[۲] اور جابرؓ بن عبداللہ سے اکیس[۳] اور زیدؓ بن ارقمؓ سے انیس[۴] کی تعداد مروی ہے علامہ سہیلی فرماتے ہیں، وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ بعض علماء کے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی اور ممکن ہے کہ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو۔[۵]

تعدادِ سرایا:۔ علیٰ ہذا سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن سعد سے چالیس[۶] اور ابن

---

[۱] رواہ عبدالرزاق بسند صحیح ۱۲۔ [۲] رواہ ابویعلیٰ باسنادٍ صحیح۔ [۳] رواہ البخاری ومسلم والترمذی ۱۲۔
[۵] فتح الباری۔ ج ۷، ص ۲۱۸۔ زرقانی ج ۱، ص ۳۸۸

عبد البر سے سینتیس اور محمد بن اسحٰق سے اڑتیس اور واقدی سے اڑتالیس اور ابن جوزی سے چھپن کی تعداد منقول ہے۔ تفصیل کے لئے زرقانی صفحہ ۴۴۸ ج ۱ کی مراجعت کریں ۱۲

سریۂ حمزہ رضی اللہ عنہ :- رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ہجرت کے ساتھ مہینے بعد رمضان المبارک ۱ھ میں یا ربیع الاوّل ۲ھ میں علی اختلاف الاقوال تیس[۱] مہاجرین کی جمعیت کو حضرت حمزہؓ کی سرکردگی میں سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ قریش کے تین سَو سواروں کا قافلہ جو ابو جہل کی سرکردگی میں شام سے مکہ واپس آرہا ہے اس کا تعاقب کریں ہجرت کے بعد یہ پہلا سریہ تھا اس جمعیت میں مہاجرین کے سوا انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ جب حضرت حمزہ سیف البحر پہ پہنچے اور فریقین کا آمنا سامنا ہو گیا اور جنگ کے لئے صفیں قائم ہو گئیں۔ تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑکر بیچ بچاؤ کرا دیا ابو جہل قافلہ لے کر مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ مدینہ واپس آگئے۔[۲]

سریۂ عبیدۃ بن حارث رضی اللہ عنہ :- پھر ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد ماہ شوال ۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساٹھ یا اسی سواروں پر عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں کوئی انصاری نہ تھا۔

وہاں پہنچ کر قریش کے دو سَو سواروں کی جمعیت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ صرف سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک تیر چلایا۔ یہ پہلا تیر تھا جو اسلام میں چلایا گیا۔ ابو سفیان[۳] بن حرب یا عکرمہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص علی اختلاف الاقوال اس جماعت کے افسر

---

[۱] - بعض کہتے کہ اس سریہ میں کچھ انصار بھی تھے ابن سعد کہتے کہ صحیح یہ ہے کہ انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ غزوہ بدر سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی سریے روانہ کیے ان میں کوئی انصاری نہ تھا اس لئے کہ انصار نے مدینہ میں رہ کر حفاظت کا وعدہ کیا تھا باہر جا کر لڑنے کا وعدہ نہیں کیا تھا اس لئے آپ نے غزوہ بدر میں انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے طبقات ابن سعد ج ۲ قسم اوّل زرقانی صفحہ ۳۹۰ ج ۱ [۲] طبقات ابن سعد، ج ۲، ص: ۲۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۲، ص ۲۳۴۔ [۳] ابو سفیان بن حرب عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ پر مشرف باسلام ہوئے مکرز بن حفص کو کسی نے صحابہ میں ذکر نہیں کیا مگر ابن حبانؒ کتاب الثقات میں اس قدر کہا ہے یقال لہ صحبۃ کہا جاتا ہے کہ مکرز بن حفص صحابی ہیں

تھے۔ مقداد بن عمرو۔ اور عتبہ بن غزوان جو پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے مگر قریش کے پنجہ میں ہونے کی وجہ سے ہجرت سے مجبور تھے۔ قریش کے قافلہ کے ہو لیے تاکہ جب موقع پڑے تو مسلمانوں میں جا ملیں۔

چنانچہ اس موقع پر جب مسلمانوں اور قریش کا مقابلہ ہوا تو یہ دونوں حضرات کفار کے گروہ نکل کر مسلمانوں میں آملے۔[1]

حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ کی روانگی چونکہ نہایت قریب قریب ہے اس لئے علماء کا اختلاف ہے بعض حضرت حمزہ کی روانگی کو مقدم بتاتے ہیں اور بعض حضرت عبیدہ کی روانگی کو مقدم کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں بعث معاً واقع ہوئے اس لئے اشتباہ ہو گیا کسی نے سریہ، حمزہ کو مقدم بتلایا اور کسی نے سریۂ عبیدہ کو پہلے بتلایا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ صحیح ہے۔

سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: پھر ماہ ذی قعدہ ۱ھ میں بیس مہاجرین کی پاپیادہ جمعیت کو سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں خرار کی طرف روانہ فرمایا۔

خرار جحفہ کے قریب ایک وادی ہے۔ غدیر خم بھی اسی کے قریب میں واقع ہے۔

یہ لوگ دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے۔ خرار پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ نکل چکا ہے، یہ لوگ مدینہ واپس آگئے۔[2]

جاننا چاہیے کہ واقدی اور محمد ابن سعد کے نزدیک یہ تینوں سریے ۱ھ ایک ہجری میں روانہ کئے گئے اور محمد بن اسحٰق یہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں سریے ۲ھ دو ہجری میں بعد غزوۂ ابواء کے روانہ کئے گئے۔[3] اور ابن ہشام نے بھی اپنی سیرت میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ اوّل غزوۂ ودان کو ذکر کیا اور پھر سریۂ عبیدہ بن الحارث اور پھر سریۂ حمزہ کو ذکر کیا اور اس ناچیز نے حافظ ابن قیم اور علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی کا اتباع کیا۔

---

[1] - زرقانی۔ ج ۱، ص: ۳۹۱ [2] - زاد المعاد - ج: ۲، ص: ۸۳

[3] - ابن الاثیر: ج: ۲، ص: ۱۴۱

غزوۂ ابواء[1]۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور غزوۂ تبوک آخری غزوہ ہے۔

شروع صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کو جن میں کوئی انصاری نہ تھا اپنے ہمراہ لے کر قافلہ قریش اور بنوضمرہ پر حملہ کرنے کے لئے ابواء کی طرف روانہ ہوئے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اس غزوہ میں جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

جب آپ ابواء پہنچے تو قریش کا قافلہ نکل چکا تھا بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو سے صلح کر کے واپس ہوئے شرائط صلح یہ تھیں۔ کہ بنو ضمرہ نہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کو کبھی دھوکہ دیں گے اور عندالضرورت مسلمانوں کی اعانت اور امداد کرنی ہوگی۔[2]

اس غزوہ کو غزوۂ وُدّان بھی کہتے ہیں۔ ابواء اور ودّان دو مقام ہیں جو قریب قریب ہیں جن میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے

اس غزوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ روز کے بعد بلا قتال مدینہ منورہ واپس ہو گئے اس سفر میں نوبت قتال کی نہیں آئی عیون الاثر ج ۱ ص ۲۲۶ و فتح الباری ج ۷ ص ۲۱۷[3]

غزوۂ بواط[4]:

پھر آپ کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مکہ جا رہا ہے اس لئے آپ ماہ ربیع الاول ۲ھ یا ربیع الثانی میں دو سو کو لے کر قریش کے اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے بواط کی طرف روانہ ہوئے اور سائب بن عثمان بن مظعون کو جو سابقین اولین اور مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

---

[1] الابواء بفتح الہمزۃ وسکون الموحدۃ ممدود قریۃ من عمل الفرع بینہا وبین الجحفۃ من جہۃ المدینۃ ثلاثۃ وعشرون میلا فتح الباری ج ۷ ص ۲۱۷ کتاب المغازی۔ [2] طبقات ابن سعد۔ ج ۲، ص ۳:

[3] عیون الاثر۔ ج ۱، ص: ۳۲۶۔ [4] بُوَاط بار فتح۔ اور با کو مضموم بھی پڑھا جاتا ہے۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو ینبع کے قریب ہے مدینہ سے کچھ کم و بیش اڑتالیس میل کا فصل ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

قریش کے اس قافلہ میں ڈھائی ہزار اونٹ تھے اور امیّہ بن خلف اور سنّو آدمی قریش کے تھے براط پہنچکر معلوم ہوا کہ قافلہ نکل چکاہے اس لئے آپ بلا جدال وقتال مدینہ منوّرہ واپس آگئے۔[1]

غزوہ عُشیرہ: اثنار جمادی الاولیٰ ۲ھ میں آپ نے دو سنّو مہاجرین کو لے کر قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے عُشیرہ کی طرف خروج فرمایا۔ جو ینبعؔ کے قریب ہے اور مدینہ میں ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور سواری کے لئے تیس اونٹ ہمراہ لئے۔ جس پر صحابہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔

آپ کے پہنچنے سے کئی روز پیشتر قافلہ نکل چکا تھا آپ بقیّہ ماہ جمادی الاولیٰ اور چند راتیں جمادی الثانیہ تک وہیں قیام پذیر رہے اور بنی مدلج سے معاہدہ کرکے بلا جنگ کئے ہوتے مدینہ واپس ہوتے معاہدہ کے الفاظ یہ تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم
هذا الكتاب من محمد رسول الله لبني ضمرة بانهم آمنون على اموالهم وانفسهم وان لهم النصر على من رامهم ان لا يحاربوا في دين الله ما بل بحر صوفة وان النبي اذ دعاهم لنصره اجابوه. عليهم بذلك ذمة الله وذمة رسوله ولهم النصر على من برّ واتقى۔[2]

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو ضمرہ کے لئے کہ ان کے جان ومال سب محفوظ رہیں گے اور جو شخص بنو ضمرہ سے جنگ کا ارادہ کرے گا تو اس کے مقابلہ بنو ضمرہ کی مدد کی جائے گی بشرطیکہ بنو ضمرہ اللہ کے دین میں کوئی مزاحمت نہ کریں جب تک دریا صوف کو تر کرے یعنی یہ شرط ہمیشہ کے لئے ہے نبی کریم جب انکو مدد کے لئے بلائیں تو حاضر ہوں گے۔ یہ ان پر اللہ اور اسکے رسول کا عہد ہے اور جو شخص ان میں نیک اور پرہیز گار رہے گا اس کی مدد کی جائے گی۔

---

[1] زرقانی۔ ج: ۱، ص: ۳۶۲

[2] روض الانف۔ ج: ۳، ص: ۵۸۔ زرقانی: ج: ۱۔ ص: ۱۹۶

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کونسا غزوہ وقوع میں آیا۔ محمد بن اسحاق اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ سب سے پہلا غزوہ ابواء ہے پھر بواط اور پھر عُشَیْرہ اور اسی ترتیب کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں اختیار فرمایا اور اسی کو حافظ عسقلانی نے شرح بخاری میں اختیار فرمایا۔ اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ پہلا غزوہ غزوہ عشیرہ ہے [1]

نیز علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ اوّل الذکر تین سریے یعنی سریہ حمزہؓ و سریۃ عبیدۃ و سریۃ سعد۔ یہ تین سریے ہجرت کے پہلے سال میں۔ غزوہ ابواء کے بعد ۲ھ میں وقوع میں آئے۔ اکثر علماءؒ نے ان تینوں سریوں کو ہجرت کے پہلے سال میں غزوۂ ابواء سے متقدم ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اذن قتال کے بعد مغازی کی ابتداء بعوث اور سرایا سے ہوئی اور حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اوّل الذکر تین سرایا کو یعنی سریۂ حمزہ اور سریۂ عبیدہ اور سریۂ سعد کو ہجرت کے پہلے سال کے واقعات میں شمار کیا اور اس ناچیز نے غزوات اور سرایا کی ترتیب میں اکثر قسطلانی اور زرقانی کا اتباع کیا ہے اور محمد بن اسحاق وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ مغازی کی ابتداء غزوۂ ابواء سے ہے اور اس کے بعد سریۂ حمزہ و سریۂ عبیدہ روانہ کئے گئے چونکہ حضور پرنور نے ان دونوں سریوں کی روانگی کا حکم معاً دیا اس لئے روایت کرنے والوں کو اشتباہ ہو گیا کہ کونسا سریہ پہلے روانہ کیا گیا اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اسی ترتیب کو اختیار فرمایا کہ اوّل غزوہ ودان کو ذکر کیا اور پھر سریۂ عبیدۃ ابن الحارث کو اور پھر سریۂ حمزہؓ کو اور پھر اس کے بعد غزوہ بواط کو اور پھر غزوۂ عُشَیْرَہ کو ذکر کیا۔ اور ان تمام سرایا اور غزوات کو ۲ھ کے واقعات سے شمار کیا۔

غزوۂ بدرِ اولیٰ (غزوۂ بدر صغریٰ / غزوۂ سفوان):- غزوۂ عشیرہ سے واپسی کے بعد تقریباً دس روز آپ نے مدینہ قیام فرمایا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر شب خون مارا اور لوگوں کی اونٹ اور بکریاں لے بھاگا۔

---

[1] تاریخ الخمیس۔ ج ۱، ص ۱۴۰۴

آپ یہ خبر سنتے ہی اس کے تعاقب میں مقام سَفَوان تک گئے جو بدر کے قریب ایک موضع ہے مگر آپ کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی کرز یہاں سے نکل چکا تھا۔ اس لئے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

سَفَوان چونکہ بدر کے قریب ایک موضع ہے اور آپ اُس کے تعاقب میں بدر تک گئے۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ بدر اُولیٰ کہتے ہیں اور غزوۂ سَفَوان بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں جاتے وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے۔[۱]

کرز بن جابر۔ رؤساء قریش میں سے تھے بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرنیین کے تعاقب میں بیس سواروں کا ایک دستہ روانہ فرمایا تو کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا۔ فتح مکہ میں شہید ہوئے۔[۲]

سریۂ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

غزوۂ سَفَوان سے واپسی کے بعد۔ ماہ رجب ۲ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو مقام نخلہ[۳] کی طرف روانہ فرمایا اور گیارہ مہاجرین کو آپ کے ہمراہ کیا جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ	۲۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ
۳۔ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ	۴۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۵۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	۶۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۷۔ خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ	۸۔ سہیل بن بیضا رضی اللہ عنہ
۹۔ عامر بن ایاس رضی اللہ عنہ	۱۰۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

[۱] ۔ زرقانی ج ۱، ص : ۳۹۶، عیون الاثر ج : ۱، ص : ۲۲۷

[۲] ۔ الاصابہ ج : ۳، ص : ۲۹۰ ۔

[۳] ۔ نخلہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے مکہ سے ایک دن اور ایک رات کا راستہ ہے یہی مقام ہے جہاں جنات نے آپ کا قرآن سنا تھا (زرقانی ج ۱ ص ۳۹۰)

۱۱۔ صفوان بن بیضا رضی اللہ۔

یہ گیارہ مہاجرین آپ کے ہمراہ تھے اور بارھویں خود امیر سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک سریہ میں بھیجنے کا ارادہ کیا اور یہ فرمایا کہ تم پر ایسے مرد کو امیر بناؤں گا کہ جو تم میں سب سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صابر ہوگا۔ بعد ازاں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا یہ اسلام میں پہلے امیر تھے[1]

معجم طبرانی میں باسناد حسن، جندب بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبداللہ بن جحش کو روانہ فرمایا تو ایک خط لکھ کر دیا اور یہ حکم کیا کہ جب تک دو دن کا راستہ نہ قطع کر لو اس وقت تک اس خط کو کھول کر نہ دیکھنا دو روز کا راستہ طے کرنے کے بعد اس خط کو دیکھنا جو اس میں لکھا ہوا اس پر عمل کرنا اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا۔

چنانچہ دو روز کا راستہ طے کرنے کے بعد عبداللہ بن جحش نے آپ کا والا نامہ کھول کر دیکھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ تم برابر چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے مابین مقام نخلہ میں جا کر اترو، اور قریش کا انتظار کرو اور ان کی خبروں سے مطلع کرتے رہو۔

عبداللہ بن جحش نے اس تحریر کو پڑھ کر یہ کہا سَمْعًا وَطَاعَةً میں نے آپ کے حکم کو سنا اور اطاعت کی اور تمام ساتھیوں کو اس مضمون سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ جس کو شہادت عزیز ہو وہ میرے ساتھ چلے۔ چنانچہ سب نے طیب خاطر سے آپ کی مرافقت کو منظور کیا اور سب آپ کی ساتھ ہو لیے۔

راستہ میں سعد اور عتبہؓ کا اونٹ راستہ سے بچھڑ کر کہیں چلا گیا اس لئے یہ دونوں حضرات اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور گم ہو گئے اور بقیہ حضرات نے مقام نخلہ پہونچ کر قیام کیا۔ فتح الباری صفحہ ۲۴۳ باب ما یذکر فی المناولۃ وکتاب اہل العلم الی البلدان ۱۲ وعیون الاثر و زرقانی صفحہ ۳۹۷ ج ۱

---

[1] زرقانی۔ ج: ۱، ص: ۳۹۷

اسلام میں پہلی غنیمت!

قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس آرہا تھا اُس دن رجب الحرام کی آخری تاریخ تھی (اس مہینہ میں قتل و قتال حرام تھا)[1] غرۂ شعبان کے اشتباہ میں اس قافلہ پر حملہ کر دیا۔ واقد بن عبداللہ نے قافلہ کے سرگروہ عمرو بن الحضرمی کے ایک تیر مارا جس سے وہ مر گیا۔ اس کے مرتے ہی قافلے والے سراسیمہ اور پریشان ہو کر بھاگ اُٹھے اور مسلمانوں نے قافلے کے تمام مال واسباب پر قبضہ کر لیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت تک تقسیم غنائم کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے محض اپنے اجتہاد سے چار خمس غانمین پر تقسیم کر دیئے اور ایک خمس (پانچواں حصہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھ چھوڑا جب مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی آپ نے فرمایا میں نے تم کو شہر حرام میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ غیر جب تک کوئی وحی نازل نہ ہو اس وقت تک مال

---

[1] ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں چار مہینوں میں قتل و قتال حرام تھا۔ ذی قعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ تین مہینے مسلسل اور ایک رجب۔ ذی الحجہ کا مہینہ حج کا مہینہ ہے۔ ایک مہینہ ماقبل اور ایک مہینہ مابعد کا اس لئے حرام کیا گیا تاکہ دور دراز سے آنے والے حجاج امن کے ساتھ حج کر کے واپس ہو جائیں اور ماہ رجب میں عمرہ کرنے کے لئے اکثر وہ لوگ آتے تھے جو مکہ مکرمہ سے دس پندرہ یوم کے مسافت پر رہتے تھے، اس لئے ماہِ رجب کو حرام کیا گیا۔ چودہ پندرہ آنے اور چودہ پندرہ روز واپس کے ملحوظ رکھ کر حرام کیا گیا نیز غلہ جات کے قافلے بھی انہی مہینوں میں آتے تھے اس لئے ان مہینوں کو حرام کیا گیا تاکہ لوگوں کے جان و مال لوٹ مار سے مامون رہیں۔ کما قال تعالیٰ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے شروع اسلام تک یہی حکم رہا، یہاں تک آیت سیف سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور ان مہینوں میں قتال کی اجازت دی گئی لیکن باوجود جہاد و قتال کی اجازت کے عظمت و حرمت اب بھی ان مہینوں کی باقی ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ ۔ یعنی چار مہینے حرام ہیں۔ ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو یعنی اللہ کی نافرمانی نہ کرو عطا فرماتے ہیں کہ ان مہینوں میں جہاد و قتال کے حرام ہونے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔

درر ض الانف صفحہ ۴۲

غنیمت اور قیدیوں کو حفاظت سے رکھو۔ اس پر عبداللہ بن جحش اور اُن کے رفقاء بہت نادم اور پشیمان ہوئے اِدھر مشرکین اور یہود نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب نے شہر حرام میں قتل و قتال کو حلال کر لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۔ [1]	آپ سے ماہِ حرام میں قتال کرنے کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ بیشک ماہ حرام میں قصداً قتال کرنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کے راستے کسی کو روکنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہلِ حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب سے جرموں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے اور کفر اور شرک کا فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ کافر

ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمھارے دین سے ہٹادیں اگر ان میں طاقت ہو۔

خلاصہ یہ کہ کسی اشتباہ اور التباس کی بناء پر نادانستہ طور پر شہر حرام میں قتل و قتال کا واقع ہو جانا کوئی بڑی چیز نہیں البتہ کفر و شرک کا فتنہ اور مسلمانوں کا مسجد حرام سے دیدہ و دانستہ روکنا ایک عظیم فتنہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد آپ نے خمس قبول فرمالیا اور باقی مالِ غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقاء اس آیت کو سن کر خوش ہو گئے اب اس کے بعد عبداللہ بن جحش اور اُن کے رفقاء کو اجر اور ثواب کی طمع دامنگیر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس غزوہ پر کچھ اجر کی بھی اُمید رکھ سکتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [2] تحقیق جو لوگ ایمان

---

[1] سورۃ البقرۃ، آیۃ : ۲۱۷ [2] ایضاً، آیۃ : ۲۱۸

لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ایسے لوگ بلاشبہ اللہ کی رحمت کی اُمید کر سکتے اور کیوں نہیں اللہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ اسلام میں پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن حضرمی پہلا مقتول تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

قریش نے عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے ساتھی سعد اور عتبہ واپس نہ آجائیں اس وقت تک میں تمہارے قیدیوں کو نہ چھوڑوں گا۔ اس لیے کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم ان کو قتل نہ کردو، اگر تم میرے ساتھیوں کو قتل کروگے تو میں بھی تمہارے آدمیوں کو قتل کروں گا۔

اس کے چند دن بعد سعد اور عتبہ واپس آگئے آپ نے فدیہ لے کر عثمان اور حکم کو چھوڑ دیا۔ عثمان تو رہا ہوتے ہی مکہ واپس ہو گیا اور مکہ ہی میں جاکر کافر مرا۔ اور حکم ابن کیسان مسلمان ہو گئے اور مدینہ ہی میں رہے یہاں تک غزوۂ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔ [۱]

اور اسی بارے میں عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

تَعُدُّوْنَ قَتْلًا فِی الْحَرَامِ عَظِیْمَۃً　وَاَعْظَمُ مِنْہُ لَوْ یَرَی الرُّشْدَ رَاشِدُ

صدودُکُمْ عَمَّا یقول مُحَمَّدٌ　وَکُفْرٌ بِہٖ وَاللّٰہُ رَاءٍ وَشَاھِدُ

تم لوگ شہر حرام یعنی رجب کے مہینہ میں قتل وقتال کو بڑی شی خیال کرتے ہو حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں اس سے روکنا اور ان کے ساتھ کفر کرنا اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش کوئی سمجھ دار ذرا خیال کرے اور اللہ خوب دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔

واِخراجکم من مسجد اللّٰہ اَھْلَہٗ　لِئَلَّا یُرٰی فِی الْبَیْتِ لِلّٰہِ سَاجِدٌ

اور تمہارا اللہ کے گھر سے اللہ والوں کو نکالنا تاکہ اللہ کا سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے یہ بھی شہر حرام میں قتال کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

فانا وان عیّرتمونا بقتلہ　وَاَرْجَفَ بِالْاِسلام باغٍ وحاسدٌ

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۷۔ زرقانی: ج: ۱۔ ص: ۳۹۰

سَقَیْنَا مِنِ ابْنِ الحضرمی رِمَاحَنَا ... بِنَخْلَةَ لَمَّا اوقد الحربَ وَاقِدُ

دما و ابن عبد الله عثمان بیننا ... ینازعه غُلٌّ من القید عَانِدُ

تم اگرچہ ہم کو اس قتل پر عار دلاؤ اور حاسد لوگ اسلام کے متعلق کتنی ہی جھوٹی خبریں اڑائیں لیکن ہم کو پرواہ نہیں بے شک ہم نے عمرو بن الحضرمی کے خون سے مقام نخلہ میں اپنے نیزوں کو سیراب کیا جبکہ واقد بن عبد اللہ نے لڑائی کی آگ بھڑکائی اور عثمان بن عبد اللہ ہمارے مابین اسیر تھا جس کو طوق و سلاسل اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ والعاند المائل یعنی یمیل فیمیلہ و یجذبہ[۱]

(سیرۃ ابن ہشام ص ۹ ج ۲ و حسن الصحابہ ص ۳۰۳ ج ۱)

غزوۂ بدرِ کبریٰ

عظمیٰ ثانیہ

رمضان المبارک سنہ ۲ھ

یہ غزوہ غزواتِ اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور سلسلہ کفر اور شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتدا بھی اسی غزوہ سے ہوئی۔

اور اللہ جل جلالہ کی رحمت سے اسلام کو بلا ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر و شرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کی ہڈی چور چور ہو گئی میدانِ بدر جس کا شاہدِ عدل اب تک موجود ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں یَوْمَ الْفُرْقَانِ فرمایا یعنی حق اور باطل میں فرق اور امتیاز کا دن بلکہ یہ مہینہ ہی فرقان تھا یعنی رمضان المبارک تھا جس میں حق جل و علا نے قرآن مجید اور فرقان حمید کو نازل فرما کر حق اور باطل ہدایت اور ضلالت کا فرق واضح فرمایا۔ اور پھر اسی مہینہ میں روزے فرض فرمائے

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام۔ ج : ۲ ، ص : ۹

[۲] بدر ایک گاؤں کا نام ہے کہ جو مدینہ منورہ سے چار منزل اور اٹھائیس فرسخ یعنی تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ہے بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ یا بدر بن الحارث کی طرف منسوب ہے، جہاں کا بانی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بدر ایک کنویں کا نام ہے کنویں ہی کے نام سے بستی مشہور ہو گئی۔ (زرقانی ص ۴۱۲ ج ۱)

تاکہ محبین و مخلصین۔ عاشقین ووالہین کا امتحان فرمائے کہ کون اس کا محب صادق ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس کی محبت میں سخت سے سخت گرمی میں شدائد کو برداشت کرتا ہے اور کون محب کاذب ہے۔ کہ اپنے پیٹ اور چٹوروں کا زرخرید غلام ہے۔ غرض یہ کہ یہ مہینہ ہی فرقان کا ہے کہ اس میں مختلف حیثیات اور متعدد جہات سے مخلص اور غیر مخلص کا فرق ظاہر اور نمایاں ہو جاتا ہے۔

آغازِ قصّہ

شروع رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان۔ قریش کے قافلۂ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔

آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروانِ تجارت ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے تم اس کی طرف خروج کرو۔ عجب نہیں کہ حق جل وعلا تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمائے۔

چونکہ جنگ و جدال اور قتل و قتال کا وہم و گمان بھی نہ تھا اس لئے بلا کسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو ہر راہ گیر اور مسافر سے آپ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا۔ تا آنکہ بعض مسافروں سے اس کو یہ خبر ملی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف خروج کا حکم دیا ہے۔ ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو اطلاع کر دے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ سے تعارض کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔[1]

---

[1] یہ روایت سیرۃ ابن ہشام میں اس سند کے ساتھ مذکور ہے قال ابن اسحٰق فحدثنی محمد مسلم الزہری وعاصم بن عمر بن قتادہ وعبداللہ بن ابی بکر ویزید بن رومان عن عروۃ بن الزبیر وغیرہم من علمائنا عن ابن عباسؓ الخ اس سند کے صحیح اور قوی بلکہ شرط بخاری اور مسلم پر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۱۲۔ وذلک ظاہر لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔
البدایۃ والنہایۃ ج: ۳، ص: ۲۵۶۔

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا فی غزوۃ تبوک غیر انی تخلفت عن غزوۃ بدر ولم یعاتب احد تخلف عنھا انما خرج رسول اللہ صلی اللہ یرید عیر قریش حتی جمع اللہ بینھم وبین عدوھم علی غیر میعاد صحیح بخاری باب قصۃ غزوۃ بدر

میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہوں مگر غزوہ تبوک غزوہ تبوک کے علاوہ غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا لیکن غزوہ بدر سے تخلف کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے حسب الاتفاق بلا کسی قصد کے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔

(نکتہ) کعب بن مالکؓ نے غزوہ تبوک اور غزوہ بدر کے تخلف کو علیحدہ علیحدہ حرف استثناء سے ذکر فرمایا۔ دونوں کو ایک حرف استثناء سے مستثنیٰ نہ کیا۔ اور اس طرح نہیں فرمایا الا فی غزوۃ تبوک و غزوۃ بدر بلکہ غزوہ تبوک کے استثناء کے لئے حرفِ اِلَّا اور غزوہ بدر کے لئے حرف غَیْر کا استعمال کیا۔ اور اس طرح فرمایا اَلَّا فی غزوۃ تبوک غیر انی تخلفت عن غزوۃ بدر اور دونوں کو ایک حرف استثناء کے ساتھ مستثنیٰ نہ کیا۔ کیونکہ دونوں تخلف ایک نوع اور ایک قسم کے نہ تھے۔ غزوہ تبوک کا تخلف مذموم تھا تبوک سے تخلف کرنے والوں پر بارگاہِ خداوندی سے عتاب نازل ہوا اور غزوہ بدر کا تخلف مذموم نہ تھا چنانچہ جو شخص غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوا اس پر کوئی عتاب نہیں اس لئے غزوہ بدر کے تخلف کو حرف غیر کے ساتھ ذکر فرمایا تاکہ غزوہ بدر کے تخلف کا غزوہ تبوک کے تخلف سے مغایر اور مباین ہونا معلوم ہو جائے۔ فافہم ذلک فانہ دقیق ولطیف [۵]

ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ وہی قافلہ تھا جس کے لئے آپ نے غزوہ ذی العشیرہ میں

۵۔ فتح الباری ج ۷، ص: ۲۲۴

دو سو مہاجرین کو ہمراہ لے کر خروج فرمایا تھا اب یہ قافلہ شام سے واپس آرہا تھا چونکہ آپ کا خروج فقط قافلہ کی غرض سے تھا اس لئے عجلت میں بہت تھوڑے آدمی آپ کے ہمراہ ہو سکے اور یہ سفر چونکہ جہاد و قتال کے لئے نہ تھا اس لئے نہ جانے والوں پر کسی قسم کا عتاب اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی گئی۔

روانگی: ۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا۔ اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ نوبت بنوبت سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہؓ اور علیؓ رسول اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے جب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پیادہ چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہ اور علیؓ عرض کرتے یارسول اللہ آپ سوار ہو جائیں ہم آپ کے بدلہ میں پیادہ پا چل لیں گے۔ آپ یہ ارشاد فرماتے تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور تم سے میں زیادہ خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔

بیر ابی عنبہ پر پہنچ کر (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے) تمام جماعت کا معاینہ فرمایا جو کم عمر تھے ان کو واپس فرمادیا، مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں اور دوسرا مصعب بن عمیرؓ اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

سلہ تین سو تیرہ کا قول مسند احمد و بزار اور معجم طبرانی میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اور چودہ کا قول معجم طبرانی میں ابوایوب انصاری سے اور پندرہ کا قول بیہقی میں باسناد حسن عبداللہ بن عمرو بن العاص سے منقول ہے۔ فتح الباری ج ۷ ص ۲۲۶ باب عدۃ اصحاب بدر۔

جب مقام صفرا کے قریب پہنچے تو بسبس بن عمرو جہنیؓ اور عدی بن ابی الزغباء جہنیؓ کو قافلۂ ابی سفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا۔[۱]

اور اُدھر ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ پہنچا کہ تمہارا قافلہ معرضِ خطر میں ہے دوڑو اور جلد از جلد اس کی خبر لو۔

اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں ہل چل پڑ گئی اس لئے کہ قریش میں کا کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو۔ اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا۔ اور ایک[۲] ہزار آدمی پورے ساز و سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ابو جہل سردار لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش و طرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں اور طبلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے روانہ ہوئے کما قال تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن	اے مسلمانو تم اُن کافروں کی طرح مت ہو جانا
دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ	جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اپنی قوت
[۳]	اور شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں۔

تقریباً تمام سرداران قریش شریک لشکر ہوئے صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جا سکا اور اپنے بجائے ابو جہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی اس لئے قرض کے دباؤ میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا۔[۴]

---

[۱] - الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج : ۲ ، ص : ۶ - [۲] کما رواہ مسلم ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس عن عمر وابن سعد عن ابن مسعودؓ اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن عائذ کی مغازی میں ہے کہ ساڑھے نو سو ۹۵۰ تھے اور دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں لڑنے والے تو ساڑھے نو سو تھے اور بقیہ پچاس خدمت گار وغیرہ تھے۔ ۱۲ زرقانی ج ۱ ص ۴۱۲

[۳] - الانفال ، آیۃ : ۴۷ - [۴] - الطبقات الکبریٰ ج : ۲ ، ص : ۷ -

اسی طرح۔ امیہ بن خلف نا خلف نے بھی اوّل اوّل بدر میں جانے سے انکار کیا لیکن ابوجہل کے جبر اور اصرار سے ساتھ ہولیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانۂ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔ امیہ جب بغرض تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ کے پاس اترتا اور سعد بن معاذ جب مکّہ جاتے تو امیہ کے پاس اترتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ عمرہ کرنے کے لئے مکّہ آئے اور حسب دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو کہ حرم لوگوں سے خالی ہو یعنی ہجوم نہ ہو۔ امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ کو لے کر نکلا۔ طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل سامنے سے آگیا اور یہ کہنے لگا اے ابو صفوان (یہ امیہ کی کنیت ہے) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے۔ امیہ نے کہا سعد ہے ابوجہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے، تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو، اے سعد خدا کی قسم اگر یہ ابوصفوان یعنی امیہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح وسالم واپس نہیں جا سکتے تھے۔ سعد نے بلند آواز سے کہا اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کردوں گا۔ امیہ نے سعد سے کہا کہ تم ابوالحکم (یعنی ابوجہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو۔ یہ اس وادی کا سردار ہے۔ سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ بس رہنے دے خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو حضور پرنور کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ امیہ نے کہا کہ کیا میں مکّہ میں مارا جاؤں گا۔ سعد نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا جائے گا۔ یہ سن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی اُم صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ ما یکذب محمد فکاد ان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے، اور قریب تھا کہ خوف وہراس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور پیخانہ خطا ہو جائے فتح الباری ج۷ ص۲۲۳ اور امیہ پر اس درجہ خوف وہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کرلیا کہ کبھی مکّہ سے باہر نہ نکلوں گا چنانچہ جب

ابوجہل نے لوگوں سے بدر کی طرف نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا اس کو اپنی جان کا ڈر تھا۔ ابوجہل، امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا۔ ابوجہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے۔ غرض ابوجہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ بالآخر یہ کہا کہ اے صفوان تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیز رو گھوڑا خرید دوں گا (تاکہ جہاں خطرہ محسوس کرو فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آجاؤ) امیہ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کردو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابوصفوان۔ تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا امیہ نے کہا میرا ارادہ تھوڑی دور تک جانے کا ہے پھر واپس آجاؤں گا بس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا۔ مگر قضا و قدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ بدر پہنچا اور میدان قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ (بخاری شریف غزوۂ بدر) غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا ابوجہل کی زبردستی سے ساتھ ہولیا ابوجہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ احلوا قومھم دار البوار جھنم یصلونھا وبئس القرار۔

قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ اور حضرات صحابہ کرام کی جان نثارانہ تقریریں

روحاء سے چل کر جب آپ مقام صفراء پر پہنچے تو بسبس رضی اللہ عنہ اور عدی رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی، اس وقت آپ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی خبر دی ابوبکر رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہوگئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا اور بسروچشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل وجان سے اطاعت کیلئے کمربستہ ہوگئے اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر[۱]

بعد ازاں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا،

امض لما امرك الله (تعالیٰ) فنحن معك والله لا نقول كما قالت بنو اسرائيل لموسى اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون ولكن اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون ۔	یا رسول اللہ جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔

یہ ابن اسحٰق کی روایت کے الفاظ ہیں[۲]۔ اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

ولكنا نقاتل عن يمينك وعن شمالك وبين يديك وخلفك ۔	ہم آپ کے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔

راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔ بخاری شریف ص۵۶۴، غزوہ بدر

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے مقداد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

---

[۱] ۔ محمد بن اسحٰق کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد نے یہ تقریر مقام صفراء میں فرمائی اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن یہ تقریر کی فتح الباری ج۷ ص۲۴۲ لیکن دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں اوّل حضرت مقداد نے یہ تقریر صفراء میں آپ کے جواب میں کی اور بعد ازاں مختلف مقامات پر بطور استلذاذ یعنی لذت حاصل کرنے کے لئے ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے رہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [۲] نسائی ج ۱، ص : ۲۱۲ ۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ، ص : ۱۲

ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قافلہ ابی سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت عطا فرمائے۔ ہم نے عرض کیا بہتر ہے اور روانہ ہو گئے، جب ایک دو دن کا راستہ طے کر چکے تب آپ نے ہم کو مکہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد و قتال کے لئے تیار ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تأمل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور اظہار جان نثاری فرمایا کاش ہم سب ایسا ہی کہتے جیسا مقداد نے۔ (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی کاش ابتداءً ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کہا دل میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے چنانچہ مسند احمد میں باسناد حسن مروی ہے۔

قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نقول کما قالت بنو اسرائیل ولکن انطلق انت وربك فقاتلا انا معکم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب نے متفقہ طور پر یہ کہا۔ یارسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہ کہیں گے۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔

باوجود اس شافی اور کافی جواب کے آپ نے تیسری بار پھر بھی ارشاد فرمایا۔

اشیروا علیّ ایھا الناس اے لوگو مجھ کو مشورہ دو۔

سردار انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ نبی اکرم افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بلیغ اشارہ اور دقیق نکتہ کو سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا۔ یارسول اللہ شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں [1]

---

[1] چونکہ انصار نے آپ سے صرف بیعت عقبہ میں اس کا عہد کیا تھا کہ جو دشمن آپ پر حملہ آور ہو گا اس وقت ہم آپ کے حامی اور مددگار ہوں گے۔ مدینہ سے باہر جا کر آپ کی ساتھ جنگ کرنے کا وعدہ نہ تھا۔ اس لئے آپ بار بار انصار کی طرف دیکھتے تھے سعد بن معاذ نے آپ کے اس اشارہ کو سمجھ کر جواب دیا اور خوب جواب دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ آمین ۱۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶۳۔ ۲۶۴ و عیون الاثر ج ۱ ص ۲۴۷

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر

اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ قد آمنا بک وصدقناک وشہدنا ان ما جئت بہ ہو الحق واعطیناک علی ذالک عہودنا ومواثیقنا علی السمع والطاعۃ ولعلک یا رسول اللہ خرجت لامر فاحدث اللہ غیرہ فامض لما شئت۔ وصل حبال من شئت واقطع حبال من شئت وسالم من شئت وعاد من شئت وخذ من اموالنا ما شئت واعطنا ما شئت وما اخذت منا کان احب الینا مما ترکت وما امرت بہ من امرنا فامرنا تبع لامرک لئن سرت حتی تاتی برک الغماد لنسیرن معک فوالذی بعثک بالحق لو استعرضت بنا ہذا

یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت اور جان نثاری کے بارے میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔ یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی جو منشا ر مبارک ہو اس پر چلیے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں۔ دشمنی کریں ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا[1] فرمائیں اور مال کا جو حصہ آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور اگر آپ ہم کو برک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے

---

[1] اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارے اموال اصل میں آپ کی ملک ہیں۔ اگر ہمارے مال میں سے ہمارے لئے آپ کچھ چھوڑ دیں گے تو گویا وہ آپ کا عطیہ ہوگا۔ ۱۲ منہ عفا عنہ۔

البحر. لخضناہ و ما تخلف منا رجل واحد وما نکرہ ان نلقی عدونا انا لصبر عند الحرب صدق عند اللقاء ولعل اللہ یریك منا ما تقر بہ عینك فسر بنا. علی برکۃ اللہ (زرقانی ص۴۱۳ ج۱)

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے البتہ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھلائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلیے۔

تنبیہ: بعض روایات میں سعد بن معاذ کے بجائے سعد بن عبادہؓ کا ذکر آیا ہے مگر یہ صحیح نہیں، راوی کا وہم ہے اس لئے کہ سعد بن عبادہ بالاتفاق بدر میں حاضر نہیں ہوئے تفصیل کیلئے زرقانی کی مراجعت کی جائے۔ ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جوابات سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

اور مجھ کو تو قوم کفار کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ اور فلاں شخص فلاں جگہ پچھاڑا جائے گا۔

وقال تعالیٰ:

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ کافروں کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تم کو ملے گی اور تم یہ پسند کرتے ہو کہ غیر ذی

۱؎ - زرقانی ج : ۱، ص : ۴۱۲ -

اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمَاتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکَافِرِیْنَ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْکَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ [۱]

شوکت جماعت تم کو اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ حق کو اپنے آیات سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر طور پر واضح ہو جائے۔

عاتکہ بنت عبد المطلب کا خواب:

ادھر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صحابہ کو یہ خبر دی کہ مجھ کو قوم کی پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلائی گئیں اور اُدھر مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی عاتکہ بنت عبد المطلب نے ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح میں اُونٹ بٹھا کر باواز بلند یہ پکار رہا ہے۔

الا انفروا یا آل غُدَر لمصارعکم فی ثلاث ۰

اے اہل غدر اپنے مقتل اور پچھڑنے کی جگہ کی طرف تین دن میں نکل جاؤ۔

لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے، پھر وہ اپنا اونٹ لئے ہوئے مسجد حرام میں گیا اور پھر یہی آواز دی اس کے بعد جبل ابی قبیس پر چڑھا اور اوپر سے پتھر کی ایک چٹان پھینکی۔ جب وہ چٹان پہاڑ کے دامن میں پہنچی تو چور چور ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے یہ خواب اپنے بھائی حضرت عباس سے ذکر کیا اور کہا اے بھائی خدا کی قسم آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور اندیشہ ہے کہ تیری قوم پر کوئی بلا اور مصیبت آنے والی ہے۔ دیکھو اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرنا عباس گھر سے باہر نکلے اور اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اس خواب کا ذکر کیا اور یہ تاکید کی کہ اس خواب کا کسی اور سے ذکر نہ کرنا مگر ولید نے اپنے باپ

---

[۱] سورۂ انفال، آیۃ ۷،

[۲] چونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے غدر کیا تھا اس لئے عالم رؤیا میں ان کو آل غدر کہا گیا اور عجب نہیں کہ غدر سے شیطان مراد لیا گیا ہو اور چونکہ مشرکین شیطان کے تبع تھے اس لئے ان کو آل غدر کہا گیا ہو واللہ اعلم۔

عتبہ سے اس خواب کا لفظ بلفظ تذکرہ کر دیا اسی طرح بات تمام مکہ میں پھیل گئی۔ دوسرے تیسرے روز حضرت عباس مسجد حرام میں گئے تو دیکھا کہ ابوجہل ایک مجمع کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ابوجہل نے حضرت عباس کو دیکھتے ہی یہ کہا کہ اے ابوالفضل تمھارے مرد تو نبوت کے مدعی تھے ہی اب تمھاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے، ابوجہل نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا، اسی اثناء میں ضمضم غفاری۔ ابوسفیان کا پیام لے کر اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیراہن چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ پکارتا آرہا ہے کہ اے گروہ قریش اپنے کاروان کی خبر لو اور جلد از جلد ابوسفیان کے قافلہ کی مدد کو پہنچو۔

یہ خبر سنتے ہی قریش پورے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور بدر میں پہنچ کر خواب کی تعبیر بحالت بیداری آنکھوں سے دیکھ لی[1] وقال الہیثمی رواہ الطبرانی مرسلاً وفیہ ابن لہیعۃ وفیہ ضعف وحدیثہ حسن۔ مجمع الزوائد۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ ضمضم غفاری جب مکہ آیا تو قریش کو عاتکہ کے خواب سے ڈر پیدا ہو گیا[2]

ف ۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے اسلام میں اختلاف ہے ابن سعد فرماتے ہیں کہ عاتکہ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ۱۲۔ اصابہ[3] ترجمہ عاتکہ بنت عبدالمطلب۔

جُہَیم بن الصَّلت کا خواب:

غرض یہ کہ قریش پورے ساز و سامان کے ساتھ گاتے بجاتے روانہ ہوئے جب مقام جحفہ میں پہنچے تو جُہَیم بن صلت نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور ایک اونٹ اس کے ہمراہ ہے۔ وہ آکر کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہے۔ قتل ہوا عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم بن ہشام یعنی ابوجہل۔ اور امیہ بن خلف اور فلاں فلاں۔ بعد ازاں اس شخص نے اونٹ کے ایک برچھا مار کر لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر میں کا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جس پر اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے

[1] ۔ مستدرک للحاکم ج: ۳، ص: ۱۹، مجمع الزوائد ج: ۶، ص: ۱،
[2] ۔ البدایۃ والنہایۃ ج: ۳، ص: ۲۵۸
[3] ۔ الاصابہ، ج ۴، ص: ۳۵،۔

ہوں۔ ابوجہل کو جب اس خواب کی اطلاع ہوئی تو بہت برہم ہوا اور یہ کہا کہ یہ بنی المطلب میں دوسرا نبی پیدا ہوا ہے کل کو جب مقابلہ ہوگا تب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ میں ہم میں سے کون قتل ہوگا۔ ؎۱

بسبسؓ اور عدیؓ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کے جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جب مقام بدر پر پہنچے تو ایک ٹیلہ کے نیچے جہاں ایک پانی کا چشمہ تھا۔ اپنے اونٹوں کو بٹھلایا اتنے میں دو عورتیں دکھائی دیں جن میں سے ایک دوسری پر اپنے قرض کا تقاضہ کرتی تھی تو اس نے یہ کہا کہ کل یا پرسوں قریش کا قافلہ شام سے آنے والا ہے، اس وقت محنت و مزدوری سے جو کماؤں گی اس تیرا حق ادا کردوں گی۔

مجدی بن عمرو جہنی بھی پانی کے چشمہ پر موجود تھا اور یہ تمام گفتگو سن رہا تھا جب قرضدار عورت نے قرضخواہ عورت سے یہ کہا کہ کل یا پرسوں قریش کا قافلہ آنے والا ہے۔ اس وقت قافلہ کا کچھ کام کر کے تیرا حق ادا کردوں گی تو مجدی نے یہ کہا۔ سچ کہتی ہے اور یہ کہہ کر بیچ بچاؤ کرا دیا بسبسؓ اور عدیؓ یہ سنتے ہی اونٹ پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کی اطلاع دی۔

بسبسؓ اور عدیؓ کے چلے جانے کے بعد ابوسفیان۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی نقل و حرکت کی خبر لینے کی غرض سے اس مقام پر پہنچا اور مجدی بن عمرو سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی کو یہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔

مجدی نے کہا کسی کو نہیں دیکھا صرف دو سواروں کو دیکھا کہ اس ٹیلہ کے نیچے آکر اونٹ بٹھلائے اور پانی پلایا اور مشکیزہ پانی سے بھر کر چلدیئے ابوسفیان فوراً اس مقام پر پہنچا وہاں کچھ مینگنیاں پڑی تھیں ایک مینگنی کو اٹھا کر توڑا اس میں سے ایک گٹھلی برآمد ہوئی۔

ابوسفیان نے اس گٹھلی کو دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم۔ یثرب (مدینہ) کے کھجور کی گٹھلی ہے۔

؎۱۔ البدایہ والنہایۃ: ج: ۳، ص: ۲۶۵۔ عیون الاثر۔ ج ۱، ص: ۲۵۰

فوراً وہاں سے واپس ہوا اور قافلہ کا رُخ بدل دیا۔ اور ساحل کے راستہ سے قافلہ کو بچا کر صحیح سالم لے گیا اور قریش کو یہ پیام دے کر بھیجا۔ انکم انما خرجتم لتمنعوا عیرکم ورجالکم واموالکم وقد نجاھا اللہ فارجعوا۔ یعنی تم صرف اس لئے نکلے تھے کہ قافلہ کو اور اپنے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچالو اللہ نے سب کو بچالیا۔ لہٰذا تم سب مکّہ واپس ہو جاؤ۔

ابو جہل نے کہا جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر اور گا بجا کر خوب مزے نہ اڑالیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

اخنس بن شریق سردار بنی زہرہ نے کہا کہ اے بنی زہرہ۔ تم فقط اپنے اموال کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ سو اللہ نے تمھارے اموال بچالئے اب ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں بے وجہ ہم کو ہلاکت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ یہ شخص (ابوجہل) کہتا ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ قبیلہ بنی زہرہ کے تمام لوگ اپنے سردار اخنس بن شریق کے کہنے سے واپس ہو گئے اور بنی زہرہ میں سے کوئی شخص بھی بدر میں شریک نہیں ہوا اور دیگر بعض نے بھی یہی کہا کہ جب ہمارا قافلہ صحیح سالم بچ گیا تو اب جنگ کی کیا ضرورت رہی۔ مگر ابو جہل نے ایک نہ سُنی اور بدر کی طرف روانہ ہوا۔[۵۱]

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے بدر پہ پہنچ گئے۔ مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کرلیا اور مناسب موقعوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی۔ ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا ریت میں پیر دھنس دھنس جاتے تھے۔ حق جل وعلا نے باران رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جم گیا اور پانی جمع کرنے کیلئے مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تاکہ پانی وضو اور غسل کے کام آسکے سورہ انفال میں حق تعالےٰ شانہ اس احسان کو ذکر فرمایا ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً	اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا
لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ	تاکہ تم کو پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی دور

[۵۱] سیرۃ ابن ہشام ج : ۲ ، ص : ۱۴ ۔ البدایۃ والنہایۃ ۔ ج : ۳ ۔ ص : ۲۶۶

رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ کردے اور تاکہ تمھارے دلوں کو مضبوط کردے
وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۔ اور تمھارے قدموں کو جمادے ۔ [۱]

یہ پانی اگرچہ مسلمانوں نے اپنی ضرورت کے لئے جمع کیا تھا مگر نبی اکرم رحمت عالم۔ رافت مجسم نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اس سے پینے کی اجازت دی۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص اور چند صحابہ کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا اتفاق سے ان کو دو غلام ہاتھ آگئے ان کو پکڑ لائے اور دریافت کرنا شروع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے ان غلاموں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا کچھ یقین نہ آیا اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کا کچھ حال بتلائیں جب ان پر کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ کہا تو تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا، خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں) آپ نے فرمایا کہ قریش کہاں ہیں ان غلاموں نے کہا واللہ اس متقنقس ٹیلہ کے پیچھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے لوگ ہیں۔ جواب دیا کہ بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے، غلاموں نے کہا ہم کو ان کی شمار اور تعداد معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ نے فرمایا ہزار اور نوسو۹ کے درمیان ہیں۔

بعد ازاں آپ نے دریافت کیا کہ سرداران قریش میں سے کون کون ہیں۔ انھوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ابوالبختری بن ہشام اور حکیم بن حزام اور نوفل بن خویلد اور حارث بن عامر اور طعیمہ بن عدی اور نضر بن الحارث اور زمعہ بن اسود اور ابوجہل بن ہشام اور

---

[۱] ۔ سورۂ انفال، آیۃ : ۱۱

امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج اور سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔ یہ سُن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ نے قریش کا حال معلوم کیا۔

جنگ کی تیاری

جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کی تیاری کی اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا

ان سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قال یا نبی اللہ الا نبنی لک عریشا تکون فیہ ونعد عندک رکائبک ثم نلقی عدونا فان اعزنا اللہ واظہرنا کان ذٰلک ما احببنا وان کانت الاخری جلست علی رکائبک فلحقت بمن ورائنا من قومنا فقد تخلف عنک اقوام یا نبی اللہ ما نحن باشد لک حبا منہم ولو ظنوا انک تلقی حربا ما تخلفوا عنک یمنعک اللہ بہم یناصحون ویجاھدون معک فاثنی علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

سعد بن معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ کے لئے ایک چھپر نہ بنادیں جس میں آپ تشریف رکھیں اور سواریاں آپ کے قریب تیار رکھیں پھر ہم دشمن سے جاکر مقابلہ کریں۔ بس اگر اللہ نے ہم کو عزت دی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو ہماری عین تمنا ہے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت پیش آئی تو آپ سواری پر ہوکر ہماری قوم کے باقی ماندہ لوگوں سے جا ملیں قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، اے پیغمبر خدا ہم ان سے زیادہ[1] آپ کے محب نہیں۔ اگر ان کو کسی درجہ سے اس میں بھی یہ گمان ہوتا کہ آپ کو جنگ کا سامنا ہوگا۔ تو ہرگز پیچھے نہ رہتے شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی

[1] ۔ یہ انتہائی اخلاص ہے کہ باوجود انتہا درجہ کے محب اور جان نثار ہونے کے نہ زبان سے اور نہ قلب سے اس محبت کا کوئی دعویٰ ہے۔ محب مخلص وہی ہے۔ جس کی اپنے اخلاص پر بھی نظر نہ ہو۔ ۱۲ منہ عفا عنہ

و سلم خیرا ودعا له بخیر ثم بنی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عریش فکان فیہ۔

حفاظت فرماتا اور وہ نہایت اخلاص اور خیر خواہی سے آپ کے ساتھ جہاد کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی بعد ازاں آپ کے لئے ایک چھپر بنایا گیا آپ اس میں رہے

یہ چھپر ایک ایسے بلند ٹیلہ پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔

حضرت انسؓ[۵] حضرت عمرؓ سے راوی ہیں کہ جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم ہونیوالا تھا، اس شب میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہم کو میدان کارزار کی طرف لے کر چلے تاکہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں چنانچہ آپ اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے ہذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ یہ ہے فلاں کی قتل گاہ صبح کو انشاء اللہ اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کو تبلاتے رہے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا کسی ایک نے بھی اس جگہ سے سرمو تجاوز نہ کیا جہاں آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ (رواہ مسلم)

باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر[۶]

بعد ازاں آپ اور آپ کے یارِ غار رفیق جان نثار صدیق المہاجرین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عریش (چھپر)[۷] میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور صدیق الانصار سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھپر کے دروازہ پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے[۸]

۵۔ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت انس سے پوچھا کیا آپ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے، آپ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا اور حضرت انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے آپ کے ہمراہ گئے تھے۔ صغیر السن ہونے کی وجہ سے قتال میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت دس گیارہ سال کی تھی اسی وجہ سے آپ کا بدریین میں شمار نہیں کیا گیا۔ زرقانی ج۱ ص۴۲۴ ۷۔ یہ چھپر کھجور کی شاخوں کا تھا۔ ۱۲ طبقات ابن سعد

۶۔ زرقانی۔ ج۔۱، ص: ۴۱۴، ۴۱۰، ۸۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ، ص: ۹

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بدر کی شب میں کوئی شخص ہم سے ایسا نہ تھا جو سو نہ رہا ہو سوائے آپ کی ذات بابرکات علیہ الف الف صلوات والف والف تحیات کہ تمام شب نماز اور دعا گریہ وزاری میں گزاری۔ اسی طرح صبح کردی (رواہ الطبرانی وابن جریر وابن خزیمۃ وغیرہم)

طلوع فجر ہوتے ہی آپ نے یہ آواز دی الصلاۃ عباد اللہ اے اللہ کے بندوں نماز کا وقت آگیا۔ آواز کا سننا تھا کہ سب جمع ہوگئے۔ آپ نے ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہو کر سب کو نماز پڑھائی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کی ترغیب دی (رواہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابن جریر وصححہ، منتخب کنز العمال صفحہ ۹۰ ج ۴)

بعدازاں آپ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا ادھر کفار کی صفیں تیار تھیں ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے کہ ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدانِ فرقان[1] کی طرف بڑھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدانِ کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بارگاہِ ایزدی میں یہ عرض کیا، اے اللہ۔

اللھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلائھا وفخرھا تحادلک وتکذب رسولک اللھم فنصرک الذی وعدتنی اللھم احنھم الغداۃ -	یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اور اے اللہ ان کو ہلاک کر،

سیرۃ ابن ہشام فتح الباری، باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم الی قولہ شدید العقاب

بعدازاں آپ نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا۔ ترتیب اور صف آرائی کے وقت دست

---

[1] حق تعالیٰ شانہ نے یوم بدر کو یوم الفرقان فرمایا ہے یعنی حق اور باطل میں فرق اور فیصلہ کا دن اسی مناسبت سے اس ناچیز نے اس میدان کو میدانِ فرقان سے تعبیر کیا ہے کہ اسی میدان میں اور باطل، نور اور ظلمت کا فرق نمایاں ہوا۔ ۱۲

مبارک میں ایک تیر تھا صف میں سے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ ذرا آگے کو نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے بطور تلطف سواد بن غزیہ کے پیٹ پر تیر کا ایک ہلکا سا کوچہ دے کر فرمایا استو یا سواد۔ اے سواد سیدھا ہو جا۔

سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یارسول اللہ اوجعتنی وقد	یارسول آپ نے مجھ کو دردمند کیا اور تحقیق اللہ نے
بعثك الله بالحق والعدل	آپ کو حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے میرا بدلہ
فَاَقِدْنی.	دیدیجئے۔

آپ نے شکم مبارک پیراہن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو۔

سواد رضی اللہ عنہ نے شکم مبارک کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ آخری ملاقات ہو آپ مسرور ہوئے اور سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اصابہ، ترجمہ سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ عنہ[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ اسلام کو مرتب اور اس کی صفوف کو صفوف ملائکہ کی طرح درست اور ہموار فرما کر عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ عریش میں داخل ہوئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عریش کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَسُمِّيتَ صِدِّيقًا وَكُلُّ مهاجر	سِوَاكَ يُسَمَّى باسمه غَيْرَ منكرِ
آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔ اور ہر مہاجر	آپ کے سوا دوسرے نام سے پکارا جاتا ہے
سَبَقْتَ اِلی الاسلامِ وَاللهُ شَاهِدٌ	وَكُنْتَ جَلِيْسًا بِالعريش المشهرَ
آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اور اللہ گواہ ہے۔	اور چھپر میں آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین تھے

---

[۱] الاصابہ ج: ۲، ص: ۹۵ – سیرۃ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۱۴۱ –

وبالغار اذ سُمّیتَ بالغار صاحبا　　وکنت رَفیقا للنبی المطھر

اور مل بذا غار میں بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اسی وجہ سے آپ کو یار غار کہا جاتا ہے۔

(استیعاب لابن عبدالبر، ترجمہ ابی بکرؓ)

قریش جب مطمئن ہوئے تو آغاز جنگ سے پہلے۔ عُمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ لینے کے لیے بھیجا۔ عُمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے اِرد گرد پھر کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کم و بیش تین سو آدمی ہیں لیکن مجھ کو ذرا مہلت دو کہ یہ دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے اور جماعت تو کہیں کمین گاہ میں چھپی ہوئی نہیں۔ چنانچہ عُمیر گھوڑے پر سوار ہو کر دُور دور ایک چکّر لگا کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کوئی کمین اور مدد نہیں لیکن اے گروہ قریش میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں اس قوم کا سوائے ان کی تلواروں کے کوئی پناہ اور سہارا نہیں، خدا کی قسم میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے جب تک اپنے مقابل کو نہ مارے گا اس وقت تک ہرگز نہ مارا جائے گا۔ پس اگر ہمارے آدمی بھی انھیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف ہی کیا رہا۔ سوچ کر کوئی رائے قائم کر لو۔

حکیم بن حزام نے کہا بالکل درست ہے اور اٹھ کر عتبہ کے پاس گیا اور کہا اے ابوالولید آپ قریش کے سردار اور بڑے ہیں کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے عتبہ نے کہا۔ کیا ہے حکیم نے کہا کہ لوگوں کو لوٹائے چلو۔ اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عتبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور دیت کا ذمہ دار ہوں لیکن ابوجہل سے بھی مشورہ کر لو اور کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

میدانِ کارزار میں عتبہ کی تقریر

اے گروہ قریش واللہ تم کو محمد (صلے علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ سب تمہارے قرابت دار ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے باپ اور بھائی بنی الاعمام اور

بنی الاخوال کے تالوں کو دیکھتے رہو گے۔ محمد اور عرب کو چھوڑ دو، اگر عرب نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کر دیا تو تمھاری مراد پوری ہوئی اور اگر اللہ نے ان کو غلبہ دیا تو وہ بھی تمھارے لئے باعث عزت وشرف ہوگا کیونکہ وہ تمھاری ہی قوم کے ہیں ان کا غلبہ تمھارا غلبہ ہے) دیکھو میری نصیحت کو رد مت کرو اور مجھکو سفیہ اور ناداں نہ بناؤ۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس آیا۔ ابوجہل اس وقت زرہ پہن کر ہتھیار سج رہا تھا میں نے کہا عتبہ نے مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔

ابوجہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور یہ کہا کہ عتبہ اس لئے بھی لڑائی سے جان چراتا ہے کہ اس کا بیٹا ابوحذیفہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مابین فیصلہ نہ کر دے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر یہ کہا کہ یہ تیرا حلیف، عتبہ لوگوں کو لوٹا کر لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے، عامر نے سنتے ہی واعمراہ واعمراہ ہائے عمرو ہائے عمرو کا نعرہ لگانا شروع کیا جس سے تمام فوج میں جوش پھیل گیا۔ اور سب لڑائی کے لئے تیار ہو گئے[1]

(فائدہ) ابوجہل۔ علاء بن حضرمی کے خون کا ذکر۔ لوگوں کو محض جوش دلانے کیلئے کرتا تھا اصل مقصد جس کے لئے قریش مکہ سے نکلے تھے وہ کاروان تجارت کی حفاظت تھی جب وہ بچ نکلا تو لوگ جنگ کے لئے آمادہ نہ تھے اور قدم قدم پر واپسی کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا، لہذا کسی علامہ کا یہ گمان کرنا کہ قریش محض علاء بن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے تھے بالکل غلط ہے، تمام روایات کے خلاف ہے۔

آغاز جنگ

ابوجہل کی طعن آمیز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عتبہ بھی ہتھیار سج کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور گردہ

---

[1] زرقانی ج: ۱، ص: ۴۱۶ - سیرۃ ابن ہشام - ج: ۲، ص: ۱۶۱

مشرکین میں سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا۔ اور للکار کر اپنا مُبارِز اور مقابل طلب کیا۔

لشکر اسلام میں سے تین شخص مقابلہ کے لئے نکلے۔ عوف اور معوذ پسران حارث[1] اور عبداللہ بن رواحہ۔

عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ ان لوگوں نے کہا رہط من الانصار یعنی ہم گروہِ انصار سے ہیں۔ عتبہ نے کہا مالنا بکم من حاجۃ یعنی ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں، اور شخص نے للکار کر یہ آواز دی۔

یا محمد اَخرِج اِلینا اکفاءنا مِنْ قَومِنَا۔ اے محمد۔ ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا کہ صف قتال کی طرف واپس آجائیں اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدۃ بن الحارث کو نام بنام مقابلہ کے لئے نکلنے کا ارشاد فرمایا۔

حسب الارشاد یہ تینوں مقابلہ کے لئے نکلے۔ چہروں پر چونکہ نقاب تھے اس لئے عتبہ نے دریافت کیا تم کون ہو عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں علی نے کہا میں علی ہوں عتبہ نے کہا:

نعم اکفاء کرام۔ ہاں تم ہمارے جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

---

[1] عوف اور معوذ کے باپ کا نام حارث ہے اور ماں کا نام عفراء ہے۔ عفراء بھی صحابیہ ہیں۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں عفراءؓ میں ایک خاص خصوصیت ہے جو کسی اور صحابیہ میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ کہ عفراء نے اول نکاح حارث سے کیا حارث سے تین بیٹے ہوئے عوف اور معوذ اور معاذ۔ حارث کے بعد بکیر بن یالیل سے نکاح کیا جس سے چار لڑکے ہوئے، ایاسؓ اور عاقلؓ اور خالدؓ اور عامرؓ۔

اور یہ ساتوں بیٹے تین پہلے شوہر کے اور چار دوسرے شوہر کے سب کل کے کل غزوہ بدر میں شریک ہے۔ ایسی صحابیہ جس کے ساتوں لڑکے بدر میں شریک ہوئے ہوں صرف عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہم ۱۲۔ زرقانی ج۱ ص۴۱۶

قوموا یابنی ہاشم بحقکم الذی بعث اللہ بہ بنیکم اذ جاؤا بباطلھم لیطفؤا نور اللہ۔

اے بنی ہاشم اٹھو اس حق کے ساتھ جس کو اللہ نے تمھارے نبی کو دے کر بھیجا ہے یہ باطل کو لے کر اللہ کا نور بجھانے آئے ہیں۔

ذکر قتل عتبہ و شیبہ و ولید

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ عبیدہؓ[1] عتبہ کے مقابلہ میں نکلے اور حمزہؓ شیبہ کے اور علیؓ ولید کے مقابل ہوئے۔

حضرت علی اور حضرت حمزہ نے تو اپنے اپنے مقابل کا ایک ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ عبیدہؓ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بالآخر عتبہ نے حضرت عبیدہؓ پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے حضرت عبیدہؓ کا پیر کٹ گئے حضرت علی اور حمزہ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہؓ کی امداد کو آ پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کیا۔ اور عبیدہ کو اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے آئے، عبیدہ کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا۔ عبیدہ نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ کیا میں شہید ہوں آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر عبیدہ نے کہا کاش اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو یقین کرتے کہ ان کے اس شعر کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ وَنَذْھَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کر سکتے ہیں کہ جب ہم سب اُن سے پہلے قتل کر دیئے جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیبیوں سے بے خبر ہو جائیں اور اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

فَاِنْ یَقْطَعُوْا رِجْلِیْ فَاِنِّیْ مُسْلِمٌ اُرَجِّیْ بِہٖ عَیْشًا مِنَ اللہِ عَالِیًا

---

[1] یہ محمد بن اسحق کی روایت ہے کہ عبیدہ عتبہ کے اور حمزہ شیبہ کے مقابل ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اس کے برعکس ہے کہ عبیدہؓ شیبہ کے اور حمزہؓ عتبہ کے مقابل ہوئے۔ سیر کی کل روایات اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی ولید کے مقابل لیکن ابوداؤد کی ایک صحیح الاسناد روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی شیبہ کے مقابل تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم والتفصیل فی باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح الباری باب قتل ابی جہل ج ۷ ص ۲۲۱ و زرقانی ج ۱ ص ۴۱۷

اگر کافروں نے میرا پیر کاٹ دیا تو کوئی مضائقہ نہیں اس کے صلہ میں عزّ و جل سے بہت ہی بلند عیش کا امیدوار ہوں یعنی پیر قطع ہو جانے سے یہ حیات فانیہ قطع ہو گی۔ مگر اس کے بدلہ میں ایسی حیات ملے گی جو کبھی منقطع نہ ہو گی۔

وَاَلْبَسَنِی الرَّحْمٰنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّهٖ لِبَاسا من الاسلام غطّی المساویا

اور کیوں نا امید کروں خداوند مہربان ہی نے محض اپنی مہربانی سے مجھکو اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس جسم پر اسلام اور تقویٰ کا لباس نہ ہو تو وہ عریاں اور برہنہ ہے۔ عالم شہادت والے اگر اپنی عریانی کا احساس نہ کر سکیں لیکن عالم غیب کے رہنے والے اس برہنگی کو ضرور محسوس کرتے ہوں گے۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ جب حضرت لبیدؓ مشرف باسلام ہوئے تو یہ شعر کہا: ؎

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِذْ لَمْ يَاتِنِي اَجَلِي حَتّٰی اَكْتَسَيْتُ مِنَ الْاِسْلَامِ سِرْبَالًا

یہ شعر بھی اسی کا مؤید ہے اگر اندیشۂ طوالت نہ ہوتا۔ تو کتاب و سنّت سے کچھ اور شواہد ذکر کرتا حضرات اہل علم ادنیٰ توجہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔

فائدہ: عتبہ اور شیبہ۔ اصل میں جنگ سے اس لئے جان چراتے تھے کہ اوّل تو عاتکہ اور پھر جہیم بن صلت کے خواب کی وجہ سے پریشان تھے اور پھر یہ کہ مکّہ سے چلتے وقت یہ ماجرا پیش آیا کہ عدّاس رضی اللہ عنہ نے (جو عتبہ اور شیبہ کے غلام تھے اور نصرانیت سے تائب ہو کر طائف کی واپسی میں حضور کے دست مبارک پر مشرف ہو چکے تھے) جب عتبہ اور شیبہ بدر کے لئے روانہ ہونے لگے تو جاتے وقت عدّاس نے عتبہ اور شیبہ کے پیر پکڑے اور یہ کہا:

---

۵ ۔ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ نے یہ حالت دیکھی تو عبیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت لے کر آئے عبیدہؓ نے اپنا رخسار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر رکھ کر یہ کہا کہ یا رسول اللہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے اور ہم کو دیکھتے تو وہ جان لیتے کہ ہم اللہ سے زیادہ اس شعر کے مستحق ہیں اس کے بعد وفات پائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشهد انک شهید میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔ رواہ الشافعی (البدایۃ والنہایۃ ج۳ ص۲۷۴)

بابی وامی انتما واللّٰہ انہ لرسول اللّٰہ وماتساقان الا الی مصارعکما۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں خدا کی قسم وہ یعنی محمد بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نہیں ہانکے جارہے ہو تم مگر اپنے اپنے مقتل (قتل گاہ)

کی طرف اور رو پڑے۔ عاص بن شیبہ نے حضرت عداس کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے کا سبب دریافت کیا تو عداس نے کہا کہ میں اپنے ان آقاؤں کی وجہ سے روتا ہوں کہ دونوں اللہ کے رسول سے قتال اور جنگ کے لئے جارہے ہیں، عاص نے کہا کیا واقعی وہ اللہ کے رسول ہیں۔ عداس کانپ اٹھے اور یہ کہا:

ای واللّٰہ انہ لرسول اللّٰہ الی الناس کافۃ۔ ہاں خدا کی قسم تحقیق وہ اللہ کے رسول ہیں، جو تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (اصابہ ترجمہ عداسؓ)

عداس کا یہ کلام عتبہ اور شیبہ کے دل میں اتر چکا تھا کہ یہ سب لوگ مارے جائیں گے۔ اس لئے عتبہ اور شیبہ جنگ سے جان چراتے تھے، فقط ابو جہل کے طعن کی وجہ سے عتبہ اور شیبہ نے سبقت کی۔ ابو جہل بار بار عتبہ اور شیبہ کو بزدلی اور نامردی کا طعنہ دیتا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے یہ دونوں جنگ کی طرف بڑھے تاکہ اپنے سے بزدلی اور نامردی کے طعنہ کو دور کریں ابو اسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن یہ ارشاد فرمایا، اپنے تیروں کو وقت کے لئے بچا رکھنا۔ جب کافر تم پر ہجوم کردیں اور قریب آجائیں اس وقت تیر مارنا۔ (بخاری شریف غزوۂ بدر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ خداوندی میں دعا فتح

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدان کارزار گرم ہوگیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوف کو ہموار کیا۔ اور پھر ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لیے ہوئے عریش (چھپر)

میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذؓ تلوار لے کر چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے حضور پُرنور نے جب اپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سروسامانی کو اور اعداء کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں مشغول ہو گئے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

اللّٰھُمَّ انی انشدك عھدك ووعدك اللھم ان شئت لم تعبد۔	اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدہ کی وفا کی درخواست کرتا ہوں اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری پرستش نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خشوع و خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہ خداوندی میں کبھی سربسجود تضرع وابتہال فرماتے اور کبھی سائلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح و نصرت کی دعا مانگتے تھے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ دوش مبارک سے رداء گر گر پڑتی تھی۔

حضرت علیؓ راوی ہیں کہ میں نے بدر کے دن کچھ قتال کیا اور آپ کی طرف آیا دیکھا کہ آپ سربسجود ہیں اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہتے جاتے ہیں میں لوٹ گیا اور قتال میں مصروف ہو گیا اور کچھ دیر بعد پھر آپ کی طرف آیا پھر اسی حال میں پایا۔ تین مرتبہ اسی حال میں پایا چوتھی بار اللہ نے آپ کو فتح دی۔ (رواہ النسائی والحاکم فتح الباری۔ باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم) صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بدر کا دن ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین مکہ ایک ہزار ہیں اور آپ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ ہیں تو آپ عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے اور مستقبل قبلہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وعدتنی اَللّٰھم ان تھلك ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض	اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما۔ اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہو گی۔

اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ اُمت آخری اُمت ہے اگر خدانخواستہ آپ اور آپ کے صحابہ ہلاک ہو گئے تو پھر زمین پر کوئی اللہ کی عبادت کرنے والا نہ رہے گا، نیز اس دُعا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتح و نصرت کی دعا فقط مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے نہ تھی بلکہ اس لئے کہ زمین پر اللہ جل جلالہ کی عبادت اور بندگی باقی رہے ایسا نہ ہو کہ زمین اللہ کی عبادت سے خالی رہ جائے۔

دیر تک ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دُعا فرماتے رہے کہ اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آکر آپ کی کمر سے چمٹ گئے، یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور عرض کیا،

حَسْبُكَ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ — بس کافی ہے تحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح آہ و زاری کی۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حق جل و علا کی عظمت و جلال اور شان استغناء و بے نیازی پر تھی کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وقال تعالیٰ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اس لئے چشمہائے مبارک سے گریہ و زاری کے چشمے جاری اور رواں تھے لیکن ابوبکر کو آپ کی اس بیتابانہ اور مضطربانہ الحاح و زاری سے یقین آگیا کہ آپ کی دُعا مستجاب اور مقبول ہوئی، کما قال تعالیٰ

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ [1] — آیا وہ ذات کہ جو مضطر اور بیقرار کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے۔

---

[1] ۔ سورۃ النمل ، آیۃ : ۶۲ ۔

غرض یہ کہ صدیق اکبر مقام رجا میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں تھے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: شبہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے فتح اور نصرت کا وعدہ تھا تو حضور پرنور کیوں اس درجہ مضطرب تھے۔

جواب: یہ ہے کہ حق جل شانہ کی طرف سے حق کی فتح و نصرت کا وعدہ مجمل تھا کوئی زمان و مکان اور کوئی واقعہ اور محل معین نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حق جل وعلا کی شان بے نیازی پر تھی کہ وہ مالک مطلق ہے جو چاہے سو کرے۔ مقام ربوبیت کا ادب یہی ہے کہ باوجود وعدہ برحق کے اُس سے ڈرتا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ کوئی شئی کسی حال میں اس پر واجب نہیں بندہ کا کام مانگنے کا ہے وہ جو کچھ عطا فرمائے وہ اس کا فضل اور انعام ہے اور اگر وعدۂ نصرت کا وقت معین بھی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اس وعدہ کا وقوع اور تحقیق ایسے مخفی اسباب و شرائط پر معلق ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر اپنے پیغمبروں کو بھی آگاہ نہ کیا ہو کما قال تعالیٰ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ط اللہ تعالیٰ پر یہ امر واجب نہیں کہ کسی واقعہ اور کسی وعدہ کے اسباب و شروط سے انبیاء کرام کو آگاہ کرے بسا اوقات حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ اصل حقیقت سربستہ رہے تاکہ بندہ کی نظر سے اللہ کی عظمت اور ہیبت اور شان لاابالی اوجھل نہ ہو جائے۔

اس لئے حضرات انبیاء کرام کا اس طرح کی والہانہ اور مضطربانہ دعا مانگنا۔ اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کو وعدۂ خداوندی پر وثوق نہیں ہوتا بلکہ خداوند ذوالجلال کی لاابالی کا خوف ان پر غالب ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مدارج النبوۃ)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کفاك مناشدتك ربك فانه — بس اللہ سے آپ کا یہ سوال کافی ہے تحقیق وہ

سینجز لك ما وعدك ۔ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔

اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ. وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ؏ [1]	یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے پس اللہ نے تمھاری دعا قبول کی کہ میں تمھاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو پیچھے بعد دیگرے آنے والے ہوں گے اور نہیں بنایا اللہ نے اس امداد کو مگر محض تمھاری بشارت اور خوشخبری کے لیے اور اس لیے کہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں اور حقیقت میں مدد نہیں مگر اللہ کی جانب سے بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے ، آپ اس وقت عریش (چھپڑ) سے باہر تشریف لائے اور زبان مبارک پر یہ آیت تھی ۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ [2]	عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ دعا مانگتے مانگتے آپ پر نیند طاری ہو گئی، تھوڑی دیر بعد آپ بیدار ہوئے اور ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

ابشر یا ابابکر اتاك نصر الله هذا جبريل آخذ بعنان فرسه يقوده على ثناياه الغبار ۝ [3]	اے ابوبکر تجھکو بشارت ہو۔ تیرے پاس اللہ کی مدد آگئی۔ یہ جبرئیل امین گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہیں دانتوں پر ان کے غبار ہے۔

---

[1] سورۃ انفال ، آیتہ : ۱۰ [2] سورۃ القمر ، آیتہ : ۴۵

[3] فتح الباری ج : ۷ ، ص : ۲۴۲ ۔ عیون الاثر ۔ ج : ۱ ۔ ص : ۲۵۵

اہلِ اسلام کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول

اوّل حق تعالےٰ نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اتارے۔

نکتہ: چونکہ اس جنگ میں کفار ومشرکین کے امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبریلؑ ومیکائیلؑ اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا چونکہ شیطان خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کے لشکر کے لوگ بنی مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے (جیسا کہ دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ [1]

اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوئے جیسا کہ علامہ سہیلی اور امام قرطبی نے تصریح کی ہے۔ [2]

اور جن حضرات کی امداد اور اعانت کے لئے، آسمان سے فرشتے اترے وہ حضرات اگرچہ صورۃً انسان تھے مگر معنیً فرشتے تھے اور بلاشبہ اس کا مصداق تھے۔

نقشِ آدم لیک معنی جبرئیل　　رستہ از جملہ ہوا و قال وقیل

ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ (جو صحابہ بدریین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اُترے شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ (رواہ ابن جریر باسناد حسن اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے اور زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی بدر کے دن زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ سیاہ تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید تھا۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ۔ ج: ۱، ص: ۲۰۴　[2] روض الانف۔ ج: ۲، ص: ۹۹۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عماموں کا رنگ زرد تھا۔ سیاہ اور سفید رنگ کے بارے میں جس قدر بھی روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ [۱]

نکتہ: عجب نہیں کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ زرد مسلمانوں کے فرحت و مسرت کے لئے رکھا گیا ہو اس لئے کہ زرد رنگ کو دیکھ کر فرحت و مسرت ہوتی ہے کما قال تعالیٰ:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ [۲] دیکھنے والوں کو فرحت اور مسرت بخشتا ہے۔

الحاصل حق جل شانہ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے فرشتوں کا لشکر آسمان سے نازل فرمایا۔ اوّل تو ملائکہ کا فقط نزول ہی موجب خیر و برکت تھا جیسے غزوۂ حنین میں فقط ملائکہ کا نزول ہی فتح کا باعث ہوا۔ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرا انعام حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کو روحانی طور پر تقویت پہنچائیں کما قال تعالیٰ۔

اِذْ يُوْحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ [۳] اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم اہل ایمان کو ثبات اور استقامت میں قوت پہنچاؤ

جس طرح حق تعالیٰ نے شیطان کو دلوں میں وسوسے ڈالنے کی قدرت دی ہے اسی طرح ملائکہ مکرمین کو دلوں میں نیک باتوں کے القاء کی قدرت عطا فرمائی ہے جس کو لِمّہ اور الہام کہتے ہیں۔ سو فرشتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں خداوند ذوالجلال سے سرکشی کرنے والوں کے مقابلہ میں سرفروشی اور جانبازی کا القاء کیا کہ تم اللہ اور اُس کے رسول سے بغاوت کرنے والوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو نِعْمَ الْمَوْلٰى اور نِعْمَ النَّصِيْرُ تمہارا حامی

---

[۱] زرقانی، ج: ۱، ص: ۴۲۴۔ [۲] سورۂ بقرہ، آیۃ: ۶۹۔
[۳] سورۂ انفال، آیۃ: ۱۲۔

اور مددگار ہے اور اس کے فرشتوں کا لشکر تمہاری پشت پناہی کے لئے حاضر ہے۔ پھر کیا فکر اور کیا غم ہے اور فتح و شکست کا مدار دلوں کی قوت اور ضعف پر ہے۔ اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔

تیسرا انعام حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فرشتوں کو مسلمانوں کے دشمنوں سے جہاد اور قتال کا حکم دیا۔

چوتھا انعام یہ فرمایا کہ فرشتوں کو ان کا معین اور مددگار بنایا، اصل جہاد کرنے والے صحابہ تھے، فرشتے ان کے تابع تھے جیسا کہ معکم کا لفظ اس طرف اشارہ کرتا ہے۔

پانچواں انعام یہ فرمایا کہ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا کما قال تعالیٰ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ۔

فرشتوں کو طریقۂ جہاد و قتال کی تعلیم

فرشتوں کو چونکہ آدمیوں کے قتل کا طریقہ معلوم نہ تھا اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو قتل کا طریقہ تبلایا۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ [1] اے فرشتو پس مارو کافروں کی گردنوں پر اور کاٹ دو ان کے ہر پور کو۔

ربیع بن انس سے مروی ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کے مقتولین انسانوں کے مقتولین سے علیحدہ طور پہچانے جاتے تھے۔ مقتولین ملائکہ کے گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ نشان تھے۔ (فتح الباری باب شہود الملائکۃ بدراً)

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک مشرک کے پیچھے دوڑا اوپر سے ایک کوڑے اور سوار کی آواز سنائی دی کہ اے حیزوم[2] آگے بڑھ۔ اس کے بعد جو اس مشرک

---

[1] سورۂ انفال، آیتہ ۱۲
[2] حیزوم حضرت جبرئیل کے گھوڑے کا نام ہے ۱۲۔ زرقانی ج ۱ ص ۴۱۲

پر نظر پڑی تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے۔ اور اُس کی ناک اور چہرہ۔ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے۔

انصاری نے آکر یہ تمام واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے سُن کر فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ یہ تیسرے آسمان کی امداد تھی۔[۱]

صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

هذا جبرئيل آخذ برآس فرسه عليه اداة الحرب ۔ یہ ہیں جبرئیل جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں سامان جنگ سے آراستہ ہیں۔

(بخاری شریف باب شہود الملائکہ بدرا۔)

سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن ہم نے یہ دیکھا کہ ہم میں کا کوئی شخص جب مشرک کی طرف اشارہ کرتا ہے تو قبل اس کے کہ تلوار اس تک پہنچے اس کا سر کٹ کر زمین پر گر جاتا ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اور ان کے تلمیذ بیہقی نے اور نیز ابو نعیم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔[۲]

سہل بن سعد راوی ہیں کہ ابو اسید نے مجھ سے یہ کہا کہ اے بھتیجے اگر میں اور تو بدر میں ہوتے تو میں تجھ کو وہ گھاٹی دکھلاتا جہاں سے فرشتے ہماری امداد کے لئے برآمد ہوئے تھے جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں رواہ الطبرانی وفیہ سلامۃ بن روح وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ لغفلۃ فیہ۔

الحاصل جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور پھر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان کا جہاد و قتال کرنا۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے صراحۃً ثابت ہے جس میں کسی کے انکار اور شبہ کی گنجائش نہیں۔

۱۔ فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۴۲۔ ۲۔ زرقانی۔ ج: ۲ ص: ۴۲۷۔

فرشتوں کا گھوڑوں پر سوار ہونا یہ بھی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے بعض روایات میں ہے کہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی موقعہ پر قتال نہیں کیا۔ ہاں مسلمانوں کی فقط تائید اور تقویت اور تکثیر جماعت اور سکینت و طمانیت کیلئے فرشتوں کا نازل ہونا دوسرے مواقع میں بھی ثابت ہوا ہے مثلاً غزوۂ حنین میں ملائکہ کا نزول سورۂ توبہ میں مذکور ہے، کما قال تعالٰی :

فَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ اور ایسے لشکر آتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے۔

مگر بخاری اور مسلم کی ایک حدیث سے میں غزوۂ احد میں بھی جبرئیل و میکائیل کا قتال کرنا مذکور ہے لیکن وہ قتال تمام مسلمانوں کی طرف سے نہ تھا۔ صرف ذات بابرکات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی حمایت وحفاظت کے لئے تھا[2]

نکتہ: چونکہ یہ عالم۔ عالم اسباب ہے، اس لئے حق جل وعلا نے عالم اسباب کی رعایت ہے۔ فرشتوں کو لشکر کی صورت میں مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل فرمایا ورنہ ایک ہی فرشتہ سب کے لئے کافی تھا۔ اصل فاعل تو اللہ تعالٰی ہی ہے مگر اس عالم میں اس کی قدرت کا ظہور اسباب اور وسائط کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے عالم اسباب کے طریقے کے مطابق فرشتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجا[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر تشریف لائے اور جہاد وقتال کی ترغیب دی اور فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آج جو شخص صبر وتحمل اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے سینہ سپر ہو کر جہاد کرے گا اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے گا۔ اللہ تعالٰی اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔

---

[1] ۔ زرقانی۔ ج: ۲، ص: ۲۷۴ [2] ۔ ایضاً: ج ۱، ص ۴۲۵
[3] ۔ فتح الباری، ج ۷، ص: ۲۴۳

عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس وقت کچھ کھجوریں تھی جن کے کھانے میں مشغول تھے۔ یکایک جب یہ کلمات طیبات ان کے کان میں پہنچے تو سنتے ہی بول اٹھے۔

بخ بخ افما بینی وبین ان ادخل الجنۃ الا ان یقتلنی ھولاء — واہ۔ واہ میرے اور جنت کے مابین فاصلہ ہی کیا رہ گیا مگر صرف اتنا کہ یہ لوگ مجھکو قتل کر ڈالیں

اور کھجوریں ہاتھ سے پھینکدی اور تلوار لے کر جہاد شروع کیا اور کرڈنا شروع کیا یہاں تک شہید ہو گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۱]

عوف بن حارث[۲] نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ما یضحک الرب[۳] من عبدہ — یا رسول اللہ۔ پروردگار کو بندہ کی کیا چیز ہنساتی ہے۔ یعنی خوش کرتی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ بندہ کا برہنہ ہو کر خدا کے دشمن کے خون سے اپنے ہاتھ کو رنگ دینا عوف نے یہ سنتے ہی زرہ اتار کر پھینک دی اور تلوار لے کر قتال شروع کیا یہاں تک شہید ہو گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

---

[۱]۔ ابن ہشام۔ ج: ۲، ص: ۱۸۔ طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۶

[۲]۔ باپ کا نام حارث اور ماں کا نام عفراء ہے یعنی معاذ اور معوذ کے بھائی۔ ۱۲

[۳]۔ یعنی جس امر سے بندہ کو خداوند ذوالجلال کی انتہائی رضامندی حاصل ہو جس مقام پر خوشنودی کے ساتھ بشارت و کرامت مسرت و محبت کا اظہار مقصود ہو وہاں بجائے رضا کے ضحک کا استعمال ہوتا ہے تاکہ انتہائی خوشنودی اور انتہائی رضامندی اور عنایت محبت پر دلالت کرے اس لئے کہ آقا بسا اوقات اپنے خادم سے راضی ہوتا ہے مگر اس کا اظہار نہیں کرتا ضحک کا لفظ خوشنودی اور اس کے اظہار دونوں پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث میں آیا ہے۔

اللھم الق طلحۃ یضحک الیک وتضحک الیہ — اے اللہ طلحہ سے اس حال میں ملاقات فرما کہ وہ تجھ کو دیکھکر ہنسے اور تو اس کو دیکھکر ہنسے۔

یعنی ایسی ملاقات فرما کہ جو انتہائی رضامندی اور انتہائی محبت کو ظاہر کرتی ہو ضحک خداوندی کے یہ معنی ہیں خوب سمجھ لو۔ سر دہ قیمت الانف ص ۶۹ ج ۲

ابوجہل کی دعا۔ اور لوگوں کو جنگ کے لئے جوش دلانا

عتبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہو جانے کے بعد۔ ابوجہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر ہمت اور جرأت دلائی اور جنگ پر آمادہ کیا۔

اے لوگو۔ عتبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہونے سے گھبراؤ نہیں ان لوگوں نے عجلت سے کام لیا قسم ہے لات اور عزیٰ کی ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے جب تک ہم اُن کو رسیوں میں نہ باندھ لیں گے۔

اور اس کے بعد ابوجہل نے اللہ سے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ ہم میں سے جو قرابتوں کا قطع کرنے والا اور غیر معروف امور کا مرتکب ہو اس کو ہلاک فرما۔ اور ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح اور نصرت دے۔

اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ	اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو دیکھ لو تمھارے سامنے
وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ	فتح آگئی اب اگر آئندہ کو باز آگئے تو تمھارے
وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ	لئے بہتر ہے اور تمھاری جماعت ذرہ برابر تمھارے
عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ	کام نہ آئے گی اگرچہ وہ جماعت کتنی ہی زیادہ
وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	کیوں نہ ہو۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔[1]

(اخرجہ ابن اسحاق والحاکم وصححہ والبیہقی عن عبداللہ بن ثعلبۃ بن صعیر) خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۲ زاد المعاد ج ۲ ص ۹۰ وقال ابن کثیر۔ اخرجہ الامام احمد والنسائی ورواہ الحاکم ثم قال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۸۲)

---

[1] سورۂ انفال آیۃ: ۱۹۔

دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل کی دعا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے پروردگار اگر (خدانخواستہ) یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں کبھی تیری پرستش نہ ہو گی۔ ایک طرف ابوجہل دعا مانگ رہا تھا اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشغول دعا تھے اس کے بعد فریقین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عریش (چھپرا) سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو جہاد و قتال کی ترغیب دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا کی راہ میں مارا جائے گا، حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا[1]

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کے اشارے سے ایک مشتِ[2] خاک لے کر مشرکین کے چہروں پر پھینک ماری اور صحابہ کو حکم دیا کہ کافروں پر حملہ کرو مشرکین میں کوئی بھی ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ اور ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔

خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشتِ خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی دشمن بھاگ اٹھے اسی بارے میں یہ نازل فرمائی :

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ [3]	اور نہیں پھینکی وہ مشتِ خاک آپ نے جس وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

یعنی ظاہراً اگرچہ آپ نے ایک مٹھی خاک کی پھینکی لیکن ایک ہزار لشکر جرار کے ہر فرد کی آنکھ اور ناک میں اس مشت خاک کے ریزوں کا پہنچانا آپ کا کام نہ تھا بلکہ یہ اللہ کا کام اور اس کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا۔

جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ شاہت الوجوہ

---

[1] زرقانی۔ ج ۱ ص ۴۲۷ ، تاریخ ابن الاثیر ج ۲ ص ۴۷

[2] مشتِ خاک کے پھینکنے کا واقعہ معجم طبرانی میں حکیم ابن حزام اور عبداللہ بن عباس سے مروی ہے حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ حکیم بن حزام کی روایت کی سند حسن ہے اور ابن عباس کے روایت کے رجال۔ بخاری کے رجال ہیں مجمع الزوائد ۶/۸۴

[3] سورۂ انفال ، آیۃ ۱۷

دیے چہرے خراب ہوئے اٹھ کر ایک مٹھی سنگ ریزے قریش کی طرف پھینکے اور صحابہ کو حملہ کا حکم دیا
ایک لمحہ[1] کی مہلت اور ایک لحظہ کا وقفہ نہ گزرا کہ اعداء اللہ کے چہروں پر حسی اور معنوی قلت کا غبار چھا گیا اور آنکھیں ملنے لگے۔ اُدھر مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ابن شہاب زہری اور عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشتِ خاک کی عجب شان بنائی ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔

مشتِ خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان، خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے اور سعد بن معاذ دروازہ پر تلوار لے کر ذات قدسی صفات اور ملکی سمات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی حفاظت کر رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ قریش کو گرفتار کرنے میں مشغول ہیں اور سعد بن معاذ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار اس درجہ نمایاں ہیں، کہ گویا کراہتہ اور ناگواری کوئی محسوس شیٔ ہے جو سعد کے چہرہ میں رکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے سعد غالباً تجھ کو قریش کا گرفتار کرنا ناگوار ہے۔ سعد نے عرض کیا۔

اجل واللہ یا رسول اللہ کانت	ہاں۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ یہ پہلا حادثہ ہے۔
اوّل وقعۃ اوقعہا اللہ تعالیٰ	جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر نازل فرمایا میرے
باھل الشرک فکان الاثخان فی	نزدیک خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کا قتل
القتل احب الی من استبقاء	اور خونریزی ان کے زندہ چھوڑنے سے کہیں
الرجال۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱)	زیادہ محبوب ہے۔

جن کے قلوب۔ حق جل وعلا کی توحید و تفرید سے لبریز ہو چکے ہوں اُن کے دلوں میں

---

[1] ۔ یہ ترجمہ کلمہ فا کا ہے اس لئے روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں ا۔
فولوا مدبرین اور فانھزموا اور کلمہ فا باجماع ائمہ نحو۔ تعقیب بلا مہلت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کے لئے کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔

نیز تخلق باخلاق اللہ کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ شرک کو معاف نہ کیا جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِیْمًا۔

تحقیق اللہ تعالٰی شرک معاف نہیں کرتا البتہ جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اس نے بڑے ہی جرم کا ارتکاب کیا۔[1]

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے پیشتر ہی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کچھ لوگ بنی ہاشم اور دیگر قبائل کے رضاء و رغبت سے نہیں بلکہ قریش کے محض جبر اور اکراہ سے آئیں ہیں۔ ان کو قتل نہ کیا جائے۔ ہمیں ان سے قتل و قتال کی ضرورت نہیں لہٰذا تم میں سے جو شخص ابوالبختری بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب کو پائے تو قتل نہ کرے اس لئے صحابہ بجائے قتل کے ان لوگوں کی گرفتاری کے درپے رہے۔

چنانچہ مجذر بن زیاد انصاری نے جب ابوالبختری کو دیکھا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تیرے قتل سے منع کیا ہے۔

ابوالبختری[2] کے ساتھ ایک رفیق بھی تھا جو مکہ سے اس کے ساتھ آیا تھا جس کا نام جُنادہ بن مُلیحہ تھا۔ ابوالبختری نے کہا میرا رفیق بھی۔ مجذرؓ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہم تیرے رفیق کو ہرگز نہیں نہیں چھوڑ سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صرف تیری بابت حکم دیا ہے ابوالبختری نے کہا خدا کی قسم یہ مجھ سے ممکن نہیں کہ میں اپنے ساتھی کو چھوڑ دوں۔ کل کو مکہ کی عورتیں مجھ کو یہ طعنہ دیں گی کہ فقط اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کو چھوڑ دیا۔ اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ کے لئے آگے بڑھا۔

---

[1] سورۃ نساء، آیۃ ۴۸۔

[2] ابوالبختری اگرچہ مشرف باسلام نہ ہوئے لیکن مکہ میں آپ کے حامی و مددگار رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالبختری کی طرف سے کبھی کوئی ناگواری پیش نہیں آئی۔ اور مقاطعہ اور ظالمانہ صحیفہ کا نقض میں پیش قدمی کی ۱۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۵ ج ۲ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۸۵

لَن يُسْلِمَ ابنُ حُرَّةٍ زَمِيلَهُ حتى يموتَ اويرى سَبِيلَهُ

ایک شریف زادہ اپنے رفیق کی اعانت اور دستگیری سے کبھی دستکش نہیں ہوسکتا یہاں تک مرجائے یا اپنا راستہ دیکھے۔

ابوالبختری کا مقابلہ پر آنا تھا کہ مجذر رضی اللہ عنہ کی تلوار نے کام تمام کیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

والذی بعثك بالحق لقد جهدت	قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر
ان يستاسر فآتيك به فابى الاان	بھیجا البتہ تحقیق میں نے پوری کوشش کی ابوالبختری
يقاتلني فقاتلته فقتلته ۔	قید ہوجائے اور میں اس کو آپ کی خدمت حاضر

کردوں لیکن نہ مانا یہاں تک مقاتلہ اور مقابلہ کیا تو میں نے اس کو قتل کردیا۔

اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل

اُمیّہ بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا جس وقت جنگ بدر کا کوئی وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اس وقت سعد بن معاذ کی زبانی مکہ ہی میں اپنے قتل کی پیشین گوئی سُن چکا تھا۔ اس لئے بدر کے موقع پر جنگ میں شریک ہونے سے جان چراتا ابوجہل نے یہ کہہ کر

اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ ۔ اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو (یعنی قافلہ ابی سفیان کی)

لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا اُمیہ نے پہلوتہی کی۔ ابوجہل نے کہا اے ابوصفوان آپ اس وادی کے سردار ہیں، آپ کی پہلوتہی کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پہلوتہی کریں گے۔ ابوجہل برابر اصرار کرتا رہا۔ اُمیہ جب مجبور ہوگیا تو یہ کہا کہ خدا کی قسم میں ایک نہایت عمدہ بہادر تیز رو اونٹ خریدوں گا تاکہ جب موقع ملے تو راستہ ہی سے واپس آجاؤں اور اپنی بیوی اُم صفوان سے جاکر کہا کہ سفر کا سامان تیار کردے۔ ام صفوان نے کہا کیا تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول (کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے) یاد نہیں رہا۔ امیہ نے کہا نہیں، خوب یاد ہے۔

میرا ارادہ جانے کا نہیں تھوڑی دور تک ساتھ جاتا ہوں اور پھر موقع پا کر واپس ہو جاؤں گا، اسی طرح تمام منزلیں طے کرتا ہوا بدر تک پہنچ گیا۔ بخاری شریف باب من یقتل ببدر[۱]

جب بدر کے میدان میں آیا تو بلال رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی جن کو اُمیہ مکہ میں گرم پتھروں پر لٹایا کرتا تھا۔ بلال نے امیہ کو دیکھتے ہی انصار کو للکارا۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، زمانۂ جاہلیت سے اُمیّہ کے دوست تھے، وہ یہ چاہتے تھے کہ اُمیہ قتل نہ ہو بلکہ گرفتار اور اسیر ہو جائے (شاید اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے اس کو ہدایت نصیب فرمائے۔ اور ہمیشہ کے عذاب سے نجات پائے۔)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کچھ زرہیں تھیں جو کافروں سے چھینی تھیں۔ ان کو تو زمین پر ڈال دیا اور اُمیہ اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بلال نے دیکھ کر آواز دی کہ کفر کے سردار امیہ کو نہ بچنے دیں اگر اُمیہ بچ جائے۔ انصار یہ آواز سنتے ہی دوڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اُمیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا انصار نے اس کو قتل کر دیا اور اُمیہ کی طرف دوڑے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ امیہ کے اُوپر لیٹ گئے مگر انصار نے اسی حالت میں پیروں کے نیچے سے تلواریں چلا کر اُمیہ کو قتل کیا جس سے عبدالرحمٰن کے پیر پر زخم آیا اور مدتوں تک اس زخم کا نشان باقی رہا۔

عبدالرحمٰن بن عوف فرمایا کرتے تھے خدا بلال پر رحم فرمائے میری زرہیں بھی گئیں اور میرے قیدی بھی ہاتھ سے گئے (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ)[۲]

ابوجہل عدوُّ اللہ فرعونِ اُمّتِ رسول اللہ کا قتل

عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان ہیں۔ اس لئے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ لوگ آکر مجھ کو ان لڑکوں کے درمیان

---

[۱] فتح الباری ج ۷، ص ۲۲۱

[۲] اصل روایت صحیح بخاری کی ہے قوسین کی درمیانی عبارت متوازی ابن عائذ کی عبارت کا ترجمہ ہے جس سے بخاری کی روایت کی شرح ہو جاتی ہے۔ فتح الباری [illegible]

کھڑا دیکھ نہ آگھیریں)

اسی خیال میں تھا کہ ایک نے آہستہ سے کہا اے چچا مجھکو ابوجہل دکھاؤ کہ کون سا ہے میں نے کہا اے میرے بھتیجے ابوجہل کو دیکھکر کیا کروگے اس نوجوان نے کہا میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ابوجہل کو دیکھ پاؤں تو اس کو قتل کرڈالوں یا خود مارا جاؤں اس لئے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ ابوجہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب وشتم کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر اس کو دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے نہ مرجائے۔

اُن کی یہ گفتگو سُن کر دل سے یہ آرزو جاتی رہی کہ کاش میں بجائے دو لڑکوں کے دو مَردوں کے مابین ہوتا۔ میں نے اشارہ سے ابوجہل کو بتایا۔ سنتے ہی۔ شکرے اور باز کی طرح ابوجہل پر دوڑے اور اس کا کام تمام کیا۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب، و بخاری شریف جلد دوم باب غزوۂ بدر)

یہ دو نوجوان۔ عفراء کے بیٹے معاذ[1] اور معوّذ تھے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم معاذ بن عمرو بن الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابوجہل کی تاک میں تھا جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابوجہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں معاذ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ

---

[1] صحیح بخاری کی روایت جو غزوہ بدر کے بیان میں مذکور ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اور معوّذ عفراء کے بیٹے ابوجہل کے قاتل تھے لیکن کتاب الجہاد کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو الجموح تھے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ عفراء کے بیٹوں کے ساتھ معاذ بن عمرو بن الجموح بھی شریک قتل تھے بلکہ معاذ بن عمرو بن الجموح ہی نے قتل میں زیادہ حصہ لیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَلَب معاذ بن عمرو بن الجموح ہی کو دلوایا۔

(کذا فی فتح الباری ص ۲۳۰ ج ۷ غزوۂ بدر و فتح الباری ج ۶ ص من لم یخمس الاسلاب و زرقانی ج ۱ ص ۴۴۳)

معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ مگر معوذ بن عفراء ابوجہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

فتح کے بعد ابوجہل کی لاش کی تلاش

ابوجہل اگرچہ زخمی خوب ہو چکا تھا لیکن زندگی کی رمق ابھی کچھ باقی تھی۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ ہے کوئی کہ ابوجہل کی خبر لائے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے جا کر لاشوں میں تلاش کیا، دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ رمق باقی ہے۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابن اسحاق اور حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے ابوجہل کی گردن پر پیر رکھ کر یہ کہا۔

اخزاك الله يا عدو الله — ذلیل اور رسوا کیا تجھکو اللہ نے اے اللہ کے دشمن

اور بعد ازاں اس کا سر کاٹ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر لا کر ڈال دیا۔ اور یہ عرض کیا:

هذا راس عدو الله ابي جهل — یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابوجہل کا۔

آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ۔ — قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں کیا یہ ابوجہل ہی کا سر ہے۔

میں نے عرض کیا:

نعم والله الذي لا اله غيره — ہاں قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود

پہ۔ وعن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ لما قتل ابو جہل جی رأسہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابن ماجہ بسند جید ۲ و زرقانی ~~~۔

نہیں یہ ابوجہل ہی کا سر ہے۔

آپ نے اللہ کا شکر کیا اور تین مرتبہ زبان مبارک سے یہ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَھْلَہٗ۔ [1] حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے اسلام کو اور اسلام والوں کو عزت بخشی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے سجدۂ شکر بھی ادا فرمایا (عمدۃ القاری باب قتل ابی جہل) اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے (اس شکریہ میں) ایک دوگانہ پڑھا۔ رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ۔ [2]

ایک روایت میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ابوجہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا ابوجہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانے والے البتہ تو بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے، میں نے کہا۔

الحمد للہ الذی مکننی من ذالک حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھکو یہ قدرت دی

پھر کہا کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو، پھر کہا تیرا کیا ارادہ ہے میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا۔ کہا کہ اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹ یہ بہت تیز ہے تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب ہیبتناک معلوم ہو۔

اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گزشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے اور اس کا پیام پہنچایا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا کہ یہ میرا اور میری امت کا فرعون تھا جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ

[1] ۔ فتح الباری ج ۷، ص: ۲۳۰

[2] ۔ البدایۃ والنہایۃ: ج: ۳، ص ۲۸۹

علیہ السلام کے فرعون نے مرتے وقت تو ایمان کا کلمہ پڑھا مگر اس امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے اور ابوجہل کی تلوار ابن مسعودؓ کو عطا فرمائی۔ کذا فی شرح السیر الکبیر للامام السرخسی ج۲

یعنی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فضائل و کمالات میں تمام انبیاء و مرسلین (صلوات اللہ علیہم اجمعین) سے افضل و برتر تھے۔ اسی طرح آپ کی امت کا فرعون تمام امم کے فراعنہ سے کفر اور شقاوت میں بڑھ کر تھا کہ مرتے وقت بھی اُس کی آنکھ نہ کھلی اور سکرات موت نے بھی اس کے کفر اور تکبر کو متزلزل نہ کیا بلکہ کفر اور تکبر میں اور اضافہ ہوگیا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک آمین)

(نکتہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کی طرف جانے کا قصد فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا:

یقم معی من لم یکن فی قلبه	میرے ساتھ چلنے کے لئے وہ شخص اُٹھے جس کے
مثقال ذرة من کبر فقام ابن مسعود	دل میں ذرہ برابر تکبر نہ ہو آپ کے اس ارشاد کے بعد
فحمله رسول الله صلی الله علیه	ابن مسعودؓ کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ
وسلم مع نفسه (بنایہ شرح الہدایہ للحافظ العینی ج۱)	علیہ وسلم اُن کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

عجب نہیں کہ ابوجہل کے آخری قتل کی سعادت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس لئے حاصل ہوئی ہو کہ یہ اللہ کے خاص بندے تھے جن کا قلب تکبر اور غرور کے شوائب سے پاک اور منزہ تھا[1] اور ابوجہل غرور مجسم اور سراپا تکبر تھا جس کے قلب میں جز ولا یتجزیٰ کے مقدار بھی تواضع کا نام و نشان نہ تھا۔

اس لئے ابوجہل کا قتل حق جل وعلا نے ایسے مبارک اور مسعود شخص کے ہاتھ سے مقدر فرمایا کہ جز اللہ کا ایسا خاص بندہ ہو کہ جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی غرور اور تکبر نہ ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم رضی اللہ تعالیٰ عن عبداللہ ابن مسعود وارضاہ وجزاہ عن الاسلام ما یحبہ ویرضاہ آمین

[1] ۔ شاید اسی وجہ سے عہد صحابہ اور تابعین میں جب بلا کسی قید اور نسبت کے عبداللہ بولا جاتا تھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد لئے جاتے تھے کہ ان میں عبدیت کی ایک خاص شان تھی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

(فائدہ): ابوجہل[1] کا اصل لقب ابوالحکم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا لقب عطا فرمایا۔ فتح الباری باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر یعنی جہل مطلق کا باپ اور مربی جب تک زندہ رہا اس وقت تک برابر اس سے ہر قسم کی جہالت کا توالد اور تناسل ہوتا رہا۔
عکاشہ[2] بن محصن رضی اللہ عنہ کی لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی، آپ نے ایک چھڑی مرحمت فرمائی جو عکاشہؓ کے ہاتھ میں جاتے ہی تیغ براں بن گئی اسی سے قتال کیا یہاں تک اللہ نے فتح دی۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ ہر غزوہ میں یہ تلوار ساتھ رہتی۔[3]

عبیدۃ بن سعید بن العاص۔ بدر کے دن غرق آہن تھا سوائے آنکھوں کے کوئی شئ دکھلائی نہیں دیتی تھی۔ حضرت زبیر نے تاک کر اس کی آنکھ میں ایسا نیزہ مارا کہ پار ہوگیا۔ اور وہ فوراً ہی مرگیا۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اُوپر پیر رکھ کر پوری قوت کے ساتھ نیزہ کھینچا تب نکلا لیکن اس کے کنارے ٹیڑھے ہوگئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور یادگار اس نیزہ کو حضرت زبیر سے مانگ لیا۔ آپ کی وفات کے بعد ابوبکر کے پاس رہا، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی اور پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس رہا۔

---

[1] ابوجہل میں لفظ اَبُو مضاف ہے اور جہل مضاف الیہ اور نکرہ ہے جس میں کسی قسم کی تعیین نہیں اس لئے اس کی تشریح جہل مطلق کے لفظ سے کردی گئی ۱۲۔

[2] ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ستر ہزار آدمی میری امت کے جنت میں بلا حساب کتاب داخل ہوں گے۔ چہرے ان کے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ مجھ کو انہیں لوگوں میں سے بنادے۔ آپ نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے۔ اس پر انصار میں کا ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی درخواست کی آپ نے ارشاد فرمایا۔ عکاشہ سبقت لے گیا۔ (بخاری شریف)
مقصود نفی نہ تھی کہ تو ان ستر ہزار میں سے نہیں بلکہ سوالات کے سلسلہ کو ختم کرنا تھا، فافہم ذلک واستقم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب طلیحہ بن خویلد اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور صدیق اکبر نے خالد بن الولید کو اس فتنہ کے استیصال کے لئے روانہ فرمایا اس میں حضرت عکاشہؓ بھی شریک تھے طلیحہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ طبقات ابن سعد ج۳ صفحہ۶۴۔ بدریین مہاجرین۔

[3] البدایۃ والنہایۃ ج: ۳، ص: ۹۰۔

معرکہ بدر میں حضرت زبیر کے زخم آئے ایک زخم شانہ پر اس قدر گہرا آیا کہ عروۃ بن زبیر بچپن میں اس زخم میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے عروۃ بن الزبیر سے کہا تم زبیر کی تلوار پہچانتے ہو۔ عروہ نے کہا۔ ہاں۔ عبدالملک نے کہا کس طرح۔ عروہ نے کہا۔ اس میں بدر کے دن دندانے پڑ گئے تھے۔ عبدالملک نے کہا سچ کہتے ہو۔ اور تائید کے لئے یہ مصرع پڑھا:

بھن فلول من قراع الکتائب۔ | ان تلواروں میں دندانے ہیں بڑے بڑے لشکروں کے مارنے سے۔

(صحیح بخاری غزوۂ بدر)

اسیرانِ بدر

بحمد اللہ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا قریش کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار اور اسیر ہوئے[1] مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا مگر امیۃ بن خلف کہ اس کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اس لئے وہیں مٹی میں دبا دی گئی[2]

جب عتبہ بن ربیعہ کی لاش کنوئیں میں ڈالی جانے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عتبہ کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حزن اور ملال کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حذیفہ کیا باپ کی اس حالت کو دیکھ کر تیرے دل میں کچھ خیال گزرا ہے۔ ابو حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم کوئی خیال نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ صاحب رائے اور حلیم اور بردبار اور صاحبِ فضل تھا، اس لئے امید تھی کہ یہ فہم و فراست اسلام کی طرف رہنمائی کرے گی۔

---

[1] جیسا کہ صحیح بخاری میں براء بن عازبؓ سے اور صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس پر تمام اہلِ سیر کا اتفاق ہے کہ جب غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تو اس وقت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا فتح الباری ص۲۳۴ باب من نقل من شہد بدرا کے ایک باب بعد فافہم۔ [2] زرقانی ج ۱ ص ۴۳۲۔

لیکن جب اس کو کفر پر مرتے دیکھا تو رنج ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

مقتولین بدر کی لاشوں کا کنوئیں میں ڈلوانا

انس بن مالکؓ ابو طلحہؓ سے راوی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس[1] سرداران قریش کی لاشوں کے متعلق ایک نہایت خبیث[2]، ناپاک اور گندہ کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا، کنوئیں میں جو ڈالے گئے وہ سردار کفار تھے اور باقی مقتولین کسی اور جگہ ڈلوا دیئے گئے۔

اور آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ اور فتح پاتے تو تین شب وہاں قیام فرماتے۔ اسی عادت کے مطابق جب تیسرا روز ہوا تو آپ نے سواری پر زین کسنے کا حکم دیا جسب الحکم پھر آپ چلے اور صحابہ آپ کے پیچھے چلتے تھے۔ صحابہ کو یہ خیال تھا کہ شاید کسی ضرورت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ اس کنوئیں کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے اور نام بنام فلاں بن فلاں کہہ کر آواز دی اور یا عتبہ اور یا شیبہ اور یا امیہ اور یا ابا جہل اس طرح نام لے کر پکارا اور یہ فرمایا تم کو یہ بہا بھلا نہ معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ تحقیق جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا ہم نے اس کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے، اے گڑھے والوں

---

[1] مقتول تو ستر ہوئے تھے لیکن اس کنوئیں میں صرف چوبیس سردار ڈالے گئے باقی مقتول کسی اور جگہ پھکوا دئے گئے (فتح الباری ج ۷ ص ۲۳۲ باب قتل ابی جہل)۔

[2] ایمان طہارۃ ہے اور کفر نجاست ہے۔ لقولہ تعالیٰ۔ انما المشرکون نجس۔ اہل شرک کی لاشوں کے لئے ایسا ہی کنواں مناسب تھا۔ کفر کی جنابت۔ ایمان ہی کے غسل سے زائل ہو سکتی ہے۔ کفر عالم غیب میں حدث اکبر ہے اور ایمان طہارت کبریٰ بمنزلہ غسل کے ہے اور کفر کے تمام شعبے یعنی معاصی اور ذنوب بمنزلہ حدث اصغر کے ہیں۔ اور ایمان کے تمام شعبے یعنی طاعات طہارت صغریٰ بمنزلہ وضو کے ہیں۔ فافہم ۱۲۔ مفصل بحث انشاء اللہ العزیز حجۃ الوداع کے بیان میں آئے گی۔ واللہ الموفق وبہ المستعان۔

تم اپنے نبی کے حق میں بہت برا قبیلہ تھے تم نے مجھ کو جھٹلایا اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھکو نکالا۔ اور لوگوں نے ٹھکانہ دیا تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی امین کو تم نے خائن بتلایا۔ اور صادق کو کاذب کہا۔ اللہ تم کو بری جزا دے بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے کلام کو تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگروہ جواب نہیں دے سکتے۔[1]

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک طویل قصیدہ میں فرماتے ہیں:

قذفناهم كباكب في القليب ... لما يناديهم رسول الله

جب ہم نے ان کی جماعتوں کو کنوئیں میں پھینک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی۔

وامر الله ياخذ بالقلوب ... الم تجدوا كلامي كان حقا

کیا تم نے میری بات کو حق نہیں پایا اور اللہ تو دلوں کا مالک ہے۔

صدقت وكنت ذا رأى مصيب ... فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا

پس کوئی جواب نہیں دیا اور اگر بالفرض جواب دیتے تو یہی کہتے کہ آپ نے سچ کہا اور آپ ہی کی رائے صائب اور درست تھی۔

(فائدہ) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ میت بھی سنتا ہے جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مسلک ہے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سماع موتی کی منکر ہیں تفصیل کے لئے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے اور مدارج النبوۃ کی بھی مراجعت کریں۔

فتح کی بشارت کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ کرنا

بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے

[1] زرقانی، ج: ۱، ص ۴۴۳ ۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۳، ص ۲۹۲

کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے اہل عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اور اہل سافلہ کی طرف زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو مٹی دے رہے تھے۔ ان کی تیمارداری کے لئے حضور پُر نور عثمان غنیؓ کو مدینہ چھوڑ آئے تھے اسی وجہ سے حضرت عثمان بدر میں شریک نہ ہو سکے، مگر چونکہ یہ تخلف حضور پُر نور کے حکم سے تھا اس لئے حضرت عثمان حکماً بدر میں شمار کئے گئے میں نے دیکھا کہ زید بن حارثہ کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں اور زید مصلے پر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں مارا گیا عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوجہل بن ہشام اور زمعہ بن الاسود اور ابوالبختری بن ہشام اور امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج۔

میں نے کہا اے باپ کیا یہ خبر سچ ہے زید نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم بالکل حق ہے۔

زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ روانہ ہوئے اور اسیران جنگ کا قافلہ آپ کے ہمراہ تھا مال غنیمت عبداللہ بن کعب انصاری کے سپرد فرمایا۔

جب آپ مقام روحاء میں پہنچے تو آپ کو کچھ مسلمان ملے جنہوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس فتح مبین کی مبارک باد دی۔ اس پر سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کس چیز کی مبارکباد دیتے ہو خدا کی قسم بڑھیوں سے پالا پڑا۔ رسی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کر کے ڈال دیا۔

(یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کیا جس پر ہم مبارک باد کے مستحق ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو مکہ کے سادات اور اشراف تھے

مال غنیمت کی تقسیم

فتح کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے

بعدہ مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مالِ غنیمت عبد بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ ہنوز مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحاب بدر میں مال غنیمت کے تقسیم میں مختلف الرائے ہوگئے جوان یہ کہتے تھے کہ مال غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا۔ بڑھے چونکہ جھنڈوں کے نیچے رہے اور قتل و قتال میں زیادہ حصہ نہیں لیا وہ یہ کہتے تھے کہ ہم کو بھی مال غنیمت میں شریک کیا جائے اس لئے کہ جو کچھ فتح ہوا وہ ہماری ہی پشت پناہی سے فتح ہوا، اگر خدا نخواستہ تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی پناہ لیتے اور ایک جماعت کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی، يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ آپ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے یعنی مال غنیمت کے مالک حق تعالیٰ اور رسول اللہ اللہ کے نائب ہیں جس طرح مناسب سمجھیں تقسیم کردیں مقام صفراء میں پہنچ کر آپ نے یہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کردیا۔[۱]

علاوہ ازیں مال غنیمت میں سے ان آٹھ آدمیوں کو بھی حصہ دیا، کہ جو آپ کے حکم سے یا اجازت سے بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

(۱)۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بی بی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی وجہ سے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔

(۲)۔ طلحہ بن عبید اللہ۔

(۳)۔ سعید بن زید، ان دونوں صاحبوں کو مدینہ سے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لئے روانہ کیا تھا۔

(۴)۔ ابولبابہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہی میں بغرض انتظام چھوڑ گئے تھے۔

(۵)۔ عاصم بن عدیؓ ان کو عالیہ میں چھوڑ گئے تھے۔

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۷، ص: ۳۶۰۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۳، ص: ۳۰۱

(۶)۔ حارث بن حاطب ان کو کسی وجہ سے بنی عمرو بن عوف کی طرف واپس لوٹا دیا تھا۔

(۷)۔ حارث بن الصمۃ۔

(۸)۔ خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم۔ یہ اصحاب اگرچہ معرکۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدر کی غنیمت میں سے حصہ دیا اور بدریین میں شامل فرمایا واللہ عالم[۵۰]۔

فائدہ:۔ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت یعنی یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ دربارہ تقسیم غنائم مجمل ہے اور وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ الایۃ مفصل ہے جس میں مال غنیمت کی تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ ابو عبید اس طرف گئے ہیں کہ غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا گیا مگر امام بخاری اور امام ابن جریر وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ غنائم بدر میں سے خمس نکالا گیا تھا جیسا کہ صحیحین میں حضرت علی سے ان دو اونٹنیوں کے بارے میں کہ جن کے کوہانوں کو حضرت حمزہ نے کاٹ ڈالا تھا یہ منقول ہے کہ ان میں سے ایک اونٹنی وہ تھی کہ جو بدر کے خمس میں سے ان کو ملی تھی حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح اور راجح ہے[۵۱]۔

اور اسی مقام صفراء میں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں میں سے نضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا۔ اور صفراء سے چل کر جب مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو عقبۃ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔ اور اسی جگہ اس کی گردن ماری گئی[۵۲]۔

نضر بن حارث کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور عقبۃ بن ابی معیط کو عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور باقی قیدیوں کو لے کر حضور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

فائدہ:۔ نضر اور عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے بد زبان اور دریدہ دہن تھے۔ قول اور فعل سے آپ کی تذلیل اور توہین سب و شتم میں استہزاء اور تمسخر میں، ہاتھ اور زبان سے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ اس لئے خاص طور پر تمام قیدیوں سے صرف ان دو کی گردن مارنے کا حکم دیا اسی عقبۃ بن ابی معیط نے جبکہ آپ بارگاہ خداوندی میں سربسجود

۵۰۔ ابن الاثیر ج ۲، ص ۵۱۔

۵۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۳، ص ۳۰۱۔ ۳۰۲

۵۲۔ زرقانی، ج ۱، ص ۴۴۹۔

تھے۔ آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھ لاکر رکھی تھی اور آپ کا گلا گھونٹا تھا، دلائل ابی نعیم میں باسناد صحیح ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر تھوکا تھا[۱]۔ الغرض ذاتِ قدسی صفات (علیہ الف الف صلوات والف الف تحیات) کا استہزاء اور تمسخر تو اس کی غذا ہی تھی۔

نبی اللہ کا مقابلہ اور مقاتلہ، محاربہ اور مجادلہ اگرچہ جرم عظیم اور خسران مبین ہے لیکن اللہ کے نبی کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان سے نکالنا سب وشتم کرنا۔ اس کے ساتھ استہزاء و تمسخر کرنا یہ جرم، محاربہ اور مقاتلہ کے جرم سے کہیں زیادہ شدید اور سخت ہے، کیونکہ یہ منصب نبوت کی توہین ہے۔ ان شاء اللہ العزیز اس مسئلہ پر مفصل کلام پھر کسی موقع پر کریں گے۔ حضرات اہل علم اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ کی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول، کی مراجعت فرمائیں جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے[۲]۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منزل بمنزل ٹھہرتے ہوئے اور قیدیوں کا قافلہ ہمراہ لیے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔

اسیران بدر کی مسلمانوں میں تقسیم اور اُن کے ساتھ سلوک اور احسان کا حکم

مدینہ منورہ پہنچ کر، قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا۔

استوصوا بالاساری خیرا — قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرو

رواہ الطبرانی فی الکبیر وقال الحافظ الہیثمی اسنادہ حسن

چنانچہ صحابہ کا یہ حال تھا کہ جن کے پاس قیدی تھے وہ اوّل کھانا قیدیوں کو کھلاتے اور بعد میں خود کھاتے اور اگر نہ بچتا تو خود کھجور پر اکتفا کرتے۔

---

[۱]۔ الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۲۰۰

[۲]۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن میں طبع ہو چکی ہے، کتاب کا حجم ۶۰۰ صفحہ ہے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ابو عزیز بن عمیر بھی قیدیوں میں تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کے جس گھر میں تھا ان کا یہ حال تھا کہ صبح و شام جو تھوڑی بہت روٹی پکتی وہ تو مجھ کو کھلا دیتے اور خود کھجور کھاتے۔ میں شرماتا اور ہر چند اصرار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں لیکن نہ مانتے اور یہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قیدیوں کے ساتھ سلوک کا حکم دیا ہے قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر واسنادہ حسن۔ (مجمع الزوائد ص۸۶ ج۶)

اسیرانِ بدر کی بابت مشورہ

مدینہ منورہ پہنچ جانے کے چند روز بعد آپ نے صحابہ سے اسیران بدر کے بارہ میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اسیران بدر کے بارہ میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا کہ اس بارہ میں رائے دیں۔ اور ابتداً از خود یہ ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ اَمْکَنَکُمْ مِنْھُمْ   تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے۔

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ مناسب یہ ہے کہ سب کی گردن اڑا دی جائے رحمت عالم رافت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا اور دوبارہ یہ ارشاد فرمایا،

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَمْکَنَکُمْ   اے لوگو تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے

لہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً ہی اِنَّ اللّٰہَ اَمْکَنَکُمْ مِنْھُمْ کہہ کر عفو اور ترحم کی طرف اشارہ فرمایا تھا لیکن حضرت عمر نے جب قتل کا مشورہ دیا تو دوبارہ مزید تاکید کے ساتھ عفو اور ترحم کی تلقین فرمائی کہ قدرت کے بعد عفو خاص کر اپنے بھائیوں سے مکارم اخلاق سے ہے، کلمہ یا کلام عرب میں ندائے بعید کے لئے مستعمل ہوتا ہے یعنی اے دور لوگو جو غضب سے بعید ہو ان کو چاہیئے کہ عفو اور ترحم سے قریب ہو جائیں ۱۲۔ اور یا اللہ میں کلمہ یا کے استعمال کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ ہم گنہگار اپنی نالائقی اور بدکرداری کی وجہ سے تیری رحمت سے دور جا پڑے ہیں، ہم دور افتادگان رحمت سے اپنی رحمت قریب فرما جس طرح وہ اپنا بندوں کے ساتھ رگ جان سے زیادہ قریب ہے لیکن باوجود اس قرب کے اس کے نے حرف یا کا استعمال کہ ندائے بعید کے لئے واضع ہوا ہے وہ اسی معنی کر ہے جو ہم سے بیان کئے۔ فافہم ۱۲

وَاِنَّمَا هُمْ اِخْوَانُكُمْ بِالْاَمْسِ — اور کل یہ تمہارے بھائی تھے۔

حضرت عمر نے پھر وہی عرض کیا۔ آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل یہ تمہارے بھائی تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں (مسند احمد) وقال الہیثمی رواہ احمد عن شیخہ علی بن عاصم بن صہیب وہو کثیر الخطاء لا یرجع اذا قیل لہ الصواب وبقیۃ رجال احمد رجال الصحیح[1]

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے علی کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے[2] پیشوا اور سردار ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ آپ ہی قوم کے ہیں میری رائے میں ان کو فدیہ لے کر آزاد فرما دیں عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے اور پھر یہی لوگ کافروں کے مقابلے میں ہمارے معین اور مددگار ہوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ (صحیح مسلم باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور عمر کی رائے سن کر یہ ارشاد فرمایا اے عمر تیری شان حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے حق میں یہ دُعا کی۔ نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی:

---

[1] مجمع الزوائد۔ ج: ۶، ص: ۸۶

[2] عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ نے آگ میں جلانے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر نے یہ عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَذَّبُوكَ وَاَخْرَجُوكَ وَقَاتَلُوكَ فَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ — یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا آپ کو مکہ سے نکالا اور آپ سے قتال کیا پس ان کی گردنیں مارنے کا حکم دیجئے۔

ترمذی ص ۱۳۳ ج ۲ کتاب التفسیر و ص ۲۰۲ ج ۱ کتاب الجہاد باب ما جاء فی المشورۃ مستدرک ص ۲۱ ج ۳

یہ روایت مسند احمد و جامع ترمذی اور مستدرک وغیرہ میں مذکور ہے امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔ در منثور ص ۲۰۲ ج ۳ ۔ (تنبیہ) مشورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شریک تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے مگر کسی روایت میں حضرت علی کا کوئی جواب منقول نہیں واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ۱۲ (زرقانی ص ۴۲۱ ج ۱)

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۔ ؎۱	اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو تو اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نہیں جنیں گے الا بدکار اور کفر کرنے والے کو۔

اور موسیٰ علیہ السّلام نے یہ دعا مانگی۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ ۔ ؎۲	اے ہمارے پروردگار مٹا دے ان کے مالوں کو اور مہر کر دے ان کے دلوں پر کہ نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھیں۔

اور اے ابوبکر تیری شان حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام کی سی ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی۔ ابراہیم علیہ السّلام نے یہ دعا فرمائی۔

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ؎۳	پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے وابستہ ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو آپ بڑے کثیر المغفرت

اور کثیر الرحمت ہیں اور اس کو ایمان کی توفیق دے سکتے ہیں۔

اور عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کے دن یہ فرمائیں گے۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ؎۴	اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں آپ ان کے مالک ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو آپ بڑے غالب اور حکمت

والے ہیں جس مجرم کو چاہیں معاف کریں اور آپ کی معافی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتی۔

؎۱ ۔ سورۂ نوح ، آیۃ : ۲۷ ۔
؎۲ ۔ سورۂ یونس ، آیۃ : ۸۸ ۔
؎۳ ۔ سورۂ ابراہیم ، آیۃ : ۳۶ ۔
؎۴ ۔ سورۂ المائدہ ، آیۃ : ۱۱۸ ۔

آپ کی شان رحمۃ للعالمین نے ابوبکر کی رائے کو پسند کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ مستدرک ص۲۱ ج ۳۔

حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ اور ابوایوب انصاری سے بھی مروی ہے[1]۔ البدایۃ والنہایۃ ج۳ ص۲۹۸۔ آپ صحابہ سے مشورہ فرما ہی رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی کہ آپ صحابہ کو قتل اور فدیہ کا اختیار دے دیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ جبرئیل امین نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اسیرانِ بدر کے بارے میں آپ اپنے اصحاب کو اختیار دیں چاہیں قتل کریں اور چاہیں فدیہ لیکر آزاد کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ سال آئندہ تم میں سے اتنے ہی قتل کئے جائیں گے۔ صحابہ نے کفار سے فدیہ لینے اور سال آئندہ اپنے قتل ہونے کو اختیار کیا۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن علیؓ)[2]

مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوعبیدہ سے مرسلاً روایت ہے کہ جبرئیل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ عرض کیا کہ آپ کے رب نے اسیرانِ بدر کے بارے میں آپ کو اختیار دیا ہے، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آج ہم اُن سے اُن کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں تاکہ ہم کو اُن کے مقابلے میں اس سے ایک گونہ قوت حاصل ہو اور سال آئندہ حق تعالیٰ جس کو چاہیں شہادت کی عزت و کرامت سے سرفراز فرمائیں[3]۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ سال آئندہ ہم میں سے ستّر آدمی جنت میں داخل ہوں[4]۔ (طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۴)

---

[1]۔ البدایۃ والنہایۃ : ج : ۳، ص ۲۹۸۔

[2]۔ فتح الباری۔ ج : ۷، ص : ۲۴۹ ۔

[3]۔ درمنثور۔ ج ۳، ۲۰۲ ۔

[4]۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص : ۱۴ ۔

فدیہ لینے پر عتابِ الٰہی کا نزول

الحاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا اور دیگر اکابر صحابہ کی فدیہ لینے کی رائے اس لئے لی تھی کہ شاید یہی لوگ آئندہ چل کر مسلمان ہو جائیں اور اسلام کے معین و مددگار بنیں اور فدیہ سے فی الحال جو مال حاصل ہو وہ جہاد میں مدد دے اور دینی کاموں میں اس سے سہارا لگے اور ممکن ہے کہ فدیہ کا مشورہ دینے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوں کہ جن کا زیادہ مقصود حصول مال و منال ہو جس کا منشا رحُبِّ دنیا ہے اگرچہ وہ دنیائے حلال ہی ہو یعنی مالِ غنیمت اس پر بارگاہِ خداوندی سے عتاب ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ [1]	کسی نبی کے لئے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ ان کو قتل کرے اور زمین میں خوب ان کا خون بہائے تم دنیا کا مال و منال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی مصلحت چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے ضرور تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔

اس خطاب سراپا عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں جنہوں نے زیادہ تر مالی فائدہ اور دنیاوی مصلحت کو پیشِ نظر رکھ کر فدیہ کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا۔ سے مترشح ہوتا ہے۔ باقی جن حضرات نے محض دینی اور اُخروی مصالح کی بنا پر فدیہ کا مشورہ دیا تھا وہ فی الحقیقت اس عتاب میں داخل نہیں اور حضور پر نور نے محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بنا پر فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اور تاکہ دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصور

---

[1] سورۂ انفال، آیت: ۶۷ –

جود وکرم ہے اور غایت درجہ محمود ہے اور اپنے لئے مالی فائدے کو محوظ رکھنا یہ ناپسندیدہ ہے آیت میں عتاب ان لوگوں پر ہے جن کی زیادہ نظر مالی فائدہ پر تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صدیق اکبر عتاب ربانی سن کر رو پڑے، حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا:

ابکی للذی عرض علی اصحابك	تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب
من اخذهم الفداء لقد عرض	اللہ جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ سے روتا
علی عذابهم ادنی من هذه	ہوں میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت
الشجرة ۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۹۳)	کے قریب پیش کیا گیا۔

(فائدہ) عذاب فقط دکھلا دیا گیا، اتارا نہیں گیا مقصود فقط تنبیہ تھی۔ بعد ازاں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمر کے کوئی نہ بچتا، اور ایک روایت میں ہے کہ اور سوائے سعد بن معاذ کے۔[1]

چونکہ سعد بن معاذ کی بھی یہی رائے تھی کہ قتل کئے جائیں اس لئے حضرت عمر کے ساتھ ان کو مستثنیٰ کیا گیا۔ عبداللہ بن رواحہ اگرچہ فدیہ کے مخالف تھے مگر ان کا خیال یہ تھا کہ ان سب کو آگ میں جلا دیا جائے جس کو شریعت پسند نہیں کرتی اس لئے عبداللہ بن رواحہ کا ذکر نہیں کیا گیا چونکہ اس غزوہ سے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اور کافروں کی جڑ کاٹنی مقصود تھی۔ کما قال تعالیٰ:

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ	اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ حق کو اپنے وعدوں سے
بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ	ثابت کرے اور کافروں کی بیخ کنی کرے تاکہ علانیہ
لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ	طور پر حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا واضح
وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۞ [2]	ہو جائے اگرچہ مجرمین کو ناگوار ہو۔

اسی لئے اس غزوہ میں من جانب اللہ خاص طور پر مسلمانوں کو قتل مشرکین کا حکم دیا گیا تھا کما قال تعالیٰ

---

[1] زرقانی، ج: ۱، ص: ۴۴۲۔

[2] سورۃ انفال، آیۃ: ۷

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ ؂۱

کافروں کی گردنوں پر مارو اور ان کے سر پور کو کاٹ ڈالو۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ؂۲

پس جب کافروں سے جنگ کرو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کا خون خوب بہا چکو تو پھر ان کو قید کرو اور قید کرنے کے بعد یا تو ان پر احسان کر دیا ان سے فدیہ لے لو اور یہ حکم اس وقت تک ہے کہ جب لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک اعداء اللہ کی اس درجہ خونریزی نہ ہو جائے کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے اور حق کی ہیبت و دبدبہ قائم نہ ہو جائے اس وقت فدیہ لینا جائز نہیں۔ ہاں اسلام کی عظمت و ہیبت دبدبہ اور شوکت قائم ہو جانے کے بعد اگر فدیہ لے کر آزاد کر دیں تو مضائقہ نہیں

اس موقع پر منشاء خداوندی یہ تھا کہ کافی خونریزی کی جائے تاکہ دلوں میں اسلام کی ہیبت اور شوکت بیٹھ جائے اور کفر کی جڑ کٹ جائے اور آئندہ کے لئے کفر اسلام کے مقابلہ میں سر نہ اٹھا سکے۔ مسلمانوں نے چونکہ اعداء اللہ کی کافی خونریزی سے قبل فدیہ لیا اس لئے بارگاہِ خداوندی سے عتاب آیا۔ ؂۳

یہ وقت ترحم کا نہ تھا بلکہ شدت اور سختی کا تھا۔ وقال ابو الطیب

ووضع الندیٰ فی موضع السیف بالعلیٰ مضرٌّ کوضع السیف فی موضع الندیٰ

بخشش اور کرم کو تلوار کی جگہ رکھنا ایسا ہی مضر ہے جیسا کہ تلوار کو رحم اور کرم کی جگہ رکھنا مضر ہے۔

؂۱۔ سورۂ انفال، آیتہ ۱۲۔

؂۲۔ سورۂ محمد، آیتہ: ۴۔

؂۳۔ احکام القرآن للجصاص۔ ج ۳، ص ۷۱۔

دنیا کی کوئی حکومت بدون قتل اور خونریزی کے قوی اور مستحکم نہیں ہوسکتی ؎

لن یسلم الشرف الرفیع من الاذی ۔ حتّٰی یراق علی جوانبه الدم

یعنی شرف رفیع۔ ایذار سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کے اطراف جوانب میں خون نہ بہا دیا جائے

اسلام تو فقط مجرمین کے قتل کا حکم دیتا ہے لیکن جن حکومتوں کو تہذیب اور تمدن کا دعویٰ ہے وہ اپنا دبدبہ قائم کرنے کے خیال میں مجرم اور غیر مجرم کا کوئی فرق نہیں کرتیں۔ بلاکسی استثناء کے قتل عام کا حکم دے ڈالتی ہیں، جس میں بے قصور عورتیں اور بچے سب ہی شامل ہوتے ہیں اور اس مہذب لشکر سے جو حیا سوز افعال ظہور میں آتے ہیں وہ دنیا سے مخفی نہیں، مشین گنوں اور توپوں اور ہوائی جہازوں سے بمباری کرکے نہایت بے رحمی اور بے دردی کے ساتھ تمام شہر کو چند منٹ میں نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔

بحمد اللہ اسلام اس قساوت اور بے رحمی اور سنگدلی سے بالکل پاک اور منزہ ہے، اسلام نے جہاد میں جاتے وقت اپنے پیروؤں کو بچوں، عورتوں، بوڑھوں، راہبوں کے قتل کی سختی سے ممانعت کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ منجانب اللہ فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دے دیا گیا تھا تو پھر فدیہ لینے پر کیوں عتاب آیا۔ علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ وجعل الجنة مثواہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ اختیار فقط ظاہری اور صوری تھا۔ لیکن معنوی اور حقیقی لحاظ سے وہ اختیار (یعنی امتحان تھا کہ دیکھیں اعداء اللہ کے قتل کو اختیار کرتے ہیں یا سامان دنیا کو جیسا کہ ازواج مطہرات نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید نان و نفقہ کا تقاضہ کیا تو یہ آیت اُتری۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ ۔ اے نبی آپ اپنی عورتوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا

تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ [1]

کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو جوڑا دے کر مناسب طرح سے رخصت کردوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے عالم آخرت میں تم میں سے جو نیکوکار ہیں اُن کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت میں ظاہراً اگرچہ ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیا اور اُس کی زینت کو اختیار کریں اور خواہ اللہ اور اُس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کریں لیکن حقیقت میں یہ اختیار نہیں تھا بلکہ اختبار یعنی امتحان اور آزمائش تھی۔

اور جیسا کہ ہاروت ماروت کا تعلیم سحر کے لئے بابل میں اُتارنا محض فتنہ اور امتحان ابتلاء اور آزمائش کے لئے تھا۔ جادو کے سیکھنے اور نہ سیکھنے کا اختیار دینا مقصود نہ تھا۔

اور جیسا کہ شب معراج میں آپ کے سامنے شراب اور دودھ کے دو برتن پیش کئے گئے اور آپ نے دودھ کو اختیار کیا اس پر جبریل نے فرمایا کہ اگر آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی اُمت گمراہی میں پڑ جاتی۔

خلاصۂ کلام:۔ یہ کہ صدیق اکبرؓ اور دیگر صحابہ کرام نے جو فدیہ کا مشورہ دیا وہ محض دینی اور اُخروی مصلحت کی بنا پر تھا اور بعض نے زیادہ تر مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا اس لئے یہ آیت عتاب نازل ہوئی اور اس عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں کہ جن کو زیادہ تر مالی فائدہ پیش نظر تھا جیسا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا کے لفظ سے مترشح ہوتا ہے اور مطلب عتاب کا یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول کے اصحاب ہو کر دنیا کے فانی مال و متاع اور حقیر اسباب پر کیوں نظر کرتے ہو۔ اے اصحاب رسول تم جیسے سابقین اور مقربین کی شان جلیل اور منصب عالی کے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ دنیا حلال (مال فدیہ و غنیمت) پر نظر کرو باقی حضور پُر نور نے جو

[1] سورۃ الاحزاب، آیۃ : ۲۸، ۲۹۔

فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اس کا منشا محض صلہ رحمی اور رحم دلی تھا معاذ اللہ معاذ اللہ۔ حضور پُر نور اور صدیق اکبر کے سامنے ذرہ برابر بھی مالی فائدہ پیش نظر نہ تھا، اس لئے وہ اس عتاب میں داخل نہیں بارگاہ رسالت میں تو پوری دنیا ہی کا وجود و عدم برابر تھا وہاں فدیہ کے دراہم معدودہ پر کیا نظر ہوتی۔

فائدہ جلیلہ:۔ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں۔ اور کبھی اس اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن حق جل شانہ اپنے نبی کو کبھی اس خطا پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں لیکن انبیاء کرام کے اجتہاد اور مجتہدین کے اجتہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ نزول وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا اس لئے کہ حضور پُر نور نے جو اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ اسی فدیہ پہ قائم رہے بخلاف مجتہد کے کہ اگر اس کو اجتہاد کے بعد یہ ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد فلاں نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے جاننا چاہیے کہ نبی اور رسول کا اجتہاد وحی خفی ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ اگر حق جل شانہٗ نبی کے اجتہاد پر سکوت فرمائیں تو وہ اجتہاد۔ وحی خفی کے درجہ میں آ جاتا ہے اور اس کا وہی حکم ہوتا ہے کہ جو وحی جلی کا حکم ہوتا ہے اور نبی کے اجتہاد کے خلاف اگر کوئی وحی نازل ہو جاتی تو یہ جلی اس وحی خفی (یعنی اجتہاد نبوی) کے لئے ناسخ بن جاتی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لئے اور ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے ناسخ ہوتی ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کی نص اور وحی جلی، وحی خفی (یعنی اجتہاد نبوی) کی ناسخ ہوتی ہے اور نسخ کی حکمتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں، اللہ کے نبی نے غیر منصوص امر میں جو اجتہاد کیا وہ بھی حق تعالیٰ ہی کے غیبی اشارہ سے تھا لقولہ تعالیٰ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ آپ نے جو جو رائے اور مشورہ دیا وہ بھی اللہ کی ارادۃ اور اشارہ سے تھا۔ اور بعد میں جو اس کے خلاف حکم نازل

ہو اور وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور ایک حکم دوسرے حکم کے لئے ناسخ ہے۔ وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ۔ نبی سے اجتہاد میں کوئی خطار واقع ہو تو اللہ تعالیٰ ہی بذریعہ وحی اس پر تنبیہ کر سکتے ہیں۔ معاذ اللہ کسی انسان کی یہ مجال نہیں کہ وہ نبی اور رسول کے کسی اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کر سکے اللہ تعالیٰ کے سکوت اور تقریر کے بعد نبی کے اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کرنا ایسا ہی کفر ہے جیسا کہ وحی جلی پر تبصرہ اور تنقید کرنا کفر ہے مومن کی شان تو یہ ہے۔

زبان تازہ کردن باقرار تو نینگیختن علت از کار تو

یہ مقام نبوت اور بارگاہ رسالت ہے، کہ جہاں ہوائے نفسانی کا کوسوں اور منزلوں بھی گزر نہیں ایسے مقام میں گرفتاران ہوس کا دم مارنا کمال ابلہی و نادانی ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن

مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہو تو حضرات اہل علم شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت لبحر العلوم کی مراجعت کریں۔

نیز جاننا چاہیے کہ حضرات انبیار کی خطار اجتہادی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ حضرات انبیار غلطی سے حق کو چھوڑ کر باطل کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں بلکہ ان کی خطا کے معنی یہ ہیں کہ کسی وقت بھول چوک سے اولیٰ اور افضل کے خلاف اولیٰ کر بیٹھتے ہیں اور بجائے عزیمت کے رخصت پر عمل کر گزرتے ہیں جیسے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام ہر ایک کا اجتہاد ہوائے نفسانی سے پاک اور منزہ تھا اور ہر اجتہاد وحی خفی اور وحی باطنی تھا مگر وحی جلی نے قیاس سلیمانی کو قیاس داؤدی سے اولیٰ اور افضل قرار دیا۔ وحی جلی نے جو قیاس سلیمانی کی تحسین کی اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیاس داؤدی غلط تھا بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کے نزدیک قیاس سلیمانی بہ نسبت قیاس داؤدی کے زیادہ احسن اور اقرب الی مصالح الخصمین تھا معاذ اللہ ان دو قیاسوں میں وہ نسبت نہ تھی جو حق اور باطل میں ہوتی ہے بلکہ وہ نسبت تھی جو کامل اور اکمل اور فاضل اور افضل اور عالی اور اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ یا عزیمت اور رخصت میں ہوتی ہے اور فقہار حنفیہ نے جو قیاس جلی اور قیاس استحسان کی تقسیم فرمائی

ہے۔اس کا ایک ماخذ یہی قیاس داؤدی اور قیاس سلیمانی ہے ،اس ناچیز نے حضرات انبیاء کی خطاء اجتہادی کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ خیالی اور حاشیہ خیالی سے سمجھے ہیں حضرات مدرسین اصل کی مراجعت فرمائیں یہ ناچیز تو ترجمان محض ہے۔

مقدار فدیہ:- فدیہ کی مقدار علی حسب الحیثیت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی اور جو لوگ نادار تھے اور فدیہ نہیں ادا کرسکتے تھے وہ بلا کسی معاوضہ اور فدیہ کے آزاد کردیئے گئے۔

اور جو لوگ ان میں سے لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھیری کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں اور آزاد ہو جائیں یہی ان کا فدیہ ہے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا طبقات ابن سعد ص ۱۴ ج ۲ قسم اول سیرۃ ابن ہشام راجع ،زرقانی ص ۴۴۲ ج ۱ [1]

اسیران بدر میں۔ ابو عزّہ عمرو بن عبداللہ بن عثمان میں بھی فدیہ کی استطاعت نہ تھی اس لئے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نادار اور عیال دار ہوں مجھ پر احسان فرمایئے آپ نے احسان فرمایا اور بلا فدیہ لئے رہا کردیا۔ مگر یہ شرط فرمائی کہ ہمارے مقابلے میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ ابو عزہ نے اس شرط کو منظور کیا اور آپ کی شان میں کچھ مدحیہ اشعار بھی کہے لیکن اسلام نہیں لائے۔ جنگ احد میں بحالت کفر قتل ہوئے اور اسی طرح مطلب بن حنطب اور صیفی ابن ابی رفاعہ بلا فدیہ رہا کئے گئے [2]

جس وقت مکہ میں قریش کی ہزیمت اور شکست کی خبر پہنچی تو تمام شہر میں تہلکہ پڑ گیا سب سے پہلے مکہ میں حیسمان خزاعی پہنچا لوگوں نے کہا بتلاؤ کیا خبر ہے کہا مارا گیا، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم بن ہشام (یعنی ابوجہل) اور امیہ بن خلف اور زمعہ بن اسود اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج اور فلاں فلاں سرداران قریش صفوان بن امیہ اس وقت حطیم میں بیٹھا ہوا تھا سن کر یہ کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے بطور امتحان ذرا اس سے دریافت تو کرو کہ صفوان بن امیہ کہاں ہے

[1] زرقانی ج : ۱ ، ص : ۴۴۲

[2] سیرۃ ابن ہشام ، ج : ۲ ، ص : ۳۱

عیسمان نے کہا یہی تو صفوان بن امیہ ہے جو حطیم میں بیٹھا ہوا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے[۱]

ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابورافع نے بیان کیا کہ عباس کے گھرانے میں اسلام داخل ہو چکا تھا لیکن ہم لوگ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔

جب قریش جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو ہم خبروں کے منتظر رہتے تھے، عیسمان خزاعی نے آکر جب قریش کی شکست کی خبر سنائی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کو سن کر اپنے دل میں بے حد خوش ہوئے میں اس وقت زمزم کے سائبان کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور میری زوجہ ام فضل بھی وہیں تھیں اتنے میں ابولہب بھی آگیا۔

لوگوں نے ابوسفیان[۲] بن حارث کو سامنے سے آتے دیکھکر ابولہب سے کہا یہ ابوسفیان ہیں بدر سے واپس آئے ہیں۔ ابولہب نے ابوسفیان کو بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور بدر کا حال دریافت کیا۔ ابوسفیان نے کہا،

واللہ ماھو الا ان لقینا القوم فمنحنا ھم	خدا کی قسم کوئی خبر نہیں مگر یہ کہ ایک قوم سے ہم مقابل
اکتافنا یفتلون السلاح مناحیث شاؤا و	ہوئے اور اپنے مونڈھے ان کے حوالہ کئے جس طرح
یاسرونناکیف شاؤا وایم اللہ مع ذلك	چاہتے تھے وہ ہم میں ہتھیار چلاتے تھے اور جس طرح
مالمت الناس لقینا رجالا بیضا بیض	چاہتے تھے قید کرتے تھے اور اسی وجہ سے میں لوگوں
علی خیل بلق بین السماء والارض واللہ	کو ملامت نہیں کرتا خدا کی قسم سفید مرد بلق گھوڑوں
ماتلیق شیئا ولا یقوم لھا شئی ہ	پر سوار، آسمان اور زمین کے درمیان معلق۔ ہمارے

[۱] سیرۃ ابن ہشام، ص: ۲۶

[۲] ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم الہاشمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور رضاعی بھائی ہیں آپ کو ان کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا ہے فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ انھیں کے بارہ میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے یہ ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان بن الحارث سید فتیان اہل الجنۃ یعنی ابوسفیان بن حارث جوانان جنت سردار ہیں مفصل قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ فتح مکہ کے بیان میں آئے گا۔ ۱۲۔ اصابہ جلد ۴ ترجمان ابوسفیان بن حارث باب الکنی ۱۲

مقابل تھے خدا کی قسم وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتے تھے اور کوئی چیز ان کے سامنے نہیں ٹھہرتی۔

قال ابو رافع قلت واللہ تلك الملائكة ابو رافع کہتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم یہ فرشتے تھے۔

یہ سنتے ہی ابولہب اس قدر مشتعل ہوا کہ زور سے میرے ایک طمانچہ رسید کیا اور اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور مارنے کے لئے میرے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور میں کمزور بدن کا تھا۔

ام فضل اٹھیں اور ایک ستون اٹھا کر ابولہب کے سر پاس زور سے مارا کہ سر زخمی ہو گیا اور یہ کہا کہ اس کا آقا عباس رضی اللہ عنہ موجود نہ تھا اس لئے تو نے اس کو کمزور سمجھا۔

ابولہب پر ایک ہفتہ نہ گزرا کہ ایک طاعونی پھوڑے میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ لاش اس قدر متعفن ہو گئی تھی کہ کوئی قریب بھی نہیں جا سکتا تھا۔

تین دن کے بعد بیٹوں نے محض عار کے خیال سے ایک گڑھا کھدوا کر لاٹھیوں سے لاش کو دبوا دیا۔ [۱] وقال الہیثمی رواہ الطبرانی والبزار وفی اسنادہ حسین بن عبید اللہ وثقہ ابو حاتم وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات [۲]

بیان کیا جاتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس مقام سے گزرتیں جہاں ابولہب اس طرح سے مرا تھا تو کپڑے سے منہ ڈھانک لیتی تھیں [۳]

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دیار ثمود پر سے گزرے تو چہرۂ انور کو کپڑے سے چھپا لیا اور سواری کو تیز کر دیا۔ اشارہ اس طرف تھا کہ مواقع عذاب پر جب گزر ہو تو ایسا ہی کرنا چاہیے —

ام المؤمنین نے اسی سنت پر عمل فرمایا: [۴]

قریش کو جب اپنے خویش اور اقارب کے قتل کا حال معلوم ہوا تو نوحہ وزاری شروع ہو گئی ایک ماہ تک اسی طرح گریہ وزاری کرتے رہے بعد ازاں یہ منادی کرا دی گئی کہ کوئی شخص گریہ زاری

---

[۱] قال العلامۃ السیوطی اخرجہ ابن اسحق وابن سعد وابن جریر والحاکم والبیہقی وابو نعیم ۱۲ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۶

[۲] مجمع الزوائد ج: ۶، ص: ۸۹ -

[۳] البدایۃ والنہایۃ: ج: ۳، ص: ۳۰۹

[۴] زرقانی ج: ۱، ص: ۲۵۲ -

نہ کرے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کو جب خبر پہنچے گی تو بہت خوش ہوں گے۔ اور نہ کوئی اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فدیہ کی مقدار نہ بڑھا دیں۔[۱]

لیکن باوجود اس اعلان اور منادی کے مطلب بن ابی وداعہ چار ہزار درہم لے کر قریش سے پوشیدہ شب کو مدینہ روانہ ہوا، مدینہ پہنچ کر اپنے باپ ابو وداعہ کا فدیہ ادا کیا اور باپ کو چھڑا کر مکہ لے آیا۔ اس کے بعد سلسلہ پڑ گیا اور لوگوں نے اپنے اپنے قیدیوں کو فدیہ بھیج بھیج کر چھڑانا شروع کر دیا۔ ابن ہشام ص ۲۷ ج ۲۔

انھیں قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھے۔ نہایت زیرک اور فصیح اللسان تھے مجمعوں میں آپ کی مذمت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ سہیل کے نیچے کے دو دانت اکھاڑ ڈالوں تاکہ اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی موقع پر آپ کے خلاف زبان ہلا سکے۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ان کو چھوڑ دو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان سے کوئی خوشی دکھلائے (رواہ البیہقی فی الدلائل) اصابہ ترجمہ سہیل بن عمرو۔ چنانچہ صلح حدیبیہ انھیں کی سعی سے ہوئی جس کو اللہ نے فتح مبین فرمایا اور فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عمر کے جواب میں یہ فرمایا۔ لا اُمَثِّلُ بہ فیمثل اللہ بی وان کنت نبیا۔ میں کسی کا مثلہ نہیں کرتا۔ مبادا کہیں خدا تعالیٰ میرا مثلہ نہ کرے اگرچہ میں نبی ہوں۔

انھیں قیدیوں میں ابو سفیان بن حرب کا بیٹا عمرو بھی تھا۔ جب ابو سفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کو فدیہ دے کر چھڑا لو تو ابو سفیان نے یہ جواب دیا کہ ایسے ممکن ہے کہ میرا آدمی بھی مارا جائے اور فدیہ بھی دوں۔ میرا ایک بیٹا حنظلہ تو قتل ہو گیا اور دوسرے عمرو کا فدیہ دوں جب تک چاہیں قید رکھیں اسی اثناء میں سعد بن نعمان انصاری مدینہ سے مکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ابوسفیان

---

[۱] زرقانی۔ ج: ۱۔ ص: ۴۵۲

[۲] ابن ہشام، ج: ۲، ص: ۲۷۔

نے ان کو اپنے بیٹے کے معاوضہ میں پکڑ لیا۔

انصار کی درخواست پر آپ نے عمرو بن ابی سفیان کو دے کر سعد کو چھڑا لیا۔[۱]

انھیں قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔ آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں آپ کی زوجیت میں تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ ابو العاص کی خالہ تھیں ان کو بمنزلہ اولاد کے سمجھتی تھیں خود حضرت خدیجہ نے اب سے لیکر بعثت سے قبل زینبؓ کا عقد ابو العاص سے کیا تھا، ابو العاص۔ مالدار اور امانت دار اور بڑے تاجر تھے، بعثت کے بعد حضرت خدیجہ اور آپ کی کل صاحبزادیاں ایمان لائیں مگر ابو العاص شرک پر قائم رہے۔

قریش نے ابو العاص پر بہت زور دیا کہ ابولہب کے بیٹوں کی طرح تم بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو جہاں چاہو گے وہاں تمہارا نکاح کردیں گے لیکن ابو العاص نے صاف انکار کر دیا اور کہدیا کہ زینب جیسی شریف عورت کے مقابلے میں دنیا کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا

جب قریش جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو ابو العاص بھی اُن کے ہمراہ تھے منجملہ اور لوگوں کے آپ بھی گرفتار ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب نے اپنے شوہر ابو العاص کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو دیکھکر آبدیدہ ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو۔

اسی وقت تسلیم اور انقیاد کی گردنیں خم ہو گئیں قیدی بھی رہا کر دیا گیا اور ہار بھی واپس ہو گیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے یہ وعدہ لے لیا کہ مکہ پہنچ کر زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ ابو العاص نے مکہ پہنچ کر زینب کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور اپنے بھائی کنانہ

---

[۱] ابن ہشام، ج: ۲، ص: ۲۶۔

بن ربیع کے ہمراہ روانہ کیا۔

کنانہ نے عین دوپہر کے وقت حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہاتھ میں تیر کمان لی۔
اور روانہ ہوئے آپ کی صاحب زادی کا علی الاعلان مکہ سے روانہ ہونا قریش کو بہت شاق معلوم
چنانچہ ابوسفیان وغیرہ نے ذی طوی میں آکر اونٹ کو روک لیا۔ اور یہ کہا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی بیٹی کو روکنے کی ضرورت نہیں لیکن اس طرح علانیہ طور پر لے جانے میں ہماری ذلت ہے مناسب
یہ ہے کہ اس وقت تو مکہ واپس چلو اور رات کے وقت لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کنانہ نے اس کو منظور
کیا۔ ابوسفیان سے پہلے ھبّار بن اسود (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئے) جاکر اونٹ روکا اور حضرت
زینب کو ڈرایا۔ خوف سے حمل ساقط ہو گیا۔ اس وقت کنانہ نے تیر کمان سنبھالی اور یہ کہا کہ جو
شخص اونٹ کے قریب بھی آئے گا تیروں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔

الغرض کنانہ مکہ واپس آگئے اور دو تین راتیں گزرنے پر شب کو روانہ ہوئے۔

ادھر رسول اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ تم جاکر مقام بطن
یا جج میں ٹھہرو جب زینبؓ آجائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے آنا۔

یہ لوگ بطن یا جج پہنچے اور اُدھر سے کنانہ بن ربیع آتے ہوئے ملے۔ کنانہ وہیں سے واپس
ہو گئے اور زید بن حارثہ مع اپنے رفیق کے صاحب زادی کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے جنگ بدر کے
ایک ماہ بعد مدینہ پہنچیں۔

صاحب زادی آپ کے پاس رہنے لگیں اور ابوالعاص مکہ میں مقیم رہے۔ فتح مکہ سے قبل ابوالعاص
بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ اہلِ مکہ کو آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد تھا اس
لئے اور لوگوں کا سرمایہ بھی شریک تجارت تھا۔

شام سے واپسی میں مسلمانوں کا ایک دستہ مل گیا اس نے تمام مال و متاع ضبط کر لیا۔ اور
ابوالعاص چھپ کر مدینہ حضرت زینب کے پاس آپہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت زینب نے

عورتوں کے چبوترہ سے آواز دی، اے لوگو میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اورارشاد فرمایا :

ایھا الناس ھل سمعتم ما سمعت	اے لوگو کیا تم نے بھی سنا ہے جو میں نے سُنا
قالوا نعم قال اما والذی نفسی	لوگوں نے کہا۔ ہاں ،آپ نے فرمایا قسم ہے اُس
بیدہ ما علمت بشیٔ من ذلک	ذات پاک کی کہ محمد کی جان اس کے ہاتھ میں ہے
حتی سمعت ما سمعتم انہ یجیر	مجھکو اس کا مطلق علم نہیں جو اور جس وقت تم نے
علی المسلمین ادناھم ۔	سُنا دہی میں نے سُنا ،تحقیق خوب سمجھ لو کہ مسلمانوں

میں کا ادنٰی سے ادنٰی اور کمتر سے کمتر بھی پناہ دے سکتا ہے۔

اور یہ فرماکر صاحب زادی کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ اے بیٹی اس کا اکرام کرنا مگر خلوت نہ کرنے پائے کیونکہ تو اس کے لئے حلال نہیں۔ یعنی تو مسلمان ہے اور وہ مشرک اور کافر۔ اور اہلِ سریہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو اس شخص (یعنی ابو العاص) کا تعلق ہم سے معلوم ہے اگر مناسب سمجھو تو ان کا مال واپس کردو ورنہ وہ اللہ کا عطیّہ ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمایا ہے۔ لو تم ہی اس کے مستحق ہو۔

سُنتے ہی صحابہ نے کل مال واپس کردیا، کوئی ڈھول لاتا تھا اور کوئی رسّی، کوئی لوٹا اور کوئی چمڑے کا ٹکڑا۔ غرض یہ کہ کل مال ذرّہ ذرّہ کرکے واپس کردیا۔

ابو العاص کل مال لے کر مکّہ روانہ ہوئے اور جس جس کا حصّہ تھا اس کا پورا کیا۔ جب شرکاء کے حصّے دے چکے تو یہ فرمایا:

یا معشر قریش ھل بقی لاحد منکم	اے گروہ قریش کیا کسی کا کچھ مال میرے ذمّہ
عندی مال یاخذہ قالوا لا	باقی رہ گیا ہے جو اس نے وصول نہ کرلیا ہو۔
فجزاك الله خیرا فقد وجدناك	قریش نے کہا نہیں۔ پس اللہ تجھکو جزائے خیر دے

وفیا کریما قال فانا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ واللہ ما منعنی من الاسلام عندہ الا تخوف ان آکل اموالکم فلما اذا ھا اللہ الیکم وفرغت منھا اسلمت

تحقیق ہم نے تجھکو وفادار اور شریف پایا۔ کہا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں میں اب تک فقط اس لئے مسلمان نہیں ہوا کہ لوگوں یہ گمان نہ کریں کہ میں نے مال کھانے کی خاطر ایسا کیا ہے جب اللہ نے تمہارا مال تم تک پہنچا دیا اور میں اس ذمہ داری سے سبکدوش کیا تب مسلمان ہوا۔

بعد ازاں ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ چلے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت زینب کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔ [1]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اوّل کافی سمجھا گیا کوئی جدید نکاح نہیں ہوا اور بعض روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جدید نکاح ہوا اور فقہا کے نزدیک یہی روایت صحیح ہے اس لئے کہ اگر پہلا نکاح کافی ہوتا تو آپ صاحبزادی سے یہ نہ فرماتے کہ تو اس کے لئے حلال نہیں۔

انھیں قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے، جن کو کعب بن عمرو ابو الیسر رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا حضرت عباس قوی اور جسیم تھے ابو الیسر رضی اللہ عنہ نحیف الجسم اور ضعیف القوی اور قصیر القامت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو الیسر تو نے عباس کو کیسے گرفتار کیا۔ ابو الیسر نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے میری امداد کی کہ جس کو میں نے کبھی نہ اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں اور اس کی ہیئت ایسی اور ایسی تھی آپ نے فرمایا:

لقد اعانک علیہ ملک کریم　　تحقیق ایک محترم فرشتے نے تیری امداد کی۔

یہ روایت مسند احمد اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں ابن عباس سے مروی ہے اور دلائل بیہقی

[1] سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۸

اور دلائل ابی نعیم میں حضرت علی سے مروی ہے علاوہ ازیں اور بھی مختلف طُرق سے یہ روایت مروی ہے[۱] اور معجم طبرانی میں خود ابوالیسرؓ سے اور مسند احمد میں براء بن عازبؓ سے مروی ہے۔ فتح الباری باب شہود الملائکۃ بدرکے ایک باب بعد حافظ ہیثمی فرماتے ہیں. رواہ احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح غیر حارثۃ بن مضرب وھو ثقہ مجمع الزوائد باب غزوۃ بدر۔

حضرت عباس کی بندش ذرا سخت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عباس کی کراہنے کی آواز سنی تو نیند اڑ گئی انصار کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کی گرہ کھول دی اور مزید برآں یہ درخواست کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے[۲] عباس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپ نے یہ جواب دیا۔

واللہ لا تذرن منہ درھما خدا کی قسم اس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

حضرت عباس سے جب فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو اپنی ناداری کا عذر کیا آپ نے فرمایا اچھا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور تمہاری بیوی اُمّ فضل نے مل کر دفن کیا تھا۔

حضرت عباس سنتے ہی حیران رہ گئے اور عرض کیا بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں میرے اور اُمّ فضل کے سوا کسی کو بھی اس کا علم نہ تھا. حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے ۔مستدرک ترجمۃ العباسؓ دلائل ابی نعیم میں باسناد حسن ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس پر سو اوقیہ اور عقیل بن ابی طالب پر اسی اوقیہ[۳] فدیہ لگایا۔ (تمام قیدیوں میں سب سے زائد فدیہ حضرت عباس کا تھا)

حضرت عباس نے عرض کیا کہ کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے میرا فدیہ اس قدر زائد تجویز کیا ہے یعنی قرابت کا اقتضاء تو یہ تھا کہ آپ میرے فدیہ میں تخفیف فرماتے۔ لیکن بجائے تخفیف

---

[۱] الخصائص الکبریٰ۔ ج ۱، ص ۲۰۲

[۲] انصار نے حضرت عباس کو بھانجا اس لئے کہا کہ حضرت عباس کی دادی۔ عبدالمطلب کی والدہ انصار میں کی تھیں فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۲ اور بھانجا کہنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اس پر فدیہ چھوڑنے کا احسان ہماری گردن پر ہے نہ کہ آپ کی ذات بابرکات پر اس لئے کہ یہ فدیہ ہم اپنا بھانجا ہونے کی حیثیت سے چھوڑتے ہیں آپ کے چچا ہونے کی حیثیت سے نہیں، یہ حضرات انصار کا سلیقہ اور حسن ادب تھا رضی اللہ عنہم [۳] ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

کے آپ نے میرے فدیہ کی مقدار سب سے زائد کر دی، اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ [۱]

اے نبی آپ ان قیدیوں سے کہدیجیے جو آپ کے قبضہ میں ہیں کہ (تم اس فدیہ پر کچھ افسوس نہ کرو) اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں کچھ بھلائی دیکھے گا یعنی دل سے اسلام لے آئیں گے تو جو تم سے لیا گیا ہے۔ اُس سے کہیں زائد اور بہتر تم کو عطا فرما دے گا اور تمھاری مغفرت بھی فرمائے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت عباس بعد میں فرمایا کرتے تھے کاش مجھ سے اس وقت سے اضعاف مضاعفہ فدیہ لیا جاتا ہے۔ [۲]

حق جل وعلا نے جتنا مجھ سے لیا اس سے بہتر اور زائد مجھکو دے دیا۔ سنو اوقیہ کے بدلہ میں سنو غلام عطا فرمائے جو سب کے سب تاجر ہیں یہ وعدہ حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں پورا فرما دیا۔ دوسرا وعدہ مغفرت کا تھا اس کا میں امیدوار ہوں [۳]

یہ ناچیز کہتا ہے (غفر اللہ لہ) انشاء اللہ تعالیٰ یہ دوسرا وعدہ بھی ضرور پورا ہو گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ اور یہ کلمہ انشاء اللہ تبرکاً کہتا ہوں نہ کہ تعلیقاً۔

اسیرانِ بدر میں نوفل بن حارث بھی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فدیہ دینے کو کہا تو یہ جواب دیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جو فدیہ میں دے سکوں۔

آپ نے فرمایا وہ نیزے کہاں ہیں جو تم جدہ میں چھوڑ آئے ہو نوفل نے کہا بخدا اللہ کے بعد میرے سوا کسی کو بھی اُن کا علم نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

---

[۱] سورۂ انفال، آیۃ ۷۰۔

[۲] فتح الباری ۔ ج ۷، ص ۲۴۸۔

[۳] درمنثور ۔ ج ۳، ص ۲۰۴

نوفلؓ نے وہ نیزے فدیہ میں دیئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ آپ نے حضرت عباسؓ اور نوفلؓ کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا اور زمانۂ جاہلیت میں بھی دونوں آپس میں دوست تھے اور تجارت میں شریک رہتے تھے۔ مستدرک، ترجمہ نوفل بن حارثؓ۔

عمیر بن وہب جمحی اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا مکہ کے زمانۂ قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذائیں پہنچائی تھیں قیدیوں میں اس کا بیٹا وہب بن عمیرؓ بھی تھا۔

ایک دن عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صفوان نے مقتولین بدر کا تذکرہ کرکے کہا کہ اب زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ سرداران قریش کے قتل ہو جانے کے بعد حقیقت میں زندگی کا مزہ ہی جاتا رہا۔ اگر میرے ذمہ قرض اور بچوں کا فکر نہ ہوتا تو ابھی جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر آتا۔ صفوان بہت خوش ہوا۔ اور کہا تیرا قرض اور اہل وعیال کی خبرگیری سب میرے ذمہ ہے اور اسی وقت صفوان نے تلوار صیقل کرائی اور زہر میں بجھا کر عمیر کردی عمیر مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر اونٹ ٹھہرایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ کسی ناپاک ارادہ سے آیا ہے۔ اسی وقت حضرت عمرؓ نے اس کی تلوار کا پرتلہ پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے آپ کے سامنے لا کھڑا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اسے چھوڑ دو اور عمیر سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا اپنے قیدی کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا سچ کہو کیا اس لئے آئے ہو، سچ بتلاؤ کہ تم نے اور صفوان نے حطیم میں بیٹھ کر کیا مشورہ کیا تھا عمیر نے گھبرا کر کہا میں نے کیا مشورہ کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تو نے میرے قتل کا ذمہ لیا تھا، اس شرط پر کہ صفوان تیرے اہل وعیال کی خبرگیری کرے اور تیرا قرض ادا کرے۔ عمیر نے کہا:

اشهد انك رسول الله. ان هذا	میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول
الحديث كان بيني وبين صفوان	ہیں اس واقعہ کا سوائے میرے اور صفوان کے

فی الحجر لم یطلع علیه احد | کسی کو علم نہ تھا۔ پس اللہ ہی نے آپ کو اس کی
غیری وغیرہ فاخبرك به فآمنت | خبر دی پس ایمان لایا میں اللہ اور اس کے
باللہ ورسولہ ○ | رسول پر۔

یہ روایت معجم طبرانی میں انس بن مالکؓ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے اور دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں مرسلاً مذکور ہے[۱]

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عمیر نے یہ کہا:

واللہ انی لاعلم ما آتاك به الا | قسم ہے اللہ کی میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا
اللہ فالحمد للہ الذی هدانی | کسی نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں کی پس شکر
للاسلام وساقنی هذا المساق ثم تشهد | ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت دی اور مجھکو یہاں کھینچ کر لایا اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اپنے بھائی کو دین کی باتیں سمجھاؤ اور قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی چھوڑ دو اسی وقت قیدی عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیا گیا۔

عمیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اللہ کے نور کے بجھانے کی بہت کوشش کی اور جن لوگوں نے اللہ عزوجل کے دین کو قبول کیا، ان کو طرح طرح سے ستایا۔ اب مجھکو اجازت دیجیے کہ مکہ جا کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوگوں کو بلاؤں اور اسلام کی دعوت دوں شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اور اللہ کے دشمنوں کو ستاؤں جیسا کہ اس سے قبل اللہ کے دوستوں کو ستایا آپ نے اجازت دی۔

عمیر مدینہ سے روانہ ہوئے اور صفوان بن امیہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا تھا۔ اے لوگوں چند روز میں میں تم کو ایسی بشارت سناؤں گا جو تم کو بدر کا صدمہ بھلا دے گی اور ہر وارد و صادر سے عمیر کی خبریں دریافت کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ عمیر کی اسلام لانے کی خبر پہنچی۔ صفوان یہ خبر سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔

---

[۱] الخصائص الکبریٰ۔ ج: ۱، ص: ۲۰۸

اور قسم کھائی کہ خدا کی قسم عمیر سے بات بھی نہ کروں گا اور نہ اسے کبھی کوئی نفع پہنچاؤں گا۔ عمیرؓ مکہ پہنچے اور دعوتِ اسلام میں مصروف ہوگئے بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے مسلمان ہوگئے اور جو لوگ اسلام کے دشمن تھے اُن کو خوب ستایا۔

صلاۃ العید

بدر سے مراجعت کے بعد شوال کی یکم کو آپ نے عید کی نماز ادا فرمائی۔ یہ پہلی عید الفطر تھی۔ (زرقانی جلد اوّل۔ ص ۴۵۴)

فضائلِ بدریین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں (مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گا) حضرت عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لعل اللہ اطلع الی اھل بدر	تحقیق اللہ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی
فقال اعملوا ما شئتم فقد	اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو۔ جنت تمہارے
وجبت لکم الجنۃ ۔	لئے واجب ہو چکی ہے۔

(بخاری شریف باب فضل من شہد بدرا)

معاذ اللہ۔ اعملوا ما شئتم (جو چاہے کرو) سے اہلِ بدر کو گناہوں کی اجازت دینا مقصود نہیں بلکہ ان کے صدق اور اخلاص کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بارگاہِ خداوندی

لے۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بجائے لعل اللہ الخ کے ان اللہ اطلع علی اہلِ بدر الخ لفظان کے ساتھ روایت آئی ہے۔ اس لئے ترجمہ میں لفظ تحقیق کا استعمال کیا گیا۔ (فتح الباری ج، ص ۲۳۴)

میں اہل بدر کی مخلصانہ جانبازی اور مجاہدانہ اور والہانہ سرفروشی مسلّم ہو چکی ہے۔ مرتے دم تک اِن لوگوں کا قدم جادۂ محبت و وفا سے کبھی ڈگمگانے والا نہیں ان کے قلوب اللہ اور اُس کے رسول کی محبت اور اطاعت سے لبریز ہیں معصیت اور نافرمانی کی اِن کے دلوں میں کہیں گنجائش نہیں اگر مقتضائے بشریت کسی وقت کوئی معصیت صادر ہو جائے گی تو فوراً توبہ اور استغفار کی طرف رجوع کریں گے۔ بہر حال اہل بدر جو کچھ بھی کریں جنت ان کے لئے واجب ہے اطاعت کریں گے تب جنت واجب ہے اور اگر بالفرض بمقتضائے بشریت معصیت کر بیٹھیں گے تو فوراً توبہ اور استغفار اور تضرع اور ابتہال کریں گے جس سے ان کے لئے جنت اور مغفرت واجب ہو جائے گی بلکہ عجب نہیں کہ اور درجے بلند ہو جائیں جیسا کہ آدم علیہ السّلام کے توبہ سے اور درجے بلند ہوئے۔ تفصیل کے لئے مدارج السالکین کی مراجعت کریں)۔

بارگاہ خداوندی سے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ کا خطاب اُنھیں حضرات کو ہو سکتا ہے جن کے قلوب حق جل وعلا کی محبت و عظمت، خوف اور خشیت رغبت اور ہیبت سے لبریز ہوں اور ایسے ہی جنت کی بشارت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جن کو ہر وقت اپنے نفس سے نفاق کا اندیشہ رہتا ہو۔ (ہذا توضیح ما قالہ الحافظ ابن قیم فی شرح ہذا الحدیث فی کتاب الفوائد ص ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لن یدخل النار احد شھد بدرا۔ — جو شخص بدر میں حاضر ہوا وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہے سند اس کی شرط مسلم پر ہے۔ فتح الباری باب فضل من شہد بدرا۔

رفاعہ رافع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السّلام نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سب سے افضل اور بہتر۔ جبرئیل نے کہا اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر

ہیں۔ (صحیح بخاری باب شہود الملائکۃ بدرا)

تعدادِ بدریین

حضرات بدریین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں مشہور تو یہ کہ تین سو تیرہ تھے۔

اشتباہ اور اختلاف کی وجہ سے محدثین کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں سب کو جمع کر دیا اور تین سو ترسٹھ ۳۶۳ نام شمار کرائے تاکہ کسی قول کی بنا پر بھی کوئی نام رہنے نہ پائے۔ احتیاطاً سب کو ذکر کر دیا۔ یہ مطلب نہیں کہ بدریین کی تعداد تین سو ترسٹھ ۳۶۳ ہے۔ مسند احمد اور مسند بزار اور معجم طبرانی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے۔

ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دُور چل کر اصحاب کو شمار کرنے کا حکم دیا۔ جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے آپ نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو۔ دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دُور سے دُبلے اُونٹ پر ایک شخص سوار آتا ہوا نظر آیا۔ اُس کو شامل کر کے تین سو پندرہ ۳۱۵ ہوئے۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی۔)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے (رواہ البیہقی و اسنادہ حسن)

یہ تین روایتیں ہیں لیکن حقیقت میں سب متفق اور متحد ہیں اس لئے کہ اگر اُس آخری شخص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے اور اگر اُس آخری شخص اور آپ کی ذات بابرکات علیہ افضل الصلوات والتحیات کو صحاب کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر تعداد تین سو تیرہ ہے اس سفر میں کچھ صغیر السن یعنی کم عمر بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے جیسے براء بن عازب عبداللہ بن عمر۔ انس بن مالک۔ جابر بن عبداللہ۔ مگر ان کو قتال کی اجازت نہ تھی۔

اگر ان کم سن بچوں کو بھی بدریین میں شمار کر لیا جائے تو پھر تعداد تین سو انیس ۳۱۹ ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو انیس تھے۔

براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن میں اور ابن عمر چھوٹے سمجھے گئے اُس روز مہاجرین ساٹھ سے کچھ اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس سے کچھ زائد تھے۔ (بخاری شریف)

براء ابن عازب فرماتے ہیں ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس ۳۱۰ سے کچھ زیادہ تھے جتنے طالوت کے ساتھ تھے جنھوں نے نہر کو پار کیا۔ اور خدا کی قسم نہر سے وہی لوگ پار ہوئے جو بڑے پکے مؤمن اور مخلص تھے۔ (بخاری شریف)

یہ تمام تفصیل فتح الباری باب عدۃ اصحابِ بدر میں مذکور ہے[۵۱]

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے ستر جن بھی حاضر ہوئے تھے۔ اھ

آٹھ آدمی ایسے تھے کہ جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے لیکن اہلِ بدر میں شمار کئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مالِ غنیمت میں سے ان کو حصّہ عطا فرمایا:

(۱)۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کو رسول اللہ علیہ وسلّم حضرت رقیہ علالت کی وجہ سے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

(۲)، (۳)۔ طلحہ اور سعید بن زید۔ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

(۴)۔ ابولبابہ انصاریؓ کو روحا سے مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

(۵)۔ عاصم بن عدیؓ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

(۶)۔ حارث بن حاطب بنی عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی بات پہنچی تھی، اس لئے آپ نے حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

۵۱۔ فتح الباری۔ ج ۷، ص ۲۲۶

(۷)۔ حارث بن صمہؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحا سے واپس فرمادیا تھا۔

(۸)۔ خوات بن جبیرؓ پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دیئے گئے تھے۔

یہ ابن سعد کا بیان ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کا بھی حصہ لگایا جو اس وقت حبشہ میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن مالکؓ یعنی سہلؓ کے والد نے راستہ میں انتقال فرمایا۔ اور صبیحؓ مولیٰ احیحہ بیماری کی وجہ سے واپس ہوئے [۱]

جریدۂ اسماء حضرات بدریین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا معہم اجمعین

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام فرمایا ہے مگر حروف تہجی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا اور اہلِ بدر میں سے صرف چوالیسؓ نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے جو ان کی شرائط صحت و استناد کے مطابق تھے [۲]

علامہ دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں اسماء بدریین کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے [۳]

جریدۂ اسماء حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا معہم اجمعین

آمین یارب العالمین

سید المهاجرين وامام البدريين واشرف الخلائق اجمعين خاتم الانبياء المرسلين سَيِّدُنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

---

[۱] ۔ زرقانی ۔ ج ۱، ص : ۴۰۹

[۲] ۔ فتح الباری ۔ ج : ۷، ص ، ۲۵۳

[۳] ۔ زرقانی ۔ ج ، ۱ ، ص ، ۴۰۹

عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَشرف وکرم۔ الی یَومِ الدِّین ۰

(۱)۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲)۔ ابو حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳)۔ ابو عبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴)۔ ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵)۔ حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶)۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷)۔ انسہ حبشی مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۸)۔ ابو کبشۃ فارسی مولیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۹)۔ ابو مرثد کنّاز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰)۔ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی کناز بن حصن کے بیٹے۔
(۱۱)۔ عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں بھائی۔
(۱۲)۔ طفیل بن حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ
اور
(۱۳)۔ حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴)۔ مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵)۔ ابو حذیفۃ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶)۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷)۔ صبیح مولیٰ ابی العاص امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸)۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹)۔ عکّاشۃ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰)۔ شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی۔
(۲۱)۔ عقبۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲)۔ یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۳)۔ ابوسنان بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی عکاشۃ بن محصن رضی اللہ عنہ کے بھائی۔
(۲۴)۔ سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی ابوسنان بن محصن کے بیٹے اور عکاشۃ کے بھتیجے۔
(۲۵)۔ محرز بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۶)۔ ربیعۃ بن اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۷)۔ ثقف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں بھائی۔ لـہ
(۲۸)۔ مالک بن عمرو رضی تعالیٰ عنہ

لـہ۔ یہ خباب۔ عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام ہیں خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سابقین اولین میں سے ہیں ان کے علاوہ ہیں فقط نام میں اشتراک ہے۔

(۲۹)۔ مدلج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۰)۔ سوید بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۱)۔ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۲)۔ جناب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۳)۔ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۴)۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۵)۔ سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
(۳۶)۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۷)۔ سُوَیبط بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳۸)۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۹)۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی ....
(۴۰)۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۱)۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۲)۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۳)۔ مسعود بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۴)۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۵)۔ خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۶)۔ بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۴۷)۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۸)۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۹)۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۰)۔ ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۱)۔ شماش بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۲)۔ ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۳)۔ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۴)۔ معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۵)۔ زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی۔
(۵۶)۔ مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(۵۷)۔ عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ اور ان کے بھائی۔
(۵۸)۔ عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۹)۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۰)۔ خولی بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۱)۔ مالک بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۲)۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۳)۔ عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۴)۔ عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۵)۔خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۶)۔ایاس " رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۷)۔سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۸)۔عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے۔
(۶۹)۔سائب بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۰)۔قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۱)۔عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۲)۔معمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۷۳)۔خنیس بن خدافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۴)۔ابو سبرۃ بن ابی رُھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۵)۔عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۶)۔عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۷)۔عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۷۸)۔سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۹)۔ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۸۰)۔عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۸۱)۔سہیل[۵۶] بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی۔
(۸۲)۔صفوان[۵۶] بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸۳)۔عمرو بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸۴)۔وہب[۵۷] بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸۵)۔حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸۶)۔عیاض بن ابی زھیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جریدۂ اسماء حضرات بدریین انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم
وعنا معہم اجمعین آمین یا رب العالمین

(۱)۔سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲)۔عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی سعد

۵۶۔ سہیل اور صفوان کے باپ کا نام وہب ہے اور ماں کا نام بیضاء ہے پسران بیضاء کے نام سے مشہور ہیں۔
۵۷۔ ابن ہشام فرماتے ہیں یہ تین ابن اسحٰق نے تو نہیں ذکر کئے لیکن اور بہت سے اہل علم نے ان تین کو بھی بدریین میں شمار کیا ہے۔سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۹ تا ج ۲ ص ۴۲

بن معاذ کے بھائی۔

(۳)۔ حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی سعد بن معاذ کے بھتیجے۔

(۴)۔ حارث بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵)۔ سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶)۔ سلمۃ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷)۔ عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸)۔ سلمۃ بن ثابت بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹)۔ رافع بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰)۔ حارث بن خزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱)۔ محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲)۔ سلمۃ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳)۔ ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴)۔ عبید بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵)۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶)۔ قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷)۔ عبید بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸)۔ نصر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۹)۔ معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰)۔ عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱)۔ مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۲)۔ ابوعبس بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳)۔ ابوبردہ ہانی بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۴)۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۵)۔ معتب بن قشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶)۔ عمرو بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷)۔ سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸)۔ مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۹)۔ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۰)۔ سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۱)۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۲)۔ رافع بن عنجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۳)۔ عبید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۴)۔ ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۵)۔ ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۶)۔ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۷)۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۸)۔ عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۹)۔ انیس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۰)۔ معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱؎۔ عنجدہ ماں کا نام ہے، باپ کا نام عبدالحارث تھا۔ ۱۲

(۴۱)۔ ثابت بن اقزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۲)۔ عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۳)۔ زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۴)۔ ربعی بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۵)۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۶)۔ عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۷)۔ ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۸)۔ ابوحنۃ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی ابوضیاح کے بھائی...

(۴۹)۔ سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵۰)۔ حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی خوات بن جبیر بن النعمان اور

عبداللہ بن جبیر بن النعمان کے چچا

(۵۱)۔ خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۲)۔ منذر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۳)۔ ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۴)۔ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۵)۔ منذر بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۶)۔ مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۷)۔ حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۸)۔ تمیم مولیٰ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵۹)۔ جبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۰)۔ مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۱)۔ نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۲)۔ خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۳)۔ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۴)۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۵)۔ خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۶)۔ بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۷)۔ سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۸)۔ سبیع بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۹)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دونوں بھائی

(۷۰)۔ عبداللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۱)۔ یزید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۲)۔ خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷۳)۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۴)۔ حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دونوں بھائی

(۷۵)۔ سفیان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۶)۔ تمیم بن یعار رضی تعالیٰ عنہ

(۷۷)۔ عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷۸)۔ زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷۹)۔ عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۰)۔ عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۱)۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے۔

(۸۲)۔ اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۳)۔ زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۴)۔ عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۵)۔ رفاعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۶)۔ عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۷)۔ معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۸)۔ عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۹)۔ نوفل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹۰)۔ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹۱)۔ اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹۲)۔ نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹۳)۔ ثابت بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹۴)۔ مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹۵)۔ ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۶)۔ ورقہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
} دونوں بھائی ہیں

(۹۷)۔ عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربیع اور ورقہ کے بھائی ہیں یا حلیف علی اختلاف الاقوال

(۹۸)۔ مجذر بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۹۹)۔ عباد بن خشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[illegible]

(۱۰۰)۔ نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۱)۔ عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
} دونوں بھائی ہیں

(۱۰۲)۔ عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰۳)۔ ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۰۴)۔ منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۰۵)۔ ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰۶)۔ مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰۷)۔ عبد ربہ بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰۸)۔ کعب بن جماز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰۹)۔ ضمرۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۰)۔ زیاد " " رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۱)۔ بسبس " " رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۲)۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۳)۔ قراش بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۴)۔ حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۵)۔ عمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۶)۔ تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۷)۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۸)۔ معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱۹)۔ معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۰)۔ خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۱)۔ عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲۲)۔ حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲۳)۔ ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲۴)۔ عمیر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۵)۔ بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۶)۔ طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۷)۔ طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۸)۔ سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۹)۔ عبداللہ بن جد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳۰)۔ عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳۱)۔ جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳۲)۔ خارجہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳۳)۔ عبداللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳۴)۔ یزید المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳۵)۔ معقل بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳۶)۔ عبداللہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳۷)۔ ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(۱۳۸)۔ سواد بن رزیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۳۹)۔ معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۰)۔ عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۱)۔ عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۲)۔ جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۳)۔ خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۴)۔ نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۵)۔ ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۶)۔ سُلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۴۷)۔ قطبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۴۸)۔ عنترہ مولیٰ سُلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۹)۔ عبس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۰)۔ ثعلبۃ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۱)۔ ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۵۲)۔ سہل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۳)۔ عمرو بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۴)۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۵)۔ قیس بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۶)۔ حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۷)۔ جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵۸)۔ سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۵۹)۔ عقبۃ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶۰)۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶۱)۔ مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶۲)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶۳)۔ اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶۴)۔ فاکہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶۵)۔ معاذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶۶)۔ عائذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(دونوں بھائی ہیں)

(۱۶۷)۔ مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶۸)۔ رفاعۃ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶۹)۔ خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(دونوں بھائی ہیں [illegible])

(۱۷۰)۔ عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷۱)۔ زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷۲)۔ فروۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۷۳)۔ خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷۴)۔ جبلۃ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷۵)۔ عطیہ بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷۶)۔ خلیفۃ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷۷)۔ عمارۃ حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۷۸)۔ سراقۃ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۷۹)۔ حارثہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۰)۔ سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۱)۔ سہیل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۲)۔ عدی بن زغبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۳)۔ مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۴)۔ ابو خزیمۃ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۵)۔ رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸۶)۔ عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۸۷)۔ معوذ " " رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۸۸)۔ معاذ " " رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(تینوں عفراء کے بیٹے)

(۱۸۹)۔ نعمان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۹۰)۔ عامر بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (بھائی)

(۱۹۱)۔ عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۹۲)۔ عصیمہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۳)۔ ودیعۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۴)۔ ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۹۵)۔ ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۶)۔ سہیل بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۷)۔ حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۸)۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۹۹)۔ انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۰۰)۔ اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۰۱)۔ ابو شیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۲۰۲)۔ ابو طلحہ زید بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

([illegible] ابو شیخ کے بھائی)

(۲۰۳)۔ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۰۴)۔ عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۰۵)۔ سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۰۶)۔ ابو سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۰۷)۔ ثابت بن خنسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰۸)۔ عامر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۰۹)۔ محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۰)۔ سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۱)۔ ابو زید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۲)۔ ابو الاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۳)۔ سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۴)۔ حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۵)۔ قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۶)۔ عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۷)۔ عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۸)۔ ابو داؤد عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۱۹)۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۰)۔ قیس بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۱)۔ نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۲)۔ ضحاک بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۳)۔ سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۴)۔ جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۵)۔ سعد بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۶)۔ کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۷)۔ بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۲۸)۔ عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲۹)۔ ملیل بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۳۰)۔ عصمہ بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲۳۱)۔ ہلال بن المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسماء ملائکہ بدریین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

جنگ بدر میں فرشتوں کا آسمان سے مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل ہونا اور پھر ان کا جہاد وقتال میں شریک ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے پہلے معلوم ہو چکا ہے لیکن روایات حدیث سے صرف تین فرشتوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

(۱)۔ افضل الملائکۃ المکرمین امین اللہ تعالیٰ بینہ وبین الانبیاء والمرسلین سیدنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۲)۔ سیدنا میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام

(۳)۔ سیدنا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام

اخرجہ احمد والبزار ابو یعلی والحاکم وصححہ والبیہقی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وخصائص کبری ج۱ ص۲۰۱

چونکہ روایت میں اوّل جبرئیل کا اور پھر میکائیل کا اور پھر اسرافیل علیہم السّلام کا آسمان سے نازل ہونا مذکور ہے۔ اس لئے ذکر میں نزول کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا۔

اسمار شہدا بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضو عنہ

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ [۲]

مکن گریہ برگور مقتول دوست ۔۔۔ برو خرمی کن کہ مقبول اوست

(۱)۔ عبیدۃ بن الحارث بن مطلب مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکۂ بدر میں پیر کٹ گیا تھا مقام صفراء میں پہنچ کر وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں دفن فرمایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے

---

[۱] ۔ (بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) ظاہر قرآن اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین تمام ملائکہ سے افضل ہیں واخرج الطبرانی بسند ضعیف عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرکم بافضل الملائکۃ جبرئیل ۔ ۱۲ روح المعانی ص۳۰۱ ج اوّل

[۲] ۔ سورۂ آل عمران، آیۃ : ۱۶۹

ساتھ مقام صفرا میں نزول فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم یہاں مشک کی خوشبو پاتے ہیں، آپ نے فرمایا تعجب کیا ہے، یہاں ابو معاویہ کی قبر ہے (ابو معاویہ حضرت عبیدۃ بن الحارث کی کنیت ہے) استیعاب الحافظ ابن عبد البر ج ۲ ص ۴۲۵ ترجمہ عبیدۃ بن الحارث برحاشیہ اصابہ

(۲) ۔ عُمیر بن ابی وقاص مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سعد بن وقاصؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے لئے لوگ جمع ہوئے تو میں نے بھائی عمیر کو دیکھا کہ اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا ہے میں نے کہا اے بھائی تجھکو کیا ہوا۔ کہا مجھکو اندیشہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دیکھ پائیں اور چھوٹا سمجھ کر واپس فرما دیں اور میں جانا چاہتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھکو شہادت نصیب فرمائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا معاینہ فرمایا تو عمیر بھی پیش کئے گئے آپ نے صغیر السن ہونے کی وجہ سے واپسی کا حکم دیا۔ عمیر یہ سن کر رو پڑے، آپ نے ان کا یہ ذوق و شوق دیکھ کر اجازت دیدی بالآخر جنگ میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ عمیرؓ کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی [۱]

(۳) ۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام زہری اور ابن سعد نے اور ابن سمعانی فرماتے ہیں کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور جمہور محدثین کے نزدیک دو شخص ہیں ذوالشمالینؓ تو جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ذوالیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہے۔ ۱۲

(۴) ۔ عاقل بن البکیر مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[۱] ۔ الطبقات الکبری ۔ ج : ۲ ، ص : ۱۰۶ ۔ اصابہ ج : ۳ ، ص : ۳۵

سابقِ اولین میں سے ہیں دارارقم میں مشرف باسلام ہوئے پہلا نام ان کا غافل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے غافل کے عاقل نام رکھا۔ اصابہ ترجمہ عاقل بن بکیرؓ۔ مشرف باسلام ہونے سے قبل آخرت سے غافل اور بے خبر تھے۔ اسلام لانے سے عاقل اور ہوشیار بنے اس لئے ان کا یہ نام تجویز فرمایا۔ واللہ اعلم۔ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ عمر اس وقت چونتیس سال کی تھی[1]

(۵)۔ مہجع بن صالح مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ قتال کے وقت حضرت مہجع کی زبان پر یہ الفاظ تھے أنا مِهْجَعْ وإلى رَبِّي أرْجِعُ میں مہجع ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا ہوں (رواہ ابن ابی شیبۃ[2]

(۶)۔ صفوان بن بیضا مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بدری ہونا تو ان کا مسلّم ہے لیکن غزوۂ بدر میں ان کا شہید ہونا مختلف فیہ ہے، ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن سعد کہتے ہیں غزوۂ بدر میں طعیمۃ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ ابن حبان کہتے ہیں سنہ ۳۰ھ میں اور حاکم کہتے ہیں ۳۸ھ میں وفات پائی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲۔ اصابہ ترجمہ صفوان بن بیضاؓ۔

(۷)۔ سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحابی اور صحابی کے بیٹے شہید اور شہید کے بیٹے۔ سعد غزوۂ بدر میں شہید ہوئے اور باپ یعنی خیثمہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت سعد بیعت عقبہ میں بھی شریک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عمرو کا ان کو نقیب بنایا تھا۔ (اصابہ)

---

[1] ۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج : ۲ ، ص : ۲۸۲ ۔

[2] ۔ کنز العمال۔ ج : ۵ ، ص : ۲۶۹ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عیرِ ابی سفیان کے لئے خروج کا حکم دیا تو خیثمہ نے سعد سے کہا اے بیٹا ہم میں سے ایک کا بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے گھر رہنا ضروری ہے تم ایثار کرو اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے کی اجازت دو اور تم یہاں ٹھہرو۔ اس پر سعدؓ نے صاف انکار کردیا اور یہ عرض کیا۔

لو کان غیر الجنۃ اٰثرتک بہ انی ارجو الشھادۃ فی وجھی ھذا — جنت کے سوا اگر اور کوئی معاملہ ہوتا تو ضرور ایثار کرتا اور آپ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا لیکن میں اس سفر میں اپنے شہید ہونے کی قوی امید رکھتا ہوں۔

بعد ازاں باپ اور بیٹے کے مابین قرعہ اندازی ہوئی۔ قرعہ سعد کے نام پر نکلا۔ بیٹے باپ سے زیادہ خوش نصیب نکلے اور شاداں و فرحاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ معرکۂ بدر میں عمرو بن عبد ود یا طعیمۃ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۸)۔ مبشر بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹)۔ یزید بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰)۔ عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن یہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو اٹھو جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کی برابر ہے، آپ نے فرمایا۔ ہاں عُمیر نے کہا بَخٍ بَخٍ (واہ واہ) آپ نے ارشاد فرمایا اے عُمیر کس چیز نے تجھ کو بخ بخ کہنے پر آمادہ کیا۔ عمیر نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں مگر صرف یہ اُمید کہ شاید میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا فَاِنَّکَ من اھلھا پس تحقیق بلا شبہ تو اہل

جنت سے ہے۔ بعدازاں کھجوریں نکال کر کھانا شروع کیں مگر فوراً ہی پھینک دیں اور یہ کہا کہ اگر ان کے کھانے میں مشغول ہو گیا تو پھر زندگی بڑی طویل ہے کھجوریں پھینک کر قتال میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ عمیرؓ نے تلوار ہاتھ میں لی اور یہ کلمات ان کی زبان پر تھے

رکضًا الی اللّٰہ بغیر زاد — الا التقی و عمل المعاد

اللہ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو — مگر تقویٰ اور عمل آخرت

والصبر فی اللّٰہ علی الجہاد

اور جہاد فی سبیل اللہ پر صبر کا توشہ ضرور ہمراہ لے لو

وکل زاد عرضۃ النفاد — غیر التقی والبر والرشاد

اور ہر توشہ معرض فنا میں ہے — مگر تقویٰ اور بھلائی اور رشد کا توشہ کبھی نہ خراب ہو سکتا ہے اور نہ فنا۔

(استیعاب للحافظ ابن عبدالبرؒ ص۴۸۲ ج۲ حاشیہ اصابہ۔ واصابہ ص۳۱ ج۳ ترجمہ عمیر بن حمامؓ زرقانی ص۴۴۴ ج۱ البدایۃ والنہایۃ ص۲۷۷ ج۳)

(۱۱)۔ رافع بن معلی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲) حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہما صحابی اور صحابی کے بیٹے۔ شہید اور شہید کے بیٹے۔ بیٹے یعنی حضرت حارثہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے اور حضرت سراقہ غزوۂ حنین میں۔ فتح الباری۔ باب فضل من شہد بدرا۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حارثہ بدر میں شہید ہوئے اور وہ نوجوان تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارثہ کی والدہ۔ رُبَیّع بنت نضر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ مجھکو حارثہ سے

کس قدر محبت تھی۔ پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں اور اگر دوسری صورت ہے تو پھر آپ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کروں گی یعنی خوب گریہ وزاری کروں گی، آپ نے فرمایا کیا دیوانی ہو گئی۔ ایک جنت نہیں اُس کے لئے بہت سی جنتیں ہیں اور تحقیق وہ بلاشبہ جنت الفردوس میں ہے صحیح بخاری غزوۂ بدر۔

(۱۴۰)۔ عوف بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴۱)۔ معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ دونوں بھائی ہیں والدہ کا نام عفراء ہے عوف بن حارث رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اصحاب بدر میں شہید ہوئے حق جل وعلا نے ان پر تجلّی فرمائی اور اپنے دیدار پُرانوار سے اُن کی آنکھوں کو منوّر فرمایا اور کہا اے میرے بندو کیا چاہتے ہو۔

اصحاب نے عرض کیا اے پروردگار جن نعمائے جنت سے تو نے ہم کو سرفراز فرمایا کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ چوتھی مرتبہ اصحاب نے یہ عرض کیا اے پروردگار یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں پھر ہمارے جسموں میں لوٹادی جائیں تاکہ پھر تیری راہ میں قتل ہوں جیسے اب قتل ہوئے (رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات) وہذا موقوف لفظا مرفوع حکما لانہ لا مدخل للرای فیہ واللہ اعلم ۱۲۔ [۱]

اسمائے اسیران بدر

روایات صحیحہ سے پہلے معلوم ہو چکا کہ جنگِ بدر میں ستّر کافر مقتول ہوئے اور ستّر

[۱]۔ زرقانی، ج: ۱، ص: ۴۴۵

اسیرانِ بشام نے بروایت محمد بن اسحاق۔ اور حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں مقتولین اور قیدیوں کے نام ذکر کیے ہیں۔ اس وقت اسیرانِ بدر میں سے مشہورین کے نام ذکر کرتے ہیں اور جو ان میں سے مشرف باسلام ہوا اس کے نام کے ساتھ اس کی بھی تصریح پیش کی جاتی ہے۔

(۱)۔ عباس بن عبد المطلب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ہیں جو عمر میں آپ سے صرف دو سال بڑے تھے فتح مکہ سے کچھ قبل علانیہ طور پر اسلام کا اظہار فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)۔ عقیل بن ابی طالب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عقیل حضرت جعفر سے دس سال بڑے تھے اور اسی طرح حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور ابو طالب کے سب سے بڑے بیٹے طالب رحمن کے نام پر یہ کنیت ہے) وہ حضرت عقیل سے دس سال بڑے تھے اسلام کی دولت سے محروم رہے۔ باقی تینوں بھائی۔ عقیلؓ۔ جعفرؓ علیؓ مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

(۳)۔ نوفل بن حارث

ان کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گذر چکا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس سال غزوۂ خندق ہوا اس سال مشرف باسلام ہوئے یعنی ۵ھ میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴)۔ سائب بن عبید

(۵) نعمان بن عمرو

(۶)۔ عمرو بن سفیان بن ابی حرب۔

(۷)۔ حارث بن ابی وجرہ۔

(۸)۔ ابوالعاص بن ربیع۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کا واقعہ پہلے مفصل گزر چکا ہے ۱۲

(۹)۔ ابوالعاص بن نوفل۔

(۱۰)۔ ابوریشہ بن ابی عمرو۔

(۱۱)۔ عمرو بن ازرق۔

(۱۲)۔ عقبہ بن عبدالحارث

(۱۳)۔ عدی بن الخیار۔

(۱۴)۔ عثمان بن عبدشمس۔

(۱۵)۔ ابوثور۔

(۱۶)۔ عزیز بن عمیر عبدری۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [۱]

(۱۷)۔ اسود بن عامر

(۱۸) سائب بن ابی حبیش

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاطمہؓ بنت ابی حبیش مستحاضہ کے بھائی ہیں۔ [۲]

(۱۹)۔ حویرث بن عباد

(۲۰)۔ سالم بن شداخ

(۲۱)۔ خالد بن ہشام

یعنی ابوجہل بن ہشام کے بھائی بعض علماء نے ان کو مؤلفۃ القلوب میں ذکر کیا ہے [۳]

---

[۱] روض الانف۔ ج: ۲، ص: ۱۰۶۔ [۲] ایضاً اصابہ ج ۲ عیون الاثر ص ۲ [۳] اصابہ ج ۱ ص ۴۱۲۔ اصابہ ج ۲ ص ۳ باب الکنیٰ

(۲۲)۔ امیۃ بن ابی حذیفہ

(۲۳)۔ ولید بن ولید بن مغیرہ

(۲۴)۔ صیفی بن ابی رفاعہ

(۲۵)۔ ابو المنذر بن ابی رفاعہ

(۲۶)۔ ابو عطار عبد اللہ بن ابی السائب۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ قراء مکہ مجاہد وغیرہ نے آپ سے علم قرأت حاصل کیا۔ [۵۱]

(۲۷)۔ مطلب بن حنطب

بعد میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [۵۲]

(۲۸)۔ خالد بن اعلم۔

(۲۹)۔ ابو وداعہ سہمی۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۰)۔ سرۃ بن قیس

(۳۱)۔ حنظلۃ بن قبیصہ

(۳۲)۔ حجاج بن حارث

علامہ سہیلی فرماتے ہیں حجاج بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں غزوۂ احد کے بعد حبشہ سے مدینہ واپس آئے لہٰذا اسیران بدر میں انکا ذکر کرنا مصنف کا وہم ہے۔ (روض الانف ص ۱۰۶ ج ۲)

(۳۳)۔ عبد اللہ بن ابی بن خلف۔

---

۵۱ روض الانف۔ ج: ۲، ص: ۱۰۶۔ وعیون الاثر ص ۳۰۰
۵۲ ایضاً
۵۳ ایضاً

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

(۳۴)۔ ابو عزہ عمرو بن عبداللہ۔

(۳۵)۔ فاکہ مولی امیّہ بن خلف۔

(۳۶)۔ وہب بن عمیر۔

وہب اور اس کے باپ عمیر کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۳۷)۔ ربیعہ بن دراج

(۳۸)۔ سہیل بن عمرو

بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور شام میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور حدیبیہ میں قریش کی طرف صلح کے لئے آئے۔ ۱۲

(۳۹)۔ عبد بن زمعہ

اُمّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی بعد میں مشرف

باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۰) عبدالرحمٰن بن مشنوء

(۴۱) طفیل بن ابی قنیع

(۴۲) عقبہ بن عمرو

(۴۳) قیس بن سائب مخزومی۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں آپ کے

شریک تجارت تھے جیسا کہ پہلے گزرا۔

---

۵ روض الانف ج : ۲ ، ص : ۱۰۰

(۱۴۴) نسطاس مولیٰ امیہ بن خلف۔
غزوۂ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (روض الانف ص ۱، جلد ۲)

اسلام کے مقابلہ میں قوم اور وطن کی حمایت

غزوۂ بدر، اسلام اور کفر کا معرکہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کو یوم الفرقان فرمایا ہے کہ حق اور باطل میں فرق ہونے کا دن ہے۔

مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو اسلام تو قبول کر چکے تھے مگر جب حضور پُرنور نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو یہ لوگ اپنی قوم اور قبیلہ کے لحاظ سے مکہ ہی میں رُکے رہے، جب جنگِ بدر موقع آیا تو ان میں کے کچھ لوگ بدر میں قوم کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے اور جنگِ بدر میں مارے گئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۙ فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے ارواح قبض کیں درآنحالیکہ وہ لوگ اپنی جانوں پر بڑے ظلم کرنے والے تھے فرشتوں نے ان سے یہ کہا کہ تم کس حال میں تھے ان لوگوں نے کہا کہ ہم بیچارہ اور لاچار تھے زمین میں۔ اس لئے ہجرت نہ کر سکے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ قوم اور وطن کو چھوڑ کر وہاں ہجرت کر جاتے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بُرا ٹھکانہ ہے مگر جو مرد اور عورتیں اور لڑکے درحقیقت بے چارہ

عَفُوًّا غَفُوْرًا ؕ (سورۃ نساء، آیۃ ۹۸) اور بے بس ہیں اور ہجرت کے لئے کوئی چارہ نہیں پاتے پس ایسے لوگوں کے متعلق اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان ناسا من المسلمین کانوا مع المشرکین علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یاتی السھم فیرمی بہ فیصیب احدھم فیقتلہ او یُضرب فیقتل فانزل اللہ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ الآیۃ (بخاری شریف ص۶۶۱ کتاب التفسیر سورۃ النسآء)

غزوۂ بدر[1] میں کچھ مسلمان مشرکین کی تعداد اور جماعت بڑھانے کے لئے کفارِ مکہ کے ساتھ نکلے تو میدان میں کوئی تیر آکر اس مسلمان کے لگتا اور اس سے وہ مارا جاتا اور کبھی تلوار کی ضرب سے وہ مارا جاتا پس جو مسلمان بدر میں کافروں کے ساتھ آئے تھے اور مارے گئے اُن کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ الآیۃ

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو امام بخاری کتاب الفتن ص۱۰۴۹ میں دوبارہ لائے ہیں اور اس پر یہ ترجمہ رکھا ہے باب من کرہ ان یکثر سواد الفتن او الظلم یعنی اہلِ فتنہ اور اہلِ کفر اور معصیت کی تعداد بڑھانے کی کراہت، کا بیان۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اپنے ترجمہ قرآن میں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ الخ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں یعنی بترک ہجرت از دار الحرب بدار الاسلام وبتکثیر سواد کفار واللہ اعلم۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کافروں کی فوج میں جانا تاکہ فقط کافروں کی تعداد زیادہ معلوم ہو یہ بھی ناجائز

[1] غزوۂ بدر کا لفظ متن بخاری میں تو نہیں لیکن دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ج۸ ص۱۹۵ کتاب التفسیر میں اور پھر فتح الباری کتاب الفتن ج۱۳ ص۳۷ میں ذکر کیا ہے اور علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری ج۷ ص۹۰ و ج۱۰ ص۱۸۲ ذکر کیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ ۱۲

ہے اگرچہ مسلمانوں سے نہ لڑنے کا ارادہ ہے اور نہ لڑے۔ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کافروں کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے حضرات اہل علم فتح الباری (ص ۲۳۲ ج ۳) و عمدۃ القاری (ص ۲۵ ج ۲) اور قسطلانی کی مراجعت کریں اور مزید تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر ابن کثیر اور تفسیر قرطبی اور تفسیر درمنثور (ج ۲) کی مراجعت کریں۔

اور حدیث میں ہے من کثر سواد قوم فہو منہم یعنی جو شخص کسی قوم کی جماعت اور تعداد کو بڑھائے وہ اسی قوم سے ہے۔

غزوۂ بدر پر دوبارہ نظر

غزوۂ بدر کا بیان ختم ہوا اور اس بارے میں آیات اور صحیح اور صریح روایات ناظرین کے سامنے آگئیں جن سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ بدر سے مقصد قریش کے اس کاروانِ تجارت پر یلغار کرنا تھا کہ جو ابو سفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آرہا تھا قریش مکہ کے کسی حملہ کا دفاع مقصود نہ تھا علامہ شبلی کی سیرۃ النبی میں رائے یہ ہے کہ غزوۂ بدر کا مقصد کاروانِ تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا بلکہ آپ کو مدینہ ہی میں یہ خبر آگئی تھی کہ قریش ایک عظیم جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مدافعت کے قصد سے نکلے اور بدر کا معرکہ پیش آیا۔ غزوۂ بدر سے آپ کا مقصود کاروانِ تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا بلکہ قریش کے حملہ کا دفاع مقصود تھا۔ علامہ شبلی کا خیال ختم ہوا۔

علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ تمام صحیح اور صریح روایات کے خلاف ہے۔

(۱)۔ روی ابن ابی حاتم عن ابی ایوب قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن بالمدینۃ انی اخبرت عن عیر ابی سفیان فہل لکم ان

ابن ابی حاتم نے ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ہم سے مدینہ میں یہ فرمایا کہ مجھکو یہ خبر دی گئی ہے کہ ابو سفیان کا تجارتی قافلہ آرہا ہے کیا تم کو یہ مرغوب ہے کہ تم اُس

تخرجوا الیہا لعل اللہ یغنمنا ہا قلنا نعم فخرجنا فلما سرنا یوما او یومین قال قد اخبروا خبرنا فاستعدوا للقتال فقالوا لا واللہ ما لنا طاقۃ بقتال القوم ولکنا اردنا العیر فاعادہ فقال لہ المقداد لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل۔ الحدیث۔ فتح الباری ص۲۲۳ ج۷ و زرقانی ص۴۱۳

تجارتی قافلہ کے لینے کے لئے خروج کرو۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس قافلہ کے اموال کو بطور غنیمت ہم کو عطا فرمائے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں ہم کو یہ امر مرغوب ہے اس کے بعد ہم روانہ ہوگئے ایک یا دو روز کی منزل قطع کرنے کے بعد حضور نے یہ فرمایا کہ کفارِ مکہ کو ہماری روانگی کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ تیار ہو کر ہمارے مقابلہ اور مقاتلہ کیلئے آرہے ہیں تم بھی ان سے جہاد و قتال کے لئے تیار ہو جاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم (بظاہر اسباب ہیں) ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم مٹھی بھر جماعت قریش کے اُس مسلح لشکر جرار کا مقابلہ کر سکیں، جز ایں نیست ہم تو ابوسفیان کے کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے یعنی ہمیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ قریش سے اس طرح مقابلہ کرنا پڑے گا کہ کچھ تیار ہو کر نکلے آپ نے اسی کلام کا اعادہ فرمایا مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ آپ اور آپ کا پروردگار جاکر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہر طرف سے اور ہر طرح سے لڑیں گے۔
(ترجمہ ختم ہوا) فتح الباری ج۷ ص۲۲۳ غزوۂ بدر

(۲)۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

لما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے جب یہ سنا کہ ابو

لہ بین القوسین کا جملہ البدایۃ والنہایۃ ص۲۶۲ ج۳ اور تفسیر ابن کثیر ص۲۸۹ ج۲ سورۂ انفال کی روایت میں مذکور ہے اس لئے یہ جملہ وہاں سے لیا گیا ہے عفا اللہ عنہ

بابی سفیان مقبلا من الشام ندب المسلمین الیھم وقال ھذہ عیر قریش فیھا اموالھم فاخرجوا الیھا لعل اللہ ان ینفلکموھا فانتدب الناس فخف بعضھم وثقل بعضھم وذلک انھم لم یظنوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقی حربا وکان ابو سفیان قد استنفر حین دنا من الحجاز یتجسس الاخبار

الحدیث البدایۃ والنہایۃ ص۲۵۶ ج۳ وتفسیر ابن کثیر ص۲۸۸ ج۲ سورۃ انفال وزرقانی ص۴۱۲ ج۱

سفیان۔ تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو اسکی طرف خروج کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ آرہا ہے جس میں اُن کے بے شمار اموال ہیں پس تم اس پر حملہ کرنے کے لئے نکلو شاید اللہ تعالیٰ وہ تمام اموال تم کو غنیمت میں عطا فرمائے پس کچھ لوگ آپ کے ہمراہ نکلے اور کچھ نہیں نکلے جسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے کوئی جنگ پیش آجائے گی۔ ابوسفیان کو اس کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس لئے وہ برابر جستجو میں تھا یہاں تک کہ جب ابوسفیان کو یہ پتہ لگ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ پر حملہ کے لئے خروج فرمایا ہے تو فوراً ضمضم غفاری کو قاصد بنا کر مکہ روانہ کیا الی آخر القصہ۔

اس لئے حافظ عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں ——

والسبب فی ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ندب الناس الی تلقی ابی سفیان لاخذ ما معہ من اموال قریش وکان من معہ قلیلا فلم یظن اکثر الانصار انہ یقع قتال فلم یخرج معہ منھم الا القلیل ولم یاخذوا

غزوۂ بدر کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی طرف خروج کی دعوت دی تاکہ اس کے ذخائر اموال پر قبضہ کریں کیونکہ اس قافلہ میں اموال بہت تھے اور آدمی کم تھے (تیس[1] یا چالیس تھے) اس لئے اکثر انصار کو یہ گمان بھی نہ ہوا کہ (بقیہ)

[1] کما فی شرح المواہب للزرقانی ص۴۱۲ ج۱

اهبة الاستعداد كما ينبغی بخلاف المشركين فانهم خرجوا مستعدين ذابين عن اموالهم ۔ ۵۱

قتال کی آئے گی اس لئے بہت تھوڑے آدمی آپ کے ساتھ نکلے اور لڑائی کی خاص تیاری نہیں کی بخلاف مشرکین کے کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ گھر سے نکلے تاکہ اپنے اموال کی حفاظت اور مدافعت کریں۔

ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی کہ حضور پُر نور کاروانِ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں تو اس نے فوراً ضمضم غفاری کو پیغام دے کر مکہ روانہ کیا۔

يا معشر قريش اللطيمة اللطيمة اموالكم مع ابی سفيان قد عرض لها محمد فی اصحابه لا اری ان تدركوها الغوث ۔ الغوث ۵۲

اے گروہ قریش ڈرو اور خبر لو اپنے اُن اُونٹوں کی جو کپڑوں اور سامان سے لدے ہوئے ہیں اور خبر لو اپنے مالوں کی محمد اپنے اصحاب کے ساتھ اُن سے تعرض کیلئے روانہ ہو گئے ہیں میں گمان نہیں کرتا تم اپنے اموال کو صحیح وسالم المدد المدد یعنی جلد از جلد قافلہ کی مدد کو پہنچو۔

ابوسفیان نے ضمضم غفاری کے روانہ کرنے کے بعد نہایت احتیاط سے کام لیا۔ اور ساحل کے راستے سے قافلہ کو بچا کر نکل گیا اور جب قافلہ مسلمانوں کی زد سے نکل گیا تو ابوسفیان نے ایک دوسرا پیغام قریش کے نام روانہ کیا وہ پیغام یہ تھا۔

قال ابن اسحاق ولما رای ابوسفيان انه قد احرز عيره ارسل الی قريش انكم انما خرجتم لتمنعوا عيركم ورجالكم واموالكم فقد نجاها الله فارجعوا ۔ ۵۳

محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اپنے قافلہ کو مسلمانوں سے بچا کر نکال لے گیا تو قریش کی طرف ایک پیغام بھیجا کہ تم فقط اپنے کاروانِ تجارت اور آدمیوں اور مالوں کی حفاظت کیلئے تھے اللہ نے ان سب کو بچا لیا لہذا تم اب لوٹ جاؤ۔

---

۵۱ فتح الباری ۔ ج ۷، ص ۲۲۲
۵۲ البدایہ والنہایہ ۔ ج ۳، ص ۲۵۸
۵۳ ایضاً ۔ ص ۲۲۶

ابوسفیان کا یہ پیغام قریش کو اس وقت پہنچا کہ جب قریش مقام جحفہ میں پہنچ چکے تھے لوگوں نے چاہا کہ لوٹ جائیں مگر ابوجہل نے قسم کھالی کہ ہم اسی شان سے بدر تک جائیں گے اور بغیر لڑے واپس نہ ہوں گے مگر اخنس بن شریق نے ابوجہل کی بات کو نہ مانا اور بنی زہرہ سے مخاطب ہو کر یہ کہا۔

یابنی زهرة قد نجی اللّٰہ لکم اموالکم وخلص لکم صاحبکم مخرمة بن نوفل وانما نفرتم لتمنعوہ وماله فاجعلوا بی جنبها وارجعوا فانه لاحاجة لکم بان تخرجوا فی غیر ضیعة لا ما یقول هذا قال فرجعوا فلم یشهد ها زهری واحد۔[1]

اے بنی زہرہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مالوں کو بچالیا اور تمہارے ساتھی مخرمہ کو بھی بچالیا جز اینست تم تو فقط مالوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لئے نکلے تھے، سو وہ بچ نکلے، لہٰذا تم سب لوٹ جاؤ بے ضرورت نکلنے سے کیا فائدہ۔ اخنس کے کہتے ہی تمام بنی زہرہ راستہ ہی سے لوٹ گئے اور ایک آدمی بھی بنی زہرہ میں کا بدر کے معرکہ میں شریک نہیں ہوا۔

بنو ہاشم تو اوّل ہی سے جنگ میں جانا نہیں چاہتے تھے، عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کی وجہ سے چلنے پر آمادہ نہ تھے۔ پھر جہیم کے خواب نے اور متردّد کر دیا اور پھر جب ابوسفیان کا پیغام آگیا کہ کاروان تجارت صحیح سالم بچ نکلا تو اور بہت سے تردّد میں پڑ گئے چنانچہ طالب بن ابی طالب اور کچھ لوگ ان کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے۔ پھر جب اخنس بن شریق۔ بنی زہرہ کو لے کر واپس ہو گیا تو اور تذبذب میں پڑ گئے مگر ابوجہل کی ضد اور ہٹ دھرمی اور اس کے رعب کی وجہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

عتبہ اور شیبہ ابتداء ہی سے چلنے پر تیار نہ تھے اور آخر وقت تک یہ چاہتے رہے کہ مکہ واپس ہو جائیں جیسا کہ مفصل گزر چکا۔

کیا اب اس قسم کی صریح اور ناقابل تاویل روایات کے بعد بھی کسی مؤوّل کے لئے یہ گنجائش

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج: ۳، ص: ۲۶۶

ہے کہ یہ کہے کہ حضور پُرنور اور صحابہ کرام کاروانِ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے نہیں نکلے تھے بلکہ قریش کی جو جمعیت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلی تھی حضور پُرنور اس کی مدافعت کیلئے بدر پر تشریف لے گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو آپ کا مقصد صرف قریش کا کاروانِ تجارت تھا ابوجہل اور اس کی جمعیت کا وہم و گمان بھی نہ تھا بلکہ نفس الامر میں کہیں اُس کا وجود اور نام و نشان بھی نہ تھا۔

جیسا کہ ابوجہل اور قریش کے کہیں حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ہم کوئی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوں بلکہ جب ابوسفیان کے قاصد ضمضم غفاری نے مکہ پہنچ کر یہ خبر سنائی کہ تمہارا کاروانِ تجارت خطرہ میں ہے مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس وقت مکہ میں ہلچل پڑ گئی اور قریش ابوجہل کے سرکردگی میں بڑی شان و شوکت سے زرہیں پہن کر اور پوری طرح مسلح ہو کر اپنے کاروانِ تجارت کو بچانے کے لئے نکلے قریش کو مقام جحفہ میں پہنچ کر ابوسفیان کی طرف سے اطلاع ملی کہ قافلہ صحیح سالم بچ نکلا ہے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام صفراء میں پہنچ کر اطلاع ملی کہ کاروانِ تجارت تو نکل گیا ہے اور قریش پوری تیاری کے ساتھ مسلح ہو کر آرہے ہیں چونکہ مسلمان کسی جنگ کی نیت سے نہیں نکلے تھے اس لئے آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ (جس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی) لہٰذا کسی علامہ کا یہ خیال کرنا کہ حضور پُرنور نے اوّل سے آخر تک کسی وقت بھی تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت نہیں کی بلکہ ابتداء ہی سے حضور پرنور نے جو سفر شروع فرمایا وہ قریش کے اُس فوجی لشکر کے مقابلہ اور دفاع کے لئے تھا جو از خود مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اقدام کرتا ہوا چلا آرہا تھا۔ یہ خیال ایک خیال خام ہے جو اپنی ایک مزعوم درایت اور خود ساختہ اصول پر مبنی ہے جس پر تمام ذخیرہ احادیث نبویہ اور ارشادات قرآنیہ اور روایاتِ سیرت اور واقعات تاریخیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں افسوس اور صد افسوس کہ جن اعداء اللہ نے اللہ کے نبی اور اس کے متبعین کو جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہو اور ان کو ان کے گھروں سے نکالا ہو اور اُن کے اموال پر ناجائز

تبضے کئے ہوں اور آئندہ کے لئے بھی اُن کے یہی عزائم ہوں اور ایک لمحہ کے لئے اسلام اور
مسلمانوں کے مٹانے کی تدبیر سے غافل نہ ہوں سو اگر مسلمان اُن کو جانی یا مالی نقصان پہنچانے
کے لئے کوئی اقدام کریں تو اس کو خلاف تہذیب اور خلاف انسانیت سمجھا جائے اور جن روایات
میں کچھ تاویل چل سکے وہاں تاویل کر لی جائے اور جہاں تاویل نہ چل سکے اُن کا ذکر ہی نہ کیا جائے
تاکہ اپنے خود ساختہ اصول پر زد نہ پڑے یہ شان علم اور امانت کے خلاف ہے تجعلونہ قراطیس تبدونہا
وتخفون کثیراً غزوہ بدر سے پہلے جس قدر مہمیں روانہ کی گئیں وہ اکثر و بیشتر قریش کے
تجارتی قافلوں ہی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی گئیں پھر غزوۂ بدر ہی میں کیوں اشکال پیش آیا۔

رہا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کو کافروں پر ابتداء از خود حملہ کرنا جائز نہیں جب تک کہ کفار
از خود حملہ نہ کریں مطلب یہ کہ جہاد کے لئے از خود اقدام جائز نہیں بلکہ جب کافر ابتداء حملہ آور
ہوں تو ان کا دفاع کیا جائے سو اس کا جواب ابتداء میں بحث جہاد میں بالتفصیل گزر چکا ہے۔
وہاں دیکھ لیا جائے کفار مکہ جو مسلمانوں کو تیرہ برس تک جانی اور مالی ہر قسم کا نقصان پہنچا چکے
ہوں اور ہر قسم کے مظالم اُن پر کر چکے ہوں اور آئندہ کے لئے باقاعدہ دھمکیاں دے رہے ہوں
اور مسلمانوں کی سازشوں میں سرگرداں ہوں اور اس بارے میں مراسلتیں جاری ہوں ان کے جان و
مال پر مسلمانوں کے لئے از خود حملہ کرنا۔ جائز نہ ہو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے

خلاصۂ کلام

یہ کہ ان تمام روایات سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو گیا کہ حضور پُر نور اور صحابہ کرام
مدینہ سے کاروان تجارت کے ارادہ سے نکلے تھے اور قریش مکہ اور ابوجہل۔ اسی کاروان تجارت
کے بچانے کے لئے نکلے تھے مؤمن و کافر سب کا مطمح نظر یہی کاروان تجارت تھا۔ اور ہر دو فریق
یہی سمجھے ہوئے تھے علامہ سمجھیں یا نہ سمجھیں نیز غزوۂ بدر سے پہلے جو غزوات اور سرایا پیش آئے
وہ اکثر و بیشتر اقدامی تھے دفاعی نہ تھے ابتداء حضور پُر نور کی طرف سے ہوئی۔

قتل عَصماء یہودیہ

(۲۶ رمضان المبارک ۲ھ)

عَصماء ایک یہودی عورت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھی اور طرح طرح آپ کو ایذا پہنچاتی تھی۔ لوگوں کو آپ سے اور اسلام سے برگشتہ کرتی۔ ہنوز آپ بدر سے واپس نہ ہوئے تھے کہ پھر اسی قسم کے اشعار کہے۔ عُمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو سنتے ہی جوش آگیا اور یہ منت مانی اگر اللہ کے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے صحیح سالم واپس آگئے تو اس کو ضرور قتل کردوں گا۔

رسول اللہ علیہ وسلم جب بدر سے مظفر و منصور صحیح و سالم تشریف لائے تو عمیرؓ شب کے وقت تلوار لے کر روانہ ہوئے اور اس کے گھر میں داخل ہوئے چونکہ نابینا تھے اس لئے عصماؔ کو ہاتھ سے ٹٹولا اور بچے جو اس کے ارد گرد تھے ان کو ہٹایا اور تلوار کو سینہ پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ پشت سے پار ہوگئی۔

نذر پوری کر کے واپس ہوئے اور صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا فرمائی اور واقعہ کی اطلاع دی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر اس بارے میں کچھ مؤاخذہ تو نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

لَا ینتطح فیہا عنزان — اس بارے میں دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں گی۔

یعنی یہ ایسا فعل ہی نہیں کہ جس میں کوئی کسی قسم کا اختلاف اور نزاع کر سکے۔ انسان تو درکنار بھیڑ اور بکریاں بھی اس میں اپنے سینگ نہ ٹکرائیں گی۔

پیغمبر برحق کی شان میں گستاخی کرنے والے کا قتل کہیں قابل مؤاخذہ ہو سکتا ہے بلکہ اعظم قربات اور افضل عبادات میں سے ہے جس میں کوئی نزاع ہی نہیں کر سکتا۔ جانور بھی اس کو حق سمجھتے ہیں۔

مصنف حماد بن سلمہ میں مذکور ہے کہ یہ عورت ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے مسجد میں لا کر ڈالا

کرتی تھی۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عُمیر کے اس فعل سے بیحد مسرور ہوئے اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذا اجببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ ورسولہ بالغیب فانظروا الی عمیر بن عدی۔	اگر ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اُس کے رسول کی غائبانہ مدد کی ہو تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

حضرت عمر نے فرمایا اس اَعمیٰ (نابینا) کو دیکھو تو سہی کہ کس طرح چھپ کر اللہ کی طاعت کیلئے روانہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اعمیٰ (نابینا) نہ کہو یہ تو بصیر (بینا) ہیں یعنی ظاہراً اگرچہ اعمیٰ (نابینا) ہیں مگر دل کے بصیر اور بینا ہیں۔ رمضان المبارک کی پانچ راتیں باقی تھیں جس وقت یہ عورت قتل کی گئی تفصیل کے لئے زرقانی ص۴۵۳ ج۱ اور الصارم المسلول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہ از ص۹۳ تا ص۱۰۳ مراجعت کریں (طبقات ابن سعد ص۱۸ ج۲ وعیون الاثر ص۲۹۳ ج۲ دیکھیں)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمیرؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انطلقوا بنا الی البصیر الذی فی بنی واقف نعودہ۔	ہم کو اس بینا کے پاس لے چلو جو بنی واقف میں رہتا ہے اس کی عیادت کریں گے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَبَعْثُہٗ عُمَیْرًا الخَطْمِیَّا ۔۔۔ لِقَتْلِ عصما ھجت النبیّا صلی اللہ علیہ وسلم

غزوۂ قرقرۃ الکُدر

غزوۂ بدر کی مراجعت کے بعد شروع شوال میں سلیم اور غطفان کے اجتماع کی خبر پاکر آپ نے دو سو آدمیوں کے ساتھ خروج فرمایا۔ جب آپ چشمۂ کُدر پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام پہلے

ہی سے آپ کی خبر پاکر منتشر ہو چکے ہیں تین روز قیام فرما کر بلا جدال و قتال واپس آ گئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آپ نے ایک سریہ اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایا جو غنیمت میں پانسو اونٹ لے کر واپس ہوا۔

بقیہ شوال اور ذی قعدہ آپ مدینہ میں مقیم رہے اور اسی عرصہ میں اسیران بدر فدیہ لے کر رہا کئے گئے [1]

قتل ابی عفک یہودی

شوال ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم بن عمیر[2] رضی اللہ عنہ کو ابو عفک یہودی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا:

ابو عفک مذہبا یہودی تھا۔ بوڑھا تھا ایک سو بیس سال کی عمر تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتا تھا اور لوگوں کو آپ کی عداوت پر برانگیختہ کرتا تھا۔ جب اس کی دریدہ دہنی حد سے گذر گئی تو یہ ارشاد فرمایا:

من لی بھذا الخبیث — کون ہے جو میرے لئے یعنی محض میری عزت و حرمت کے لئے اس خبیث کا کام تمام کرے۔

سالم بن عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے پہلے ہی منت مانی ہوئی ہے کہ ابو عفک کو قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ یہ سنتے ہی سالم تلوار لے کر روانہ ہوئے۔ گرمی کی رات تھی کہ ابو عفک غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ پہنچتے ہی تلوار اس کے جگر پر رکھی اور اس زور سے دبایا کہ پار ہو کر بستر تک پہنچ گئی عدو اللہ ابو عفک نے ایک چیخ ماری۔ لوگ دوڑے مگر کام تمام ہو چکا تھا [3]

---

[1] زرقانی ج ۱ ص ۴۵۲

[2] سالم بن عمیر بدری بھی ہیں اور بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے ہیں خوف خداوندی سے بہت رونے والے تھے۔ گریہ و بکا کی خاص کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی ۱۲۔ اصابہ ترجمہ سالم بن عمیر ۱۲ حضرت معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا ۱۲ ؎ چوں خدا خواہد کہ یاری کند ٭ میل ما را جانب زاری کند ۱۲

[3] الطبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۱۹ — الصارم المسلول لابن تیمیہ ص ۱۰۳۔ عیون الاثر ص ۱۲ عیون الاثر ص ۲۹۰۔ زرقانی ج ۱ ص ۴۵۵

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فبعثہ سالما الی عفک　　قتلہ آذی النبی وافک

۱؎ کذب وافتری علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۲

غزوۂ بنی قینقاع

۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ھ

بنی قینقاع۔ عبداللہ بن سلامؓ کے برادری کے لوگ تھے نہایت شجاع اور بہادر تھے زرگری کا کام کرتے تھے۔ شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔

یامعشر یہود احذروا من اللہ مثل ما نزل بقریش من النقمۃ واسلموا فانکم قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلک فی کتابکم وعہد اللہ الیکم	اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔

یہود یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس غرہ میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آگئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں اس پر حق جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَہُمْ مِّثْلَیْہِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ	تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے لڑی ایک جماعت تو خدا کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری جماعت

وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط	کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھتی
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ؁	تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے

اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں تحقیق اس میں عبرت ہے اہلِ بصیرت کے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی قینقاع اور بنی قریظہ اور بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے، مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا اور آمادہ جنگ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافات مدینہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے بجائے ابولبابہ بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ شوال سے لے کر غرہ ذی قعدہ تک انکا محاصرہ فرمایا۔ بالآخر مجبور ہو کر سولھویں روز یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا۔

راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی الحاح وزاری کی وجہ سے قتل سے تو درگزر فرمایا مگر مال واسباب لے کر جلائے وطنی کا حکم دے دیا۔ اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے ایک خمس خود لیا اور چار خمس غانمین پر تقسیم فرمایا، بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے لیا۔

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات تھے اُن کی اس شرارت اور بدعہدی کو دیکھ کر اُن سے تعلق قطع کر لیا اور اُن سے تبری اور بیزاری کا اعلان کیا۔

یا رسول اللّٰہ اتبرأ الی اللّٰہ والی	یارسول اللہ میں آپ کے دشمنوں سے بری اور
رسولہ والتولی اللّٰہ ورسولہ	بیزار ہو کر اللہ اس کے رسول کی طرف آتا ہوں اور

؁ آلِ عمران، آیۃ : ۱۳

والمؤمنین وابرأ من حلف الکفار وولایتھم [1]
اللہ اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔

ف:۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اُس کے رسول اور عباد مؤمنین کی محبت ضروری ہے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے عداوت و نفرت، بیزاری اور برارت کا اعلان بھی ضروری ہے۔ تولا بے تبرا نیست ممکن ایسی ہی جگہ صادق ہے تفصیل اگر درکار ہے تو عارف ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کی مکتوبات کی مراجعت فرمائیں کہ ایمان کے لئے فقط تصدیق کافی نہیں جب تک کہ خدا کے دشمنوں سے تبرّی اور بیزاری نہ ہو۔ اور یہی امام محمد رح سے منقول ہے کہ تبری عن الکفر والکفار ایمان کی شرط لازم ہے جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔

غزوۂ سویق

۵ ذی الحجہ ۲ھ

بدر سے جب مشرکین کا ہزیمت خوردہ لشکر خائب و خاسر مکہ پہنچا تو ابوسفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کرلوں گا اور اس وقت تک غسل جنابت نہ کروں گا۔

چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ بمقام عُریض میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا اجیر تھا اُن دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوگئی اور بھاگ گئے۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ۔ ج ۴، ص ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو تاریخ ۵ ذی الحجہ یوم یکشنبہ دو سو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر کوئی ہاتھ نہ آیا یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگے تھے۔ چلتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے وہ چھوڑ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق ہے یعنی ستو والا غزوہ۔[۵۱]

عید الاضحیٰ

۹ ذی الحجۃ الحرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ السویق سے واپس ہوئے اور ۱۰ ذی الحجۃ الحرام کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی۔ اور دو مینڈھے قربانی کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی بقر عید تھی۔[۵۲]

نکاح سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسی[۵۳] سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی۔

اوّل حضرت ابوبکر نے اور پھر حضرت عمر نے آپ سے اس سعادت کے حصول کی خواہش ظاہر فرمائی۔ مگر آپ نے سکوت فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا میں حکم الٰہی کا منتظر ہوں بعد ازاں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے حضرت علی کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لئے صاحبزادی کا پیام دیں۔ حضرت علی نے اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشورہ کی بنا پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استدعا پیش کی آپ نے حسب[۵۴] نزول وحی حضرت علی کے پیام کو منظور فرمایا۔

۵۱۔ زرقانی، ج: ۱ ص: ۴۵۸ ۵۲۔ ایضاً۔ ص: ۴۶۰

۵۳۔ یعنی ۲ھ میں اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کون سا تھا ذی الحجہ یا محرم یا صفر واللہ اعلم ۱۲ زرقانی

۵۴۔ معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دوں رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہیں۔ ۱۲ زرقانی ص ۵ ج ۲

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیام دینے کا ارادہ کیا تو دل میں یہ خیال آیا کہ واللہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، حالانکہ شادی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیئے لیکن آپ کے احسانات اور مکارم اور آپ کے الطاف اور مہربانیوں نے ہمت دلائی اور آپ کی بارگاہ میں یہ استدعا پیش کردی۔

آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز بھی ہے، میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ زرہ جو تم کو جنگ بدر میں ملی تھی وہ کہاں ہے۔ میں نے عرض کیا وہ تو موجود ہے آپ نے فرمایا بہتر ہے وہی زرہ فاطمہ کو مہر میں دے دینا رواہ احمد وابن سعد وابن اسحاق (اصابہ ترجمہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)۔

حضرت علی نے اس زرہ کو حضرت عثمان کے ہاتھ ۴۸۰ درہم میں فروخت کیا اور وہ تمام درہم لاکر آنحضرت کے سامنے ڈال دیئے آنحضرت نے فرمایا اس میں سے خوشبو اور کپڑوں کا انتظام کرلو[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب زادی کو جہیز میں جو سامان دیا وہ یہ تھا۔ ایک لحاف اور ایک چمڑے کا گدا جس میں بجائے روئی کے کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے (رواہ احمد) کذا فی الترغیب والترہیب للمنذری[2] باب الترغیب فی الاذکار بعد المکتوبات وکذا فی الاصابہ، ترجمہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

جب عروسی کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ کوئی مکان لے لو۔ حضرت علی نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور اس میں عروسی فرمائی حضرت فاطمہ نے مشورہ دیا۔ کہ حارثہ بن النعمان کا مکان مانگ لو۔ حضرت علی نے فرمایا مجھ کو شرم آتی ہے کسی طرح یہ خبر حضرت حارثہ کو پہنچ گئی حارثہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم جو

---

[1] زرقانی ج: ۲، ص: ۳

[2] ایضاً ج: ۲، ص: ۲۹۰

رہے ہیں گے وہ اس سے کہیں زیادہ محبوب ہو گا کہ جو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا صَدَقْتَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ[1]۔ تو نے سچ کہا اللہ تجھ میں برکت دے حارثہ دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو اپنے مکان میں لاکر اتارا۔ (اخرجہ ابن سعد) اصابہ ترجمہ فاطمۃ الزہراء

غزوۂ غطفان

(۳ھ)

جس کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی اَمر بھی کہتے ہیں

غزوۂ سویق سے واپسی کے بعد بقیہ ذی الحجہ آپ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے اس اثنا میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبیلۂ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ ڈالیں اور دعثور غطفانی ان کا سردار تھا۔ ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ کے ہمراہ تھے غطفانی آپ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے صرف ایک شخص بنی ثعلبہ کا ہاتھ آیا صحابہ نے پکڑ کر اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا صفر کا پورا مہینہ وہیں گزرا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا بلا جدال و قتال ربیع الاول میں مدینہ واپس تشریف لائے۔[2]

اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں بارش ہو گئی اور صحابہ کے کپڑے بھیگ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ تیری ذات کو برکاتِ غیبیہ اور خیراتِ سماویہ کا مخزن اور معدن بنا دے یہ معنی فی کے کلمہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ فافہم ذلک واستقم۔

[2] البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۔

اس درخت کے نیچے لیٹ گئے، وہاں کے اعراب آپ کو دیکھ رہے تھے۔ اعراب نے اپنے سردار دعثور سے جو ان میں بڑا بہادر تھا یہ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور اُن کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر اُن کو قتل کر آ۔ دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور برہنہ تلوار لے کر آپ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد۔ بتلاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ جبریل امین نے اُس کے سینہ میں مکّہ مارا اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور پُرنور نے اس کو اٹھا لی اور دعثور سے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا، اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور یہ کلمہ پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ کے لئے کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ نے دعثور کو اس کی تلوار واپس کر دی۔ دعثور تھوڑی دور چلا اور واپس آیا اور یہ عرض کیا واللہ مجھ سے آپ بہتر ہیں دعثور جب اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ جو بات تو کہہ کر گیا تھا وہ کہاں گئی اس پر دعثور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا اس طرح غیب سے میرے سینہ میں ایک مکّا لگا جس سے میں چت گر پڑا۔ اس طرح گرنے سے میں نے پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ وہ مکّہ مارنے والا کوئی فرشتہ ہے، اس لئے میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی رسالت کی شہادت دی اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا	اے ایمان والو اللہ کے اُس انعام کو یاد کرو
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ	کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں
أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ	تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ
فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ [1]	روک دیئے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ اور قصہ غزوۂ ذات الرقاع میں بھی مروی ہوا ہے واقدی نے اس قصہ کو غزوۂ غطفان کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہے تو یہ دو مختلف

---

[1] المائدہ - آیۃ : 11

قصے ہیں ایک غزوۂ غطفان میں پیش آیا اور ایک غزوۂ ذات الرقاع میں جیسا کہ آئندہ بیان[1] ہوگا علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں[2]

غزوۂ بُحْران

غزوۂ غطفان سے واپسی کے بعد ماہ ربیع الاول آپ نے مدینہ میں گزارا، ربیع الثانی میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ مقام بُحران جو حجاز کا معدن ہے وہاں بنی سلیم[3] اسلام کی مخالفت پر جمع ہو رہے ہیں آپ نے خبر پاتے ہی تین سو صحابہ کی معیت میں بحران کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔

وہ لوگ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی منتشر ہو گئے اور بلا جدال و قتال مدینہ واپس آگئے۔

علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ بحران میں کتنی مدت آپ نے قیام فرمایا، بعض کہتے ہیں صرف دس شب قیام کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ۶ جمادی الاولیٰ تک قیام فرمایا[4]

قتل کعب بن اشرف یہودی

(۱۴ شب ربیع الاول ۳ھ)

مدینہ منورہ میں جب فتح بدر کی بشارت پہنچی تو کعب بن اشرف یہودی کو بے حد صدمہ ہوا۔ اور یہ کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار اور اشراف مارے گئے تو پھر زمین کا بطن (اندرون) اس کی ظہر (پشت) سے بہتر ہے، یعنی مر جانا جینے سے بہتر ہے تاکہ آنکھیں اس ذلت اور رسوائی کو نہ دیکھیں۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ - ج : ۱، ص : ۲۱۰ - البدایہ والنہایہ - ج ۴، ص : ۲

[2] زرقانی، ج ۲، ص : ۱۴

[3] اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ بنی سلیم بھی کہتے ہیں - ۱۲ - زرقانی

[4] طبقات ابن سعد، ج : ۲، ص : ۲۴ - شرح زرقانی ج ۲ - ص : ۸ - فتح الباری - ج : ۷، ص : ۲۵۹

لیکن جب اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا۔ اور جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے مرثیے لکھے جن کو پڑھ پڑھ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رُلاتا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ کے مقابلہ میں لوگوں کو جوش دلا دلا کر آمادۂ قتال کرتا تھا۔ ایک روز قریش کو حرم میں لے کر آیا سب نے بیت اللہ کا پردہ تھام کر مسلمانوں سے قتال کرنے کا حلف اٹھایا۔ بعد چندے مدینہ واپس آیا اور مسلمان عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہنے شروع کئے [۱]

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ کعب ابن اشرف بڑا شاعر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اور کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کیلئے ہمیشہ بھڑکاتا رہتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو صبر اور تحمل کا حکم فرماتے رہے لیکن جب کسی شرارت سے باز نہ آیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی) (فتح الباری باب قتل کعب بن الاشرف۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے آپ کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے کہ جب آپ تشریف لائیں تو قتل کر ڈالیں۔ آپ آکر بیٹھے ہی تھے کہ جبرئیل امین نے آکر آپ کو ان کے ارادہ سے مطلع کر دیا آپ فوراً وہاں سے روح الامین کے پروں کے سایہ میں باہر تشریف لے آئے اور واپسی کے بعد قتل کا حکم دیا۔[۲]

صحیح بخاری میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کعب بن اشرف کے قتل کے لئے کون تیار ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت[۳] ایذا پہنچائی ہے یہ سنتے ہی محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اس کا قتل چاہتے ہیں۔

---

[۱] زرقانی، ج ۲، ص: ۹ - ابن ہشام - ج ۲ - ص ۱۱

[۲] فتح الباری، ج : ۷، ص : ۲۵۹ -

[۳] دوسری روایت ہے کہ تحقیق اس شخص نے ہم کو اپنے اشعار سے ایذا اور تکلیف دی اور مشرکین مکہ کو ہمارے مقابلہ میں قوت پہنچائی (رواہ الحاکم فی الاکلیل) فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۹ زرقانی ج ۲ ص ۱۰

آپ نے فرمایا ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر مجھکو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ (یعنی ایسے مبہم اور تعریضی کلمات اور ذو معنی الفاظ) کہہ سکوں جن کو سُن کر وہ بظاہر خوش ہو جائے آپ نے فرمایا اجازت ہے۔[1]

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک روز کعب سے ملنے گئے اور اثناء گفتگو میں یہ کہا کہ یہ مرد یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے (فقراء و مساکین پر تقسیم کرنے کے لئے) صدقہ اور زکوٰۃ مانگتا ہے) اور اس شخص نے ہم کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ (بے شک یہ چیز حریص اور طامع نفوس پر بہت شاق اور گراں ہے لیکن مخلصین اور صادقین کو صدقِ دل سے صدقات کا دینا اور فقراء و مساکین کی اعانت اور امداد کرنا انتہائی محبوب اور غایت درجہ لذیذ ہے۔ بلکہ خدا کی راہ میں مال نہ خرچ کرنا ان پر شاق اور گراں ہے۔)

میں اس وقت آپ کے پاس قرض لینے کے لئے آیا ہوں کعب نے کہا ابھی کیا ہے۔ آگے چل کر دیکھنا خدا کی قسم تم ان سے اُکتا جاؤ گے۔[2] محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اب تو ہم اُن کے پیرو ہو چکے ہیں ان کا چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے انجام کے منتظر ہیں۔ (اور دل میں یہ تھا کہ انجام کار اللہ اور اُس کے رسول کی فتح اور دشمنوں کی شکست یقینی اور محقق جس میں شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں) اس وقت ہم یہ چاہتے ہیں کہ کچھ غلہ ہم کو بطور قرض دے دیں۔ کعب نے کہا بہتر ہے مگر کوئی چیز میرے پاس رہن رکھدو ان لوگوں نے کہا آپ کیا چیز رہن رکھوانا چاہتے ہیں۔ کعب نے کہا اپنی عورتوں[3] کو رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا اپنی عورتوں کو کیسے رہن رکھ سکتے ہیں اوّل تو غیرت اور حمیت گوارا نہیں کرتی پھر یہ کہ آپ نہایت حسین و جمیل اور نوجوان[4] ہیں، کعب نے کہا آپ اپنے لڑکوں کو رہن رکھدو، ان لوگوں نے کہا یہ تو ساری عمر کی

---

[1] ۔ ابنِ عبد البر کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کرنیکے بعد کئی روز تک متفکر رہے بالآخر کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش اور عباد بن بشر اور حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبران لوگوں سے ملکر مشورہ کیا سب نے آمادگی ظاہر کی اور بیک آواز سب نے یہ کہا کلنا نقتلہ ہم سب اس کو قتل کریں گے، پھر سب مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ وہاں جا کر کچھ نہ کچھ کہنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا جو مناسب سمجھو وہ کہنا میری طرف سے اجازت ہے۔ ۱۲۔ ارشاد الساری۔ [2] خدا کی قسم ہرگز نہیں سیرش نخواہد رہائی زبند ٭ شکارش نجوید خلاص از کمند

[3] ۔ اس سے اس شخص کی باطنی خباثت کا پتہ چلتا ہے۔ ۱۲۔ [4] ۔ نوجوان کا لفظ ابن اسحاق کی روایت سے لیا گیا ہے۔ ۱۲۔

عار ہے لوگ ہماری اولاد کو یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جو دو سیر اور تین سیر غلہ کے معاوضہ میں رہن رکھے گئے تھے ہاں ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھ سکتے ہیں۔

عکرمہ کی ایک مرسل روایت میں ہے ان لوگوں نے یہ کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم ہتھیاروں کے کس درجہ محتاج اور ضرورت مند ہیں لیکن باایں ہمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہتھیار آپ کے پاس رہن رکھ دیں آہ لیکن یہ ناممکن ہے کہ عورتوں اور بیٹوں کو رہن رکھ دیں۔ کعب نے اس کو منظور کیا اور یہ وعدہ ٹھہرایا کہ شب کو آ کر غلہ لے جائیں اور ہتھیار رہن رکھ جائیں۔

حسب وعدہ یہ لوگ رات کو پہنچے اور جا کر کعب کو آواز دی، کعب نے اپنے قلعہ سے اترنے کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا اس وقت کہاں جاتے ہو کعب نے کہا۔ محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے کوئی غیر نہیں تم فکر نہ کرو۔ بیوی نے کہا مجھ کو اس آواز سے خون ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے کعب نے کہا کہ شریف آدمی اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بھی بلایا جائے تو اس کو ضرور جانا چاہئے۔ اس اثناء میں محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھا دیا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا جب دیکھو کہ میں نے اس کے بالوں کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو فوراً اس کا سر اتار لینا، چنانچہ جب کعب نیچے آیا تو سراپا خوشبو سے معطر تھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا، آج جیسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ کعب نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کیا آپ مجھ کو اپنے معطر سر کے سونگھنے کی اجازت دیں گے، کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ آگے بڑھ کر خود بھی سر کو سونگھا اور اپنے رفقاء کو بھی سونگھایا۔ کچھ دیر کے بعد پھر محمد بن مسلمہ نے کہا کیا آپ دوبارہ اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے۔ کعب نے کہا شوق سے محمد بن مسلمہ اٹھے اور سر سونگھنے میں مشغول ہو گئے جب سر کے بال مضبوط پکڑ لئے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ فوراً ہی سب نے اس کا سر قلم کیا اور آناً فاناً اس کا کام تمام کیا[1]

اور اخیر شب میں رسول اللہ صلی اللہ کی خدمت میں پہنچے آپ نے دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا:

---

[1] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۶۰

اَفْلَحَتِ الوُجُوہُ — ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوئے۔

ان لوگوں نے جواباً عرض کیا:

وَوَجْھُکَ یَارَسُوْلَ اللہ — اور سب سے پہلے آپ کا چہرۂ مبارک اے اللہ کے رسول

اور بعد ازاں کعب بن اشرف کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے الحمد للہ اور اللہ کا شکر کیا۔[1]

جب یہود کو اس واقعہ کا علم ہوا تو یکلخت مرعوب اور خوف زدہ ہوگئے اور جب صبح ہوئی تو یہود کی ایک جماعت نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ کہ ہمارا سردار اس طرح مارا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاتا تھا اور لوگوں کو ہمارے قتال پر برانگیختہ اور آمادہ کرتا تھا۔ یہود دم بخود رہ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے اور بعد ازاں آپ نے ان سے ایک عہدنامہ لکھوایا کہ یہود میں سے آیندہ کوئی اس قسم کی حرکت نہ کرے گا (طبقات ابن سعد)

کعب ابن اشرف کے قتل کے اسباب

روایات حدیث سے کعب بن اشرف کے جو وجوہ اور اسباب معلوم ہوسکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب وشتم اور گستاخانہ کلمات کا زبان سے نکالنا۔ (۲) آپ کی ہجو میں اشعار کہنا۔ (۳) غزلیات اور عشقیہ اشعار میں مسلمان عورتوں کا بطور تشبیب ذکر کرنا۔ (۴) غدر اور نقض عہد۔ (۵) لوگوں کو آپ کے مقابلہ کے لئے ابھارنا اور اکسانا اور ان کو جنگ پر آمادہ کرنا۔ (۶) دعوت کے بہانہ سے آپ کے قتل کی سازش کرنا۔ (۷) دین اسلام پر طعن کرنا۔

لیکن قتل کا سب سے قوی سبب آپ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب وشتم اور آپ کی ہجو میں اشعار کہنا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الصارم المسلول علی

[1] فتح الباری، ج:۷، ص: ۲۷۲

شاتم الرسول میں ص۸۵ تا ص۹۱ اس پر مفصل کلام کیا ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ یہ آیت

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ	اور البتہ سنوگے تم اہلِ کتاب سے اور
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا	مشرکین سے بہت بدگوئی اور بدزبانی۔
أَذًى كَثِيْرًا ط[1]	

کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی (عیون الاثر ج۱ ص۳۰۰)

عباد بن بشر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے۔

صرخت بہ فلم یعرض لصوتی	واوفی طالعا من راس جدر
فعدت لہ فقال مَن المنادی	فقلت اخوک عبّادُ بن بشر
وھذی درعنا رھنًا فخذھا	لشھرٍ إن وفی او نصف شھر
فاقبل نحونا یھوی سریعا	وقال لنا لقد جئتم لامر
وفی أیمانِنا بیضٌ حِدادٌ	مجرّبۃٌ بھا الکفّار نفری
فعانقہ ابن مسلمۃ المُردّی	بہ الکفّار کاللیث الھزبر
وشدّ بسیفہ صلتًا علیہ	فقطّرہ ابو عبس بن جبر
وکان اللہ سادسنا فأبنا	بانعم نعمۃٍ واعزّ نصر
وجاء برأسہ نفرٌ کرامٌ[2]	ھُم ناھیک مِن صدقٍ وبرّ

حافظ عراقی الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں:

فَبَعْثُہٗ محمد بن مَسْلَمَہْ	فی رُفقۃٍ لِقَتْلِ کعبِ المَلْأَمَہْ
جاؤا برأسہ فَاَتَوْا مُوْرَہٗ	قَالَ لَھُمْ افلحت الوُجُوْہُ

---

[1] - آلِ عمران، آیۃ: ۱۸۶

[2] - عیون الاثر، ج ۱ ، : ۳۰۱ - مستدرک ج ۳ ص: ۴۳۵ ترجمہ محمد بن مسلمہ انصاری۔

اسلام حویصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کعب بن اشرف کے قتل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ اس قسم کے یہود کو جہاں کہیں پاؤ قتل کر ڈالو چنانچہ حویصہ بن مسعود کے چھوٹے بھائی محیصہ بن مسعود نے ابن سبینہ یہودی کو قتل کر ڈالا۔ (جو تجارت کرتا تھا اور خود حویصہ اور محیصہ اور دیگر اہلِ مدینہ سے داد و ستد کا معاملہ رکھتا تھا۔

حویصہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور محیصہ پہلے سے مسلمان تھے حویصہ چونکہ عمر میں بڑے تھے محیصہ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا اور یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن تو نے اس کو قتل کر ڈالا خدا کی قسم اس کے مال سے کتنی چربی تیرے پیٹ میں ہے، محیصہ نے کہا:

واللہ لقد امرنی بقتلہ من لو امرنی بقتلک لضربت عنقک	خدا کی قسم مجھکو اس کے قتل کا ایسی ذات نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ ذات بابرکات تیرے قتل کا بھی حکم دیتی تو واللہ میں تیری بھی گردن اُڑا دیتا۔

حویصہ نے کہا:

آللہ لو امرک محمد بقتلی لقتلتنی	کیا خدا کی قسم اگر محمد تجھکو میرے قتل کا حکم دے تو واقعی تم مجھکو قتل کر ڈالے گا۔

محیصہ نے کہا:

نعم واللہ لو امرنی بضرب عنقک لضربتھا	ہاں خدا کی قسم اگر تیری گردن مارنے کا حکم دیتے تو ضرور تیری گردن مارتا۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد ذرہ برابر تیرے بھائی ہونے کا خیال نہ کرتا حویصہ یہ سُن کر حیران رہ گئے اور بے ساختہ بول اٹھے کہ خدا کی قسم یہی دین حق ہے جو دلوں میں اس درجہ راسخ اور مستحکم اور رگ و پے میں اس طرح جاری و ساری ہے۔ اس کے بعد حویصہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور سچے دل سے اسلام قبول کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(غرۂ جمادی الآخر ۳ھ)

واقعۂ بدر کے بعد قریش مکہ مسلمانوں سے اس درجہ مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے، کہ ان کے چھیڑ چھاڑ کے اندیشہ سے اپنا قدیم راستہ ہی چھوڑ دیا چنانچہ بجائے شام کے راستہ کے عراق کا راستہ اختیار کیا اور رہبری کے لئے فرات بن حیان عجلی کو اُجرت پر ہمراہ لیا اور ایک قافلہ بغرض تجارت مکہ سے مال کثیر لے کر براہِ عراق روانہ ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبد العزیٰ و عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ (فتح مکہ میں یہ چاروں حضرات مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس قافلہ کی اطلاع ہوئی تو سو صحابہ کی جمعیت کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی امارت اور سرکردگی میں روانہ فرمایا؛

ان لوگوں نے پہنچ کر حملہ کیا۔ قافلہ حاصل کر لینے میں تو کامیاب ہو گئے مگر اعیان قوم اور اشراف خاندان اور قافلہ والے سب بھاگ گئے صرف فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لائے مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ مال غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کا خمس جو نکالا گیا تو اس کی تعداد بیس ہزار درہم تھی۔ تو معلوم ہوا کہ غنیمت کی مجموعی تعداد ایک لاکھ درہم تھی۔[1]

قتل ابی رافع

(نصف جمادی الثانیہ ۳ھ)

ابو رافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا۔ ابو رافع کنیت تھی عبداللہ بن ابی الحُقیق اس کا نام

---

[1] طبقات ابن سعد۔ ج ۰ ۲۵۔ زرقانی، ج: ۲: ص: ۱۰

تھا۔ سلّام بن ابی الحُقیق بھی کہتے تھے۔ خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور طرح طرح سے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچاتا تھا کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا، یہی شخص غزوۂ احزاب میں قریش مکہ کو مسلمانوں پر چڑھا کر لایا اور بہت زیادہ ان کی مالی امداد کی اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی عداوت میں روپیہ خرچ کرتا رہتا تھا۔[۱]

کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہ اور اُن کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ سب قبیلۂ اوس کے تھے اس لئے قبیلۂ خزرج کو یہ خیال ہوا کہ قبیلۂ اوس نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانی دشمن اور بارگاہ رسالت کے ایک گستاخ اور دریدہ دہن کعب بن اشرف کو قتل کرکے سعادت اور شرف حاصل کرلیا۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ بارگاہِ نبوت کے دوسرے گستاخ اور دریدہ دہن ابو رافع کو قتل کرکے دارین کی عزت و رفعت حاصل کریں۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابو رافع کے قتل کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی۔[۲]

اور عبداللہ بن عتیک اور مسعود بن سنان اور عبداللہ بن اُنیس اور ابو قتادہ حارث بن ربعی اور خزاعی بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا اور عبداللہ بن عتیک کو ان پر امیر بنایا اور یہ تاکید فرمائی کہ کسی بچہ اور عورت کو ہرگز قتل نہ کریں۔[۳]

نصف[۴] جمادی الآخری ۳ھ کو عبداللہ بن عتیک مع اپنے رفقاء کے خیبر کی طرف روانہ ہوئے (تاریخ طبری ص ۳۰۲)۔ صحیح بخاری میں براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراگاہ سے واپس لاچکے تھے تب یہ لوگ خیبر پہنچے، ابو رافع کا قلعہ جب قریب آگیا تو عبداللہ

[۱] البدایۃ والنہایۃ، ج: ۴، ص: ۱۳۰　[۲] فتح الباری، ج: ۷، ص ۲۶۲

[۳] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۶۳

[۴] یہ امام طبری کا قول ہے ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابو رافع کا قتل ماہ رمضان ۶ھ میں ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں ذی الحجہ ۵ھ یا ۴ھ میں اور بعض کہتے ہیں رجب ۳ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ امام بخاری صحیح بخاری میں زہری سے راوی ہیں کہ ابو رافع کعب بن اشرف کے بعد قتل ہوا۔ فتح الباری ص ۲۶۲/۷

بن عتیک نے اپنے رفقاء سے کہا تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں، جب بالکل دروازہ کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا اوڑھ کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاء حاجت کرتا ہو، دربان نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارا ہی کوئی آدمی ہے یہ آواز دی کہ اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا ہے تو جلد آجا میں دروازہ بند کرتا ہوں میں فوراً داخل ہوگیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔

ابورافع بالاخانہ پر رہتا تھا۔ اور شب کو قصہ گوئی ہوتی تھی جب قصہ گوئی ختم ہوگئی اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہوگئے تو دربان نے دروازے بند کر کے کنجیوں کا حلقہ ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔

جب سب سو گئے تو میں اٹھا اور کھونٹی سے کنجیوں کا حلقہ اتار کر دروازہ کھولتا ہوا بالاخانہ پر پہنچا اور جو دروازہ کھولتا تھا وہ اندر سے بند کر لیتا تھا تاکہ لوگوں کو اگر میری خبر بھی ہو جائے تو میں اپنا کام کر گذروں۔

جب میں بالاخانہ پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل وعیال میں سو رہا تھا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ابورافع کہاں اور کدھر ہے۔ میں نے آواز دی۔ اے ابورافع۔ ابورافع نے کہا کون ہے میں نے اسی جانب ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر خالی گیا۔ ابورافع نے ایک چیخ ماری میں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجہ میں کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز ہے، ابورافع نے کہا، ابھی مجھ پر کسی شخص نے تلوار کا وار کیا۔ یہ سنتے ہی میں تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے اس کے کاری زخم آیا۔ بعدازاں میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی جس سے سمجھا کہ میں اب اس کا کام تمام کر چکا اور واپس ہوگیا اور ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا تھا۔ جب سیڑھی سے اترنے لگا تو یہ خیال ہوا کہ زمین قریب آگئی اترنے میں گر پڑا۔ اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی چاندنی رات تھی۔ عمامہ کھول کر ٹانگ کو باندھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا تم چلو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤ۔ میں یہیں بیٹھا ہوں اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی تو خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا۔ اور کہا تیز چلو۔ اللہ نے ابورافع کو ہلاک کیا۔ وہاں سے چل کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوش خبری سنائی اور جو واقعہ گزرا تھا وہ سب بیان کیا، آپ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ نے دستِ مبارک اس پر پھیرا ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی (بخاری شریف باب قتل ابی رافع فتح الباری باب قتل ابی رافع البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۱۳۸)

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَبَعَثَہٗ لابن عتیک معہ — قومٌ من الخزرج کی تمنعہ[۵۱]

لخیبر لابن ابی الحُقَیْق — لِقَتْلِہٖ أَمِیْنَ بالتَّوفِیْق

واختلفوا قتیلٌ ذا فی السادسۃ — او ثالث او رابع او خامسۃ

غزوۂ اُحد[۵۲]

شوال ۳ھ

قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّیُٔ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ[۵۳]

قریشِ مکہ جب بدر سے بے طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ کاروانِ تجارت جس کو ابوسفیان ساحلی راستے سے بچا کر نکال لائے تھے وہ مع اصل سرمایہ اور زرِ منافع دارالندوہ میں بطور امانت محفوظ ہے بدر کی اس بے طرح ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا لیکن جن لوگوں کے باپ اور بیٹے بھائی اور بھتیجے خویش و اقارب بدر میں مارے گئے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا۔ جذبۂ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔

۵۱۔ اسے تحفظ بدو الجماعۃ عبداللہ بن عتیک عاینوبہ

۵۲۔ اُحد مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے کم و بیش دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ احد کو احد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے جبال (پہاڑوں) سے متوحد یعنی منفرد اور علیحدہ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۹)

۵۳۔ آلِ عمران: آیۃ: ۱۲۱

بالآخر ابوسفیان[1] بن حرب۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ صفوان بن امیہ اور دیگر سردارانِ قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے، کہ کاروانِ تجارت بطورِ امانت محفوظ ہے، اس میں سے اصل سرمایہ تو تمام شرکاء پر بقدرِ حصص تقسیم کر دیا جائے اور زرِ منافع کلیۃً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے تاکہ ہم مسلمانوں سے اپنے باپ اور بیٹوں، خویش اور اقارب، اعیان اور اشراف کا جو بدر میں مارے گئے انتقام لیں یک آواز سب نے نہایت طیبِ خاطر سے اس درخواست کو قبول کیا اور زرِ منافع جس کی مقدار پچاس ہزار دینار تھی وہ سب اس کام کے لئے جمع کر دیا گیا۔

اسی بارے میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ (الانفال، ۳۶)	تحقیق کافر اپنے مالوں کو خرچ کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کے راستہ سے روک دیں پس اور بھی خرچ کریں گے اور پھر یہ سب ان پر حسرت اور افسوس ہوں گے پھر آخر مغلوب ہوں گے۔

قریش کا عورتوں کو ہمراہ لے چلنا

غرض یہ کہ قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تاکہ وہ رجزیہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں نیز لڑنے والے عورتوں کی بے حرمتی کے خیال سے دل کھول کر اور سینہ ٹھوک کر لڑیں پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں اور قبائل میں قاصد دوڑائے کہ اس جنگ میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دیں۔ اس طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع

---

[1] جنگ بدر میں ابوسفیان کا بیٹا حنظلہ اور عکرمہ کا باپ ابوجہل اور حارث بن ہشام کا بھائی ابوجہل بن ہشام اور صفوان بن امیہ کا باپ امیہ قتل ہوئے تھے مگر بعد میں چل کر ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام اور حویطب اور صفوان سب مسلمان ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (زرقانی ج۲)

ہوگیا جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں، یہ تین ہزار کا لشکر جرار نہایت کر و فر سے ابو سفیان بن حرب کی سرکردگی میں ۵ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا طبقات ابن سعد ج۲ ص۲۵ قسم اول زرقانی ج۲ ص۲۰ تاریخ طبری ص۹

حضرت عباسؓ کا حضور پر نور کو قریش کے ارادے سے اطلاع دینا

حضرت عباس نے یہ تمام حالات لکھ کر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے پاس ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ روانہ کئے اور قاصد کو یہ تاکید کی کہ تین دن کے اندر اندر کسی طرح آپ کے پاس یہ خط پہنچا دے [۱]

حضور پر نور کا صحابہ سے مشورہ

یہ خبر پاتے ہی آپ نے انس اور مونس رضی اللہ عنہما کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ انھوں نے آکر یہ اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آپہنچا ہے۔ بعد ازاں حباب بن منذرؓ کو ان کا اندازہ کرنے کیلئے بھیجا کہ معلوم کریں فوج کی کتنی تعداد ہے، حبابؓ نے آکر ٹھیک اندازہ اور صحیح تخمینہ سے اطلاع دی تمام شب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد نبوی کا پہرہ دیا۔ اور شہر کے اطراف و جوانب میں بھی پہرے بٹھلا دیئے گئے طبقات ابن سعد ج۲ ص۲۵ قسم اول۔ یہ جمعہ کی شب تھی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ اکابر مہاجرین و انصار نے یہ مشورہ دیا کہ مدینہ ہی میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے لیکن جو نوجوان جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے اور شوق شہادت میں بے چین اور بے تاب تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے خواب [۲] دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جا رہی ہے۔

---

[۱] زرقانی ج۲، ص۲۱۔ [۲] یہ خواب آپ نے اسی شب جمعہ میں دیکھا تھا۔ کما فی طبقات ابن سعد ج۲ ص۲۶

جس کی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقر سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے لہٰذا میری رائے میں مدینہ ہی میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا۔ پھر اسی تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ ہو گئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ صحابہ کرام بمنزلہ تلوار کے تھے جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار کے ہلانے کے تھا ایک مرتبہ ہلایا یعنی غزوہ احد میں تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا یعنی کچھ صحابہ شہید ہو گئے، پھر اسی تلوار کو دوسرے غزوہ میں استعمال کیا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ اور تیز ہو گئی اور خوب دشمنوں پر چلی عبد اللہ بن ابی رأس المنافقین سے بھی ہوشیار اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے مشورہ لیا گیا اس نے یہ کہا کہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اندرون شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا گیا، تو ناکام رہے یا رسول اللہ آپ مدینہ سے باہر نکلئے خدا کی قسم جب کبھی ہم مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب کبھی ہم مدینہ میں رہے اور دشمن ہم پر چڑھ کر آیا تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی آپ تو مدینہ کی ناکہ بندی فرمادیں دشمن اگر بالفرض مدینہ میں گھس آیا تو مرد ان کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں چھتوں سے سنگ باری کریں گی۔ اور اگر باہر سے باہر ہی ناکام واپس ہو گئے تو فہو المراد[1]

مگر بعض اکابر اور نوجوانوں نے اس پر زیادہ اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کیا جائے، اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو اس دن کے متمنی اور مشتاق ہی تھے اور خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے خدا وہ دن لے آیا اور مسافت بھی قریب ہے حضرت حمزہ اور سعد بن عبادہ اور نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم نے مدینہ میں رہ کر ان کی مدافعت کی تو ہمارے دشمن ہم کو خدا کی راہ میں بزدل خیال کریں گے اور حضرت حمزہ نے یہ کہا۔

وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ لَا . قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ پر کتاب

---

[1] ۔ تاریخ طبری ج ۳، ص: ۱۱

المعم الیوم طعاما حتی اجالدھم بسیفی خارج المدینہ[1]	نازل فرمائی ہیں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کر لوں۔

نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ لا تحرمنا الجنۃ فو الذی بعثک بالحق لادخلن الجنۃ	اے اللہ کے رسول ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا۔

آپ نے فرمایا کس بنا پر، نعمان نے عرض کیا۔

لانی اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ولا افر یوم الزحف	اس لئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں اور میں لڑائی میں کبھی بھاگتا نہیں۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

لانی احب اللہ ورسولہ	اس وجہ سے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ صَدَقْتَ تو نے سچ کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ جنت کے شیدائی اور شہادت کے سودائی یعنی نوجوانوں کا اصرار تو پہلے ہی سے ہے کہ مدینہ سے باہر جا کر حملہ کیا جائے لیکن مہاجرین و انصار میں سے بھی بعض اکابر جیسے حضرت حمزہؓ اور سعد بن عبادہؓ شوق شہادت میں بے چین اور بے تاب ہیں اور انکی بھی یہی رائے ہے، تو آپ نے بھی یہی عزم فرما لیا۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر وعظ فرمایا، اور جہاد و قتال کی ترغیب دی، اور تیاری کا حکم دیا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج: ۴، ص: ۱۲ - زرقانی ج ۲، ص: ۲۳

یہ سنتے ہی خداوند ذوالجلال کے محبّین و مخلصین، عاشقین ذوالیمین اور خداوند قدوس تعالیٰ کے شائقین کے جانوں میں جان آگئی اور سمجھ گئے کہ اب اس دنیا کے جیل خانہ اور اس قفس سے ہماری رہائی کا وقت آگیا۔

خرّم آں روز کزیں منزل ویراں بردم   راحت جان طلبم وزپئے جاناں بردم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تیاری اور سلاح پوشی

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ حجرۂ شریفہ میں تشریف لے گئے اور صاحبین (یعنی آپ کے وہ دو ساتھی جو دنیا میں بھی آپ کے ساتھ رہے اور عالم برزخ میں بھی آپ کے ساتھ ہیں اور میدانِ حشر اور حوضِ کوثر اور جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے) یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ بھی آپ کے ساتھ حجرہ میں گئے۔

ہنوز آپ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں سے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو شہر سے باہر سے جاکر حملہ کرنے پر مجبور کیا حالانکہ آپ پر اللہ کی وحی اترتی رہتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ کی رائے اور منشا پر چھوڑ دیا جائے۔ اتنے میں آپ دو زرہیں تو بر تو پہن کر اور مسلح ہو کر باہر تشریف لے آئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے غلطی سے خلاف مرضی مبارک اصرار کیا جو ہمارے لئے کسی طرح مناسب اور زیبا نہ تھا۔ آپ صرف اپنی رائے پر عمل فرمائیں آپ نے فرمایا کسی نبی کے لئے[1] یہ جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ اب اللہ کے نام پر چلو اور میں جو حکم دوں وہ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی فتح اور نصرت تمہارے ہی لئے ہے۔

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم آپ کی ساتھ مخصوص نہیں ہر پیغمبر علیہ السلام کا یہی حکم ہے کہ ہتھیار لگا لینے کے بعد بغیر جہاد کے ہتھیار اتارنا جائز نہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفل اور مستحب شروع کر دینے سے اس کا اتمام اور پورا کرنا اہم ہو جاتا ہے۔ فافہم ۱۲ عفا اللہ عنہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی اور فوج کا معاینہ

۱۱ شوال یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے ہوئے آپکے آگے آگے تھے، اور سب مسلمان آپ کے داہنے اور بائیں چلتے تھے۔

یہ تمام تفصیل طبقات ابنِ سعد اور زرقانی میں مذکور ہے۔ مدینہ سے باہر نکل کر جب مقام شیخین[۱] پر پہنچے تو فوج کا جائزہ لیا، ان میں جو نوعمر اور کم سن تھے ان کو واپس فرمایا جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ　(۲) زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ　(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) اسید بن ظہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ　(۶) عرابۃ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷) براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ　(۸) زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں سترہ صحابی پیش کئے گئے جن کی عمر چودہ چودہ سال کی تھی نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے نابالغ قرار دے کر واپس کر دیا جب ایک سال بعد پندرہ سال کے سن میں پیش کئے گئے تو آپ نے اجازت دی۔ زرقانی ج ۲ ص ۲۵

ان کمسنوں میں رافع بن خدیجؓ بھی تھے۔ انھوں نے یہ ہوشیاری کی کہ انگوٹھوں کے بل تن کے کھڑے ہو گئے تاکہ دراز قامت معلوم ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ نیز ان کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ یہ بڑے تیر انداز ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ نافع سے یہ دریافت کیا کہ عبداللہ بن عمر کن کن غزوات میں رسول اللہ

---

[۱] شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے جو مدینہ اور احد کے بیچ میں ہیں وہاں ایک اندھا اور بڈھا یہودی اور ایک اندھی اور بڑھیا یہودن رہا کرتے تھے، اس لئے وہ ٹیلے شیخین کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ۱۲ طبری ج ۳

علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے نافع نے کہا مجھ سے خود ابن عمر نے بیان کیا کہ جب غزوۂ بدر ہوا تو اس وقت میں ۱۳ سال کا تھا اور جب غزوۂ احد ہوا تو اس وقت میں ۱۴ سال کا تھا۔ غزوۂ بدر میں تو میں نے جانے کا ارادہ ہی نہیں کیا لیکن غزوۂ احد میں شریک ہونے کی بارگاہ نبوی میں استدعا کی لیکن آپ نے کمسنی کی وجہ سے قبول نہ فرمایا اور علیٰ ہذا زید بن ثابت اور اوس بن عرابہ کو بھی کمسن ہونے کی وجہ سے واپس فرمایا مگر رافع بن خدیج کو درازِ قامت ہونے کی وجہ سے اجازت دے دی جب غزوۂ خندق پیش آیا تو اس وقت میں ۱۵ سال کا تھا، اس وقت آپ نے مجھ کو اجازت دی اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا عمر بن عبد العزیز نے اس حدیث کو سن کر فوراً کاتب کو حکم دیا کہ بہت جلد اس حدیث کو لکھ لیں۔

اس لئے کہ لوگ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے بیت المال سے وظیفہ کی درخواست کرتے ہیں۔ لہٰذا خوب تحقیق کر لی جائے جو فی الواقع پندرہ سال کا ہو مجاہدین اور مقاتلین کی فہرست میں اس کا نام درج کر کے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کیا جائے۔

اور جو پندرہ سال سے کم ہو اس کا نام ذریۃ بچوں کی فہرست میں لکھا جائے۔ عیون الاثر ص ۲۳۳

سمرۃ بن جندب جو انہیں کے ہم سن تھے انہوں نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں اپنے علاتی باپ مری بن سنانؓ سے کہا۔ اے باپ۔ رافع کو تو اجازت مل گئی اور میں رہ گیا۔ حالانکہ میں ان سے زیادہ قوی ہوں رافع کو پچھاڑ سکتا ہوں مری بن سنانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے رافع کو اجازت دی اور میرے بیٹے کو واپس فرمایا حالانکہ میرا بیٹا رافع کو پچھاڑ سکتا ہے۔

آپ نے رافعؓ اور سمرۃؓ کی کشتی کرائی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ آپ نے سمرہ کو بھی اجازت دی۔ طبری ص ۱۲ ج ۳ بچے اور بوڑھے جوان اور ادھیڑ سب کے سب ایک ہی شراب کے مخمور اور ایک ہی نشہ کے چور تھے۔ شہید ہونے سے پہلے ہی خنجر تسلیم سے شہید ہو چکے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔

لشکرِ اسلام سے منافقین کی علیحدگی اور واپسی

جب آپ اُحد کے قریب پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ آپ نے میری رائے نہیں مانی ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمہارا ساتھ دیتے انہی لوگوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ (آل عمران، آیۃ ۱۶۷)

اب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے جن میں صرف سو آدمی زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے ایک آپ کا اور ایک ابو بردۃ بن نیار حارثی رضی اللہ عنہ کا۔[۵۱]

قبیلۂ خزرج میں سے بنی سلمہ نے اور قبیلۂ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی ابن ابی کی طرح کچھ واپسی کا ارادہ کیا اور یہ دونوں قبیلے لشکر کے دونوں طرف تھے توفیق خداوندی نے ان کی دست گیری کی۔ خدا نے ان کو بچا لیا۔ اور واپس نہیں ہوئے۔ ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝[۵۲]

یاد کرو اس وقت کو جب ہمت ہار دی تم میں کے دو گروہوں نے اور اللہ ان کا مددگار تھا۔ اس لئے وہ واپسی سے محفوظ رہے اور تمام مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ہنوز آپ مقام شیخین ہی میں تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے

۵۱۔ طبری، ج: ۳، ص: ۱۲

۵۲۔ آل عمران، آیۃ: ۱۲۲

اذان دی آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور یہیں شب کو قیام فرمایا۔ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے تمام شب لشکر کی پاسبانی کی وقتاً فوقتاً لشکر کا ایک چکر لگاتے اور واپس آکر آپ کے خیمہ مبارکہ کا پہرہ دیتے۔

شب کے آخری حصہ میں آپ نے کوچ فرمایا جب اُحد کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت آگیا، بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت کہی اور آپ نے اپنے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی۔

ترتیب فوج

نماز سے فارغ ہو کر لشکر کی جانب متوجہ ہوئے مدینہ کو سامنے اور اُحد کو پس پشت رکھکر صفوں کو مرتب فرمایا۔ اور جو صفیں چند لمحہ پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم و اجلال کے لئے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ اس کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لئے کھڑی ہو گئیں [۱]

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ جبل اُحد کے پیچھے بٹھلا دیا تاکہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ سرکنا اور نہ ہماری مدد کے لئے آنا۔

زہیر کی روایت میں یہ ہے کہ اگر پرندوں کو بھی ہم کو اچکتے ہوئے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ ٹلنا۔

مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] ۔ ابن سعد، ج:۲، ص:۲۷

یہ ارشاد فرمایا تم اس جگہ کھڑے رہو اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرو۔ اگر ہم کو قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لئے نہ آنا اور اگر غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو اس میں شریک نہ ہونا۔[۱]

قریش کے لشکر کا حال

قریش کا لشکر چہار شنبہ ہی کو مدینہ پہنچ کر اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ جس کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سے سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور شرفاء مکہ کی پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر مردوں کو جوش دلاتی تھیں[۲] نفسانی اور شہوانی اور شیطانی لوگوں کا دھندا ایسا ہی ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ ہندہ بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی ماں

(۲)۔ ام حکیم بنت حارث بن ہشام ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی

(۳)۔ فاطمہ بنت ولید حارث بن ہشام کی بیوی (۴)۔ برزہ بنت مسعود صفوان بن امیہ کی بیوی

(۵)۔ ربطہ بنت شیبہ، عمرو بن العاص کی بیوی (۶)۔ سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابی طلحہ حجمی کی بیوی

(۷)۔ خناس بنت مالک مصعب بن عمیر کی والدہ (۸)۔ عمرۃ بنت علقمہ

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ سوائے خناس اور عمرہ کے یہ سب عورتیں بعد میں چل کر مشرف باسلام ہوئیں۔ رضی اللہ تعالٰی عنہن۔

قریش نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اور پیادوں پر صفوان بن امیہ کو اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص کو اور تیر اندازوں پر عبد اللہ بن ابی ربیعہ کو افسر مقرر کیا۔

مگر بعد میں چل کر قریش کے یہ پانچوں امرائے لشکر مشرف باسلام ہوئے، رضی اللہ تعالٰی عنہم ۱۲

---

[۱]۔ فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۷۰ [۳] فتح الباری۔ ج: ۷۔ ص: ۲۷۰

[۲]۔ زرقانی، ج: ۲، ص: ۲۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدین سے ایک خطاب

جب فریقین کی صفیں مرتب ہوئیں تو رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر یہ فرمایا

من یأخذ ھذا السیف بحقہ کون ہے جو کہ اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے۔

یہ سن کر بہت سے ہاتھ اس سعادت کے حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک روک لیا اتنے میں ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس تلوار کا کیا حق ہے، آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خدا کے دشمنوں کو مارے یہاں تک کہ خم ہو جائے۔

یہ روایت مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے اور معجم طبرانی میں قتادہ بن النعمانؓ سے اور مسند بزار میں حضرت زبیرؓ سے مروی ہے۔

حافظ ابو بشر دولابی نے اس حدیث کو کتاب الکنیٰ میں حضرت زبیرؓ سے روایت کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو کبھی قتل نہ کرنا اور اس کو لے کر کبھی کسی کافر کے مقابلہ سے فرار نہ ہونا۔

ابو دجانہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں یعنی اس کا حق ادا کر دونگا۔ آپ نے فوراً وہ تلوار ابو دجانہؓ کو مرحمت فرما دی۔

غالباً آپ کو بذریعہ وحی الٰہی کے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ سوائے ابو دجانہ کے کوئی اس تلوار کا حق نہ ادا کرے گا۔ اس لئے صرف ابو دجانہؓ ہی کو عطا فرمائی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ [۱]

(فائدہ) ابو دجانہ بڑے شجاع اور بہادر تھے، جنگ کے وقت ان پر (تبختر) یعنی نازو انداز اور وجد اور سکر کی خاص کیفیت ہوتی تھی، لڑائی کے وقت سر پر سرخ عمامہ باندھ لیتے تھے اور خراماں خراماں چلتے۔ غالباً اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار عطا کی جیسا کہ آئندہ

---

[۱] - الاصابہ، ج: ۴، ص: ۵۸ زرقانی ج ۲ - ص: ۲۸

اُن کے جہاد و قتال سے معلوم ہوگا۔

آغازِ جنگ اور مبارزین قریش کا ایک ایک کر کے قتل

قریش کی طرف سے سب سے پہلے میدان جنگ میں ابو عامر نکلا جو زمانۂ جاہلیت میں قبیلۂ اوس کا سردار تھا اور زہد اور پارسائی کی وجہ سے راہب کے نام سے پکارا جاتا تھا جب مدینہ میں اسلام کا نور چمکا تو یہ شپرہ چشم اس کی تاب نہ لاسکا اور مدینہ سے مکہ چلا آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے راہب کے فاسق نام تجویز فرمایا۔

اس فاسق نے مکہ آکر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا اور معرکۂ اُحد میں خود اُن کے ساتھ آیا اور یہ باور کرایا کہ قبیلۂ اوس کے لوگ جب مجھکو دیکھیں گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔

پہلا مبارز:۔ چنانچہ معرکۂ اُحد میں سب سے پہلے یہی ابو عامر میدان میں آیا اور اور للکار کر کہا۔

یا معشر الاوس انا ابو عامر — اے گروہ اوس میں ابو عامر ہوں۔

خدا اوس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے جنھوں نے فوراً ہی یہ جواب دیا۔

لا انعم اللّٰہ بك عینا یا فاسق — اے خدا کے فاسق اور نافرمان خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

ابو عامر یہ دندان شکن جواب سن کر خائب و خاسر واپس ہوا اور جا کر یہ کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی۔ زرقانی ج ۲ ص ۳ ابن ہشام ج ۲ ص ۹ طبری ج ۳ ص ۱۲ عیون الاثر[۵] ص ۲۲۶ البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۱۶

دوسرا مبارز:۔ بعد ازاں مشرکین کا علمبردار طلحۃ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور

---

[۵] عیون الاثر، ص ۲، ۳۳۶

للکار کر یہ کہا۔ اے اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری تلواروں سے جلدی جہنم میں پہنچاتا ہے اور ہماری تلواروں سے تم کو جنت میں جلد پہنچاتا ہے، پس کیا تم میں سے ہے کوئی جس کو میری تلوار جلد جنت میں یا اس کی تلوار مجھ کو جلد جہنم میں پہنچا دے۔

یہ سنتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقابلے کے لئے نکلے اور تلوار چلائی جس سے اس کا پیر کٹ گیا اور منہ کے بل گرا اور ستر کھل گیا۔ حضرت علیؓ شرما کر پیچھے ہٹ گئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دریافت فرمایا اے علی کیوں پیچھے ہٹے، آپ نے فرمایا مجھ کو اس کے ستر کھل جانے سے شرم آگئی۔[1]

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے سر پر تلوار چلائی جس سے سر کے دو حصے ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور مسلمانوں نے بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ لگایا۔

غالباً حضرت علی کی پہلی تلوار اس کے قدم پر پڑی جس سے پیر کٹ گیا اور دوسری تلوار سر پر پڑی جس نے کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ ابنِ جریر کی روایت میں پہلے وار کا ذکر ہے، اور ابنِ سعد کی روایت میں دوسرے وار کا، لہٰذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

تیسرا مبارز۔ بعد ازاں عثمان بن ابی طلحہ نے عَلَم سنبھالا اور یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا۔

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا　　　ان تخضب الصعدۃ او تندقا

علمبرداروں کا یہ فرض ہے کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ دشمن کے خون سے رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور عثمان کے دونوں ہاتھ اور دونوں شانے صاف کر دیئے

---

[1] ۔ زرقانی ۔ ج ۲، ص: ۳۱

اور علم اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس کا کام تمام ہوا۔

چوتھا مبارز:۔ اس کے بعد ابو سعد بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی ایک تیر تاک کر اس کے حلق پر مارا جس سے اس کی زبان باہر نکل آئی آگے بڑھ کر فوراً قتل کیا۔

پانچواں مبارز:۔ اس کے بعد مسافع بن طلحۃ بن ابی طلحہ نے عَلَم اٹھایا حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کیا۔

چھٹا مبارز:۔ اس کے بعد حارث بن طلحۃ بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اس کو بھی عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کیا اور بقول بعض حضرت زبیر نے اس کو قتل کیا۔

ساتواں مبارز:۔ پھر کلاب بن طلحۃ بن ابی طلحہ نے علم ہاتھ میں پکڑا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر قتل کیا۔

آٹھواں مبارز:۔ بعد ازاں جُلاس بن طلحۃ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ فوراً ہی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

نواں مبارز:۔ اس کے بعد ارطاۃ شرحبیل نے جھنڈا ہاتھ میں لیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا کام تمام کیا۔

دسواں مبارز:۔ شریح بن قارظ علم لے کر آگے بڑھا آناً فاناً اس کا بھی کام تمام ہوا، شریح کے قاتل کا نام معلوم نہیں کہ کون تھا۔

گیارہواں مبارز:۔ اس کے بعد ان کا غلام جس کا نام صُوَاب تھا وہ علم لے کر سامنے آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص یا حضرت حمزہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے علیٰ اختلاف الاقوال اس کا بھی کام تمام کیا۔[1]

اس طرح سے قریش کے بائیس سردار مارے گئے جن کے نام علامہ ابن ہشام نے بالتفصیل

---

[1] زرقانی۔ ج ۲، ص: ۳۱ ۔ ابن سعد ج ۲، ص ۲۸

ذکر کئے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی تبلایا ہے کہ فلاں فلاں سردار فلاں فلاں صحابی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔[۵]

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

ابودجانہ رضی اللہ تعالے عنہ، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار عطا فرمائی تھی۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ اوّل انھوں نے اپنا ایک سرخ عمامہ نکالا اور سر پہ باندھا۔ اور اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور یہ اشعار زبان پر تھے۔

أَنَا الَّذِی عَاهدنی خلیلی ونحن بالسفح لدی النخیل

میں وہی ہوں جس سے میرے اس دوست نے عہد لیا ہے (کہ جس کی محبت میرے خلالِ قلب یعنی اندرونِ قلب میں سرایت کرچکی ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) درآنحالیکہ ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے۔

ان لا اقوم الدھر فی الکیول اضرب بسیف اللہ والرسول

وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں نہ کھڑا ہوں گا اور اللہ اور اُس کے رسُول کی تلوار سے خدا کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابودجانہؓ کو اکڑتے ہوئے دیکھکر یہ فرمایا یہ چال اللہ کو سخت ناپسند ہے مگر ایسے وقت میں۔

(یعنی جبکہ محض اللہ اور اُس کے رسُول کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہو اپنے نفس کیلئے نہ ہو)

ابودجانہؓ صفوں کو چیرتے چلے جاتے تھے جو سامنے آگیا اسی کی لاش زمین پہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بالکل سامنے آگئی ابودجانہؓ نے اس پہ تلوار اٹھائی مگر فوراً ہی ہاتھ روک لیا۔ کہ یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ خاص کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کو ایک عورت پر چلایا جائے۔

---

[۵] ابن ہشام۔ ج ۲، ص: ۱۰۳، زرقانی۔ ج ۲، ص: ۳۱

ایک روایت میں ہے کہ جب ابودجانہؓ ہندہ کے قریب پہنچے تو اس نے لوگوں کو آواز دی مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہ پہنچا۔ ابودجانہ فرماتے ہیں۔ مجھ کو اس وقت یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کو ایک بے پناہ اور بے سہارا عورت پر آزماؤں [1]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور شہادت ذکر

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیرانہ حملے سے کفار سخت پریشان تھے جس پر تلوار اٹھاتے اسی کی لاش زمین پر نظر آتی۔

وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ جنگ بدر میں جبیر کا چچا طعیمۃ بن عدی حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ جبیر کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ جبیر نے وحشی سے یہ کہا کہ اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ جب قریش جنگ اُحد کے لئے روانہ ہوئے تو وحشی بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔

جب اُحد پر فریقین کی صفیں قتال کے لئے مرتب ہوگئیں اور لڑائی شروع ہوئی تو سباع بن عبدالعزّٰی ھَل مِن مبارز (ہے میرا کوئی مقابل) پکارتا ہوا میدان میں آیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے اے سباع۔ اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی عورت کے بچے تو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا ایک ہی وار میں اس کو فنا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔

وحشی حضرت حمزہ کی تاک میں ایک پتھر کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہ ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے ناف پر نیزہ مارا جو پار ہوگیا۔

حضرت حمزہ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ۔ ج : ۴ ، ص : ۱۶

یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ مسند ابی داوٗد طیالسی میں ہے وحشی کہتے ہیں کہ جب مکہ آیا تو آزاد ہو گیا اور قریش کے ساتھ فقط حضرت حمزہ کے قتل کے ارادہ سے آیا تھا قتل وقتال میرا مقصد نہ تھا۔[1]

حضرت حمزہ کو قتل کر کے لشکر سے علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ میرا اور کوئی مقصد نہ تھا صرف آزاد ہونے کی خاطر حضرت حمزہ کو قتل کیا۔

فائدہ:۔ فتح مکہ کے بعد وفد طائف کے ساتھ وحشی بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ مشرف باسلام ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے لوگوں نے ان کو دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ یہ وحشی ہے یعنی آپ کے عم محترم کا قاتل۔ آپ نے فرمایا۔

دعوہ فلاسلام رجل واحد　　اس کو چھوڑ دو۔ البتہ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک

احب الی من قتل الف کافر　　ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

بعد ازاں آپ نے وحشی سے حضرت حمزہ کے قتل کا واقعہ دریافت کیا۔ وحشی نے نہایت خجالت وندامت کے ساتھ محض تعمیل ارشاد کی غرض سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور یہ فرمایا کہ اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کر اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے، وحشی رضی اللہ عنہ کو چونکہ آپ کی ایذا پہنچانا مقصود نہ تھا اس لئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھتے اور اس فکر میں رہے کہ اس کا کوئی کفارہ کروں چنانچہ اس کے کفارہ میں مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا جس نے خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعد نبوت کا دعوی کیا۔

اور جس طرح حضرت حمزہ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا اس طرح مسیلمہ کذاب کو بھی ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔ اس طرح ایک خیر الناس کے قتل کی ایک شر الناس (بدترین خلائق) کے قتل سے مکافات کی۔[2]

---

[1] فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۲　　[2] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۸۴، ۲۸۵

یہ صحیح بخاری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں وحشی کے ساتھ ایک انصاری بھی شریک تھے واقدی اور اسحاق بن راہویہ اور حاکم کہتے ہیں عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی تھے اور بعض عدی بن سہل اور بعض ابودجانہ اور بعض زید بن الخطاب کا نام بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شن بن عبداللہ تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

الم تر انی و وحشیھم ضربنا مسیلمۃ المفتتن

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میں نے اور وحشی نے دونوں نے مل کر مسیلمہ فتنہ پرداز کو مارا ہے

یسائلنی الناس عن قتلہ فقلت ضربت وھذا الطعن

لوگ مجھ سے مسیلمہ کے قتل کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ کس نے مارا میں نے جواب دیا کہ میں نے تلوار ماری اور وحشی نے نیزہ مارا۔

فلست بصاحبہ دونہ ولیس بصاحبہ دون شن

پس حال یہ کہ مسیلمہ کا مستقل قاتل نہ تو میں ہوں اور نہ وحشی کو بغیر شن کی شرکت کے مستقل قاتل کہا جا سکتا ہے[1]

وحشی راوی ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔

نعم والحمد للہ الذی اکرمہ بیدی ولم یھنی بیدہ

ہاں۔ اور شکر اس خدا کا جس نے حضرت حمزہ کو میرے ہاتھ شہادت کی کرامت اور عزت بخشی اور مجھ کو اس کے ہاتھ سے ذلیل نہیں کیا

کیونکہ اگر وحشی اس وقت حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارے جاتے تو بحالت کفر مارے جاتے جس سے بڑھ کر کوئی اہانت اور ذلت نہیں۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا اے وحشی جا اور خدا کی راہ میں قتال کر جیسا کہ تو خدا کے راستہ سے روکنے کے لئے قتال کرتا تھا۔ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن[2]

---

[1] فتح الباری، ج ۷، ص ۲۸۲، ۲۸۵ [2] مجمع الزوائد، ج ۶، ص: ۱۲۱

حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی شہادت کا ذکر

ابو عامر فاسق جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

ابوسفیان اور حضرت حنظلہ کا مقابلہ ہوگیا۔ حضرت حنظلہ نے دوڑ کر ابوسفیان پر وار کرنا چاہا لیکن پیچھے سے شداد بن اسود نے ایک وار کیا جس سے حضرت حنظلہ شہید ہوئے

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حنظلہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔

ان کی بیوی[1] سے دریافت کیا گیا معلوم ہوا کہ حالت جنابت ہی میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تھے اسی حالت میں شہید ہوئے، رواہ ابن اسحاق والحاکم وصححہ ورواہ ابن سعد وغیرہ خصائص کبریٰ صفحہ ۲۱۶/۱ [2]

جس روز حضرت حنظلہ شہید ہونے والے تھے اسی شب ان کی بیوی نے یہ خواب دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور حنظلہ اس میں داخل ہوئے اور داخل ہونے کے بعد وہ دروازہ بند کر لیا گیا۔ بیوی اس خواب سے سمجھ چکی تھیں کہ حنظلہ اب اس عالم سے رخصت ہونے والے ہیں۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش تلاش کی گئی تو سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ [3]

اسی وجہ سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ ابو عامر فاسق چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے، اس لئے حضرت حنظلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپ نے منع فرمایا۔ (رواہ ابن شاہین واسنادہ حسن) (اصابہ ترجمہ حنظلہ بن ابی عامر)

مسلمانوں کے ان دلیرانہ اور جان بازانہ حملوں سے قریش کے میدان جنگ سے پیر اکھڑ گئے

---

[1] ۔ بیوی کا نام جمیلہ تھا، صحابیہ ہیں۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی بہن ہیں ۔۱۲ (روض الانف واصابہ) ۱۲

[2] ۔ الخصائص الکبریٰ، ج : ۱، ص : ۲۱۶

[3] ۔ روض الانف، ج : ۲، ص : ۱۴۳

اور اِدھر اُدھر منہ چھپاکر اور پُشت دکھاکر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی پریشان اور بدحواس ہوکر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔

مسلمان تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اور لڑائی کا پانسہ پلٹ جانا

تیراندازوں کی اس جماعت نے (جو کہ درہ کی حفاظت کے لئے بٹھائی گئی تھی)۔
جب یہ دیکھا کہ فتح ہوگئی اور مسلمان مالِ غنیمت میں مشغول ہیں۔ یہ بھی اسی طرح بڑھے۔ ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ تم اس جگہ سے نہ ٹلنا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور مرکز چھوڑکر غنیمت جمع کرنے والی میں جاملے۔

عبداللہ بن جبیر اور اُن کے دس رفقاء کی شہادت

مرکز پر صرف عبداللہ بن جبیر اور دس آدمی رہ گئے حکم نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکایک فتح شکست سے بدل گئی خالد بن ولید نے جو اس وقت مشرکین کے میمنہ پر تھے۔ درہ کو خالی دیکھکر پشت پر سے حملہ کردیا۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہوئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ کی شہادت

مشرکین کے اس ناگہانی اور یکبارگی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم وبرہم ہوگئیں۔
اور دشمنانِ خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپہنچے۔
مسلمانوں کے علمبردار مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے قریب تھے۔ انھوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کے شہید ہوئے ان کے بعد آپ نے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا۔
چونکہ مصعب بن عمیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اس لئے کسی شیطان نے یہ

افواہ اُڑا دی کہ نصیب دشمناں صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ۔ اس لئے تمام مسلمانوں میں سراسیمگی اور اضطراب پھیل گیا اور اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی سب کے سب بدحواس ہو گئے اور اس بدحواسی میں دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہ رہا اور آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلنے لگی۔

حضرت حذیفہؓ کے والد کا مسلمانوں کے ہاتھ سے غلطی سے شہید ہو جانا

حضرت حذیفہ کے والد یمان بھی اسی کشمکش میں آ گئے حضرت حذیفہ نے دور سے دیکھا کہ مسلمان میرے باپ کو مارے ڈال رہے ہیں۔ پکار کر کہا اے اللہ کے بندو! یہ میرا باپ ہے مگر اس ہنگامہ میں کون سنتا تھا بالآخر حضرت یمان شہید ہو گئے مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا کہ یہ حذیفہ کے باپ تھے تو بہت نادم ہوئے اور کہا خدا کی قسم ہم نے پہچانا نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ — اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دینے کا ارادہ فرمایا مگر حضرت حذیفہ نے قبول نہیں کیا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حذیفہؓ کی اور قدر بڑھ گئی۔[1]

خالد بن ولید کے ناگہانی حملہ سے لشکرِ اسلام کا اضطراب اور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال ثبات قدمی

خالد بن ولید کے اس یکبارگی اور ناگہانی حملہ سے اگرچہ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات اور قدم استقلال میں ذرہ برابر تزلزل نہیں آیا۔ اور کیسے آ سکتا تھا اللہ کا نبی اور اس کا رسول معاذ اللہ بزدل نہیں ہو سکتا، پہاڑ ٹل جائیں مگر انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ۔ اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے۔ ایک پیغمبر کی تنہا شجاعت کل عالم کی شجاعت سے کہیں زیادہ وزنی اور بھاری ہوتی ہے۔

---

[1] طبری، ج: ۳، ص: ۲۶۔ فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۷۹۔ شرح زرقانی ج: ۲، ص: ۳۲۔ ابن ہشام ج: ۳، ص: ۸۷

چنانچہ دلائل بیہقی میں مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

نوالذی بعثہ بالحق مازالت	قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر
قدمہ شبرا واحدا وانہ لفی	بھیجا آپ کا قدم مبارک ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے
وجہ العدو وتفیٔ الیہ طائفۃ	نہیں ہٹا اور بلاشبہ آپ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم
من اصحابہ مرۃ وتفترق مرۃ	رہے صحابہ کی ایک جماعت کبھی آپ کے پاس آتی تھی
فربما رایتہ قائما یرمی عن	اور کبھی جاتی تھی اور بسا اوقات میں نے آپ کو دیکھا کہ
قوسہ ویرمی بالحجر حتی	آپ بنفس نفیس خود کھڑے ہوئے تیر اندازی اور
انحازوا عنہ (زرقانی ص۴۲ج۲)	سنگ باری فرمارہے ہیں یہاں تک دشمن آپ سے ہٹ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظیں

ابن سعد فرماتے ہیں کہ اس ہلچل اور اضطراب میں چودہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

اسماء مہاجرین	اسماء انصار
(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۱) ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۲) حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۳) عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۴) حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۵) سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶) زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۶) سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۷) اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مہاجرین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام اس لئے نہیں ذکر کیا گیا کہ مصعب بن عمیرؓ کے شہید

ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَلم حضرت علی کو عطا فرما دیا تھا وہ معروف جہاد وقتال تھے۔

یہ چودہ اصحاب آپ کے ساتھ تھے لیکن کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے بعض حضرات کہیں چلے بھی جاتے تھے مگر جلد ہی واپس ہو جاتے تھے۔

اس لئے کبھی آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہے

(جیسا کہ صحیح بخاری میں براء بن عازب سے مروی ہے)

اور کبھی گیارہ (جیسا کہ نسائی اور دلائل بیہقی میں حضرت جابر سے بسند جید مروی ہے)

اور کبھی سات (جیسا کہ صحیح مسلم میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے)

اختلافِ اوقات اور اختلاف حالات کی وجہ سے حاضرین بارگاہ رسالت کے عدد میں روایتیں مختلف ہیں ہر ایک راوی کا بیان اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے بجا اور درست ہے کسی وقت بارہ اور کسی وقت گیارہ اور کسی وقت سات آدمی آپ کے ساتھ رہے۔ بحمد اللہ سب روایتیں متفق ہیں۔ کوئی تعارض نہیں۔

تفصیل کے لئے فتح الباری ج۷ ص۲۸۹ اور زرقانی ج۲ ص۴۵ کی مراجعت فرمائیں۔

قریش کا حضور پُر نور پر ناگہانی ہجوم اور صحابہ کرام کی جاں نثاری

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ جب قریش کا آپ پر ہجوم ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کون ہے کہ جو ان کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔ انصار میں کے سات آدمی اس وقت آپ کے پاس تھے۔ ساتوں انصاری باری باری لڑکر شہید ہو گئے۔ صحیح مسلم ج۲ ص۱۰۷ غزوۂ احد ورواہ احمد کما فی البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۲۶۔

ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

من رجل یشری لنا نفسہ — کون مرد ہے کہ جو ہمارے لئے اپنی جان فروخت کرے۔

یہ سنتے ہی زیاد بن سکن اور پانچ انصار کھڑے ہو گئے اور یکے بعد دیگرے ہر ایک نے جاں نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھلائے یہاں تک شہید ہوئے اور اپنی جان کو فروخت کر کے جنت مول لے لی۔

زیاد بن سکن کی شہادت

زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا ان کو میرے قریب لاؤ۔

لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا۔ انھوں نے اپنا رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ابن ہشام ج۲ ص۳۹

عتبہ بن ابی وقاص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے موقع پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا دندان مبارک شہید اور نیچے کا لب زخمی ہوا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جس قدر اپنے بھائی عتبہ کے قتل کا حریص اور خواہشمند رہا اتنا کسی کے قتل کا کبھی حریص اور خواہشمند نہیں ہوا[۱] رواہ ابن اسحاق

عبداللہ بن قمیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ

عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کا مشہور پہلوان تھا آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کی دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے اور عبداللہ بن شہاب[۲] زہری نے

۱۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۲۸۱

۲۔ عبداللہ بن شہاب زہری جنگ احد میں کفار کے ساتھ آئے مگر بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ زرقانی ج۲ ص۳۰

پتھر مار کر پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ چہرۂ انور پر جب خون بہنے لگا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ماجد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے تمام خون چوس کر چہرۂ انور کو صاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا لن تمسک النار۔ تجھ کو جہنم کی آگ ہرگز نہ لگے گی۔

معجم طبرانی میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابن قمیئہ نے آپ کو زخمی کرنے کے بعد یہ کہا:

خذها وانا ابن قمیئة — لو اس کو اور میں ابن قمیئہ ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اقماک اللہ — اللہ تعالیٰ تجھکو ذلیل اور خوار ہلاک اور برباد کرے

چند روز نہ گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کیا جس نے اپنے سینگوں سے ابن قمیئہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔[۱]

حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ کا حضورِ پُر نور کو سہارا دینا

جسم مبارک پر چونکہ دو آہنی زرہوں کا بھی بوجھ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کے لئے بنایا تھا۔ حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ نے کمر تھام کر سہارا دیا تب آپ کھڑے ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے

عائشہ صدیقہ بنت صدیق اپنے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ چہرۂ انور میں زرہ کی جو دو کڑیاں چبھ گئی تھیں۔ ابو عبیدة بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں ابو عبیدہؓ کے دو دانت شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضحک سنہ یوم القیامۃ آمین اسناد اس روایت کی صحیح ہے[۲]

---

[۱] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۸۱ ۔ زرقانی ج: ۲: ص: ۳۸ ۔

[۲] ۔ زرقانی، ج: ۲، ص: ۳۸، ابن ہشام ج ۲: ص: ۸۴ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دو زرہوں کے ثقل کی وجہ سے مجبور ہوئے اس وقت حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے آپ ان پر اپنے پیر رکھ کر اوپر چڑھے اور حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو یہ کہتے سنا۔

اوجب طلحۃ　　طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔

(رواہ ابن اسحاق)

قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن بچایا تھا۔ وہ بالکل شل تھا (رواہ البخاری)

حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت طلحہ کے پینتیس ۳۵ یا انتالیس ۳۹ زخم آئے

ابو داؤد طیالسی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احد ذکر کرتے تو یہ فرماتے؛

کان ذلک الیوم کلہ لطلحۃ　　یہ دن تو سارا طلحہ کے لئے رہا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ دشمنوں کے وار روکتے روکتے حضرت طلحہ رضی اللہ کی انگلیاں کٹ گئیں تو بے اختیار زبان سے یہ نکلا حَسّ۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

لو قلت بسم اللہ لرفعتک الملائکۃ والناس ینظرون الیک حتی تلج بک فی جو السماء۔　　اگر تو بجائے حس کے بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھ کو اٹھا کرلے جاتے اور لوگ تجھ کو دیکھتے ہوئے ہوتے یہاں تک تجھ کو جو سماء میں لے کر گھس جاتے۔ اس حدیث کو نسائی اور بیہقی نے نہایت عمدہ اور کھری سند کیساتھ روایت کیا ہے

(رواہ النسائی والبیہقی بسند جید) ؎۲

؎۱ - فتح الباری میں حَسّ نون کے ساتھ ہے یعنی خوب ہوا اور علامہ زرقانی نے بدون نون کے نقل کیاہے یعنی حس جیسے ہماری زبان سے آہ نکل جاتاہے ۱۲

؎۲ فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۷۸ - زرقانی ج: ۲، ص: ۳۹

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ ہم نے اُحد کے دن طلحہؓ کے جسم پر ستّر سے زیادہ زخم دیکھے۔ (رواہ ابوداؤد الطیالسی، فتح الباری ج ۷ ص ۶۶، مناقب طلحہؓ)

حضرت انسؓ کے علاقی باپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کو سپر سے ڈھانکے ہوئے تھے بڑے تیر انداز تھے اس روز دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں جو شخص ترکش لئے ہوئے اُدھر سے گزرتا نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اس سے یہ فرماتے کہ یہ ترکش ابوطلحہ کے لئے ڈال جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نظر اٹھا کر لوگوں کو دیکھنا چاہتے تو ابوطلحہ یہ عرض کرتے۔

یا بی انت و امی لا تشرف یصیبك	میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نظر نہ اٹھائیں
سہم من سہام القوم نحری	نصیب دشمنان کوئی تیر نہ آ لگے میرا سینہ آپ کے
دون نحرك (بخاری شریف ص ۵۸۱)	سینے کے لئے سپر ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے تیر انداز تھے، اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکال کر ان کے سامنے ڈال دیئے اور فرمایا:

ارم فداك ابی و امی	تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے سوائے[1] سعد بن ابی وقاص کے کسی اور کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فداک ابی و امی کہتے نہیں سنا۔ (بخاری شریف ص ۵۸۱)

حاکم راوی ہیں کہ احد کے دن حضرت سعد نے ایک ہزار تیر چلائے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۴۲)

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی نثاری

ابودجانہ[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سپر بن کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پشت

---

[1] یعنی احد کے دن سوائے حضرت سعد کے کسی اور کے لئے نہیں سنا، ورنہ غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت زبیرؓ کے لئے فداک ابی و امی کہنا صحیح بخاری باب مناقب زبیرؓ میں مذکور ہے (فتح الباری ج ۷ ص ۶۶ مناقب سعد بن ابی وقاصؓ)

[2] حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ استیعاب۔

دشمنوں کی جانب کرلی۔ تیر پر تیر چلے آرہے ہیں۔ اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی پشت ان کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ مگر اس اندیشہ سے کہ آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے حس و حرکت نہیں کرتے تھے۔ (رواہ ابنِ اسحاق) [۱]

(تنبیہ) جس طرح حضور خاتم النّبیین تھے، کمالاتِ نبوت آپ پر ختم تھے، اسی طرح آپ پر محبوبیت ختم تھی اور صحابہ کرام پر عشق ختم تھا خدا کی قسم۔ اس فدائیت کے سامنے لیلیٰ و مجنوں کی داستانیں سب گرد ہیں۔

حضورِ پُرنور کا مشرکین پر اظہارِ افسوس

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ انور سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے۔ جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کیا اور وہ ان کو ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض سردارانِ قریش کے حق میں بددعا کرنا اور آیت کا نزول

صحیح بخاری میں حضرت سالم سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے حق میں بددعا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ [۲]

اس امر میں آپ کو کوئی اختیار نہیں یہاں تک کہ خدا ہی فرمائے یا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ بڑے ظالم ہیں

[۱] زرقانی، ج: ۲، ص: ۴۳

[۲] آل عمران، آیت: ۱۲۸

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع کیا اور یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔ فتح الباری ج۷ ص۲۸۱

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نظروں کے سامنے ہیں، پیشانی مبارک سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور یہ فرماتے جاتے ہیں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ — اے پروردگار میری قوم کی مغفرت فرما وہ جانتے نہیں۔

(صحیح مسلم غزوۂ احد ج۲ ص۱۰۸)

بمقتضائے شفقت و رافت فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ فرمایا یعنی جانتے نہیں بے خبر ہیں اور یہ نہیں فرمایا فَإِنَّهُمْ يَجْهَلُونَ یعنی یہ جاہل ہیں۔

آیات بینات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد اگرچہ جہل اور لاعلمی عذر نہیں ہو سکتی۔ لیکن رحمتِ عالم اور رافتِ مجسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت اور غایتِ رحمت سے بارگاہ ارحم الراحمین اور اجود الاجودین اور اکرم الاکرمین میں بصورت لاعلمی ان کی طرف سے معذرت کی شاید رحمت خداوندی ان کو ورطۂ کفر و شرک سے نکال کر ایمان و اسلام کے دارالامان اور دارالسلام میں لا داخل کرے اور اخلاص و احسان کی رحیق مختوم پلا کر اپنے محبت کے نشہ میں ایسا چور کر دے کہ دنیائے دوں کی دنائت و حقارت اور عالم آخرت کی عزت و نعمت محسوس اور مشاہد ہو جائے اور کفر اور معصیت کے جیل خانہ سے نکل کر ہمیشہ کے لئے ایمان و اسلام اخلاص و احسان کے حرمِ امن میں آکر مقیم ہو جائیں کہ پھر ابدالآباد تک کبھی اس سے خارج نہ ہوں۔

ف:۔ جب تک کافر کا خاتمہ کفر پر نہ ہو جائے اس وقت تک کافر کے لئے دعائے مغفرت بایں معنی درست ہے کہ حق تعالیٰ اس کو کفر اور شرک سے توبہ اور ایمان کی ہدایت دے تاکہ وہ خداوند ذوالجلال کے عفو اور مغفرت کا مورد اور محل بن سکے۔ اب جب کسی کا خاتمہ کفر اور شرک پر ہو جائے تب اس کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں کما قال تعالیٰ۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ — پیغمبر کے لئے اور اہل ایمان کے لئے یہ روا نہیں

يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ؁

کہ مشرکین کے لئے دعاء مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے اہل قرابت ہی کیوں نہوں بعد اس کے کہ یہ ظاہر ہو چکا کہ یہ دوزخی ہیں یعنی کافر ہیں۔

لڑائی میں قتادہ بن النعمان کی آنکھ کی تپلی کا باہر نکل جانا اور حضور پُرنور کا اس کو اپنی جگہ رکھ دینا اور اس کا پہلے بہتر ہو جانا

قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ اُحد کے دن آپ کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کر دیا تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرہ پر پڑیں۔ اور آپ کا چہرۂ انور محفوظ رہے۔ دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت فرمائی اسی طرح تو اس کے چہرہ کو محفوظ رکھ اور اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا اور آنکھ کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہو گئی۔

(رواہ الطبرانی وابونعیم والدارقطنی بنحوہ)[۵۲]

ایک روایت میں ہے کہ قتادہ اپنی آنکھ کی تپلی کو ہاتھ میں لئے ہوئے حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر چاہے تو اسی جگہ رکھ کر تیرے لئے دعا کر دوں قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے جس سے مجھ کو بہت محبت ہے مجھکو یہ اندیشہ ہے کہ اگر بے آنکھ رہ گیا تو کہیں وہ میری بیوی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ آپ نے دست مبارک سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھدی اور یہ دعا فرمائی۔ اللھم اعطہ جمالا۔ اے اللہ اس کو حسن جمال عطا فرما[۵۳]

۵۱۔ توبہ، آیۃ ۱۱۳۔ ۵۲۔ الاصابہ، ج: ۳، ص: ۲۲۵

۵۳۔ زرقانی، ج: ۲، ص: ۴۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کی غلط خبر کا مشہور ہونا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نعیبِ دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قتل ہو گئے، تو بعض مسلمان ہمت ہار کر بیٹھ گئے اور یہ بولے کہ رسول اللہ علیہ وسلّم تو شہید ہو گئے اب لڑ کر کیا کریں۔ تو انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے یہ کہا اے لوگو اگر محمدؐ قتل ہو گئے تو محمدؐ کا رب تو قتل نہیں ہو گیا۔ جس چیز پر آپ نے جہاد و قتال کیا اسی پر تم بھی جہاد و قتال کرو اور اسی پر مر جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ یہ کہہ کر دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رواہ ابنِ اسحاق والطبرانی، زُرقانی ص ۴۲ ج ۲)

حضرت انس بن النضر کی شہادت کا واقعہ

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ راوی ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر کو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے کا بہت رنج تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ افسوس کہ میں مشرکین کے ساتھ اسلام کے پہلے ہی جہاد و قتال میں شریک نہ ہوا۔ اگر خدا تعالیٰ مجھکو آئندہ کسی جہاد میں شریک ہونے کی توفیق دی تو اللہ دیکھے گا کہ میں اس کی راہ میں کیسی جد و جہد اور کیسی جانبازی اور سرفروشی دکھاتا ہوں۔ جب معرکۂ اُحد میں کچھ لوگ شکست کھا کر بھاگے تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اس فعل سے معافی چاہتا ہوں جو ان مسلمانوں نے کیا کہ جو میدان سے ذرا پیچھے ہٹے اور اس سے بری اور بیزار ہوں کہ جو مشرکین نے کیا اور تلوار لے کر آگے بڑھے سامنے سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آ گئے ان کو دیکھ کر انس بن نضر نے کہا:

این یا سعدؐ انی اجد ریح | اے سعد کہاں جا رہے ہو تحقیق میں تو احد

ؐ۔ کلمہ یا۔ کلام عرب میں ندائے بعید کے لئے آتا ہے عجیب نہیں کہ حضرت انسؓ کی یا سعد سے یہ مراد ہو کہ اے سعد تو اس سعادت سے کیا دور پڑا ہوا ہے اور علی ہذا أَیْنَ سے مکان محسوس مراد نہ ہو بلکہ مکان بمعنی الرتبہ مراد ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲

الجنۃ دون احد — کے پیچھے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

یہ الفاظ کتاب المغازی کی روایت میں ہے اور کتاب الجہاد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

یا سعد بن معاذ الجنۃ ورب[۱] — اے سعد یہ ہے جنت۔ قسم ہے نضر کے پروردگار کی

النضر انی اجد ریحہا دون احد — تحقیق میں جنت کی خوشبو احد کے نیچے پا رہا ہوں

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ بعض مرتبہ اپنے خاص بندوں کو روحانی طور پر نہیں بلکہ حسّی طور پر دنیا ہی میں جنت کی خوشبو سنگھا دیتے ہیں جس طرح وہ حضرات حاسہ شامہ سے گلاب اور چنبیلی کی خوشبو سونگھتے ہیں اسی طرح وہ دنیا میں کبھی کبھی اللہ کے فضل سے جنت کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ جس کی مہک پانسو میل تک پہنچتی ہے عجب نہیں کہ حضرت انس بن نضر نے حسّی طور پر جنت کی خوشبو محسوس فرمائی ہو۔ کذا فی حادی الارواح الی بلاد الافراح ج۱ ص۲۵

جو لوگ نشۂ دنیا میں مخمور اور آخرت کے مزکوم[۲] ہیں ان کا انکار قابلِ اعتبار نہیں ایسے لوگ از حواس اولیاء بیگانہ اند کے مصداق ہیں۔ مزکام والے کا گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کو نہ محسوس کرنا صحیح الدماغ اور صحیح الحواس پر جس کی قوت شامہ میلوں ہی سے پھولوں کی خوشبو سونگھتی ہو کیسے حجت ہو سکتا ہے۔

الغرض حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واھا لریح الجنۃ اجدہا دون احد (رواہ واہ۔ جنت کی خوشبو احد کے پاس پا رہا ہوں) یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمنوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے اسّی سے زیادہ زخم پائے گئے اور یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ[۳] — مسلمانوں میں سے بعضے ایسے مرد ہیں کہ انھوں نے اللہ سے جو عہد باندھا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔

---

[۱] نضر حضرت انس کے باپ کا نام ہے نضر کے اصل معنی پررونق اور تر و تازہ کے ہیں شاید حضرت انس نے نضرۃ النعیم جنت کی رونق اور تر و تازگی کو دیکھ کر رب نضر کی قسم کھائی ہو واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲

[۲] مزکوم وہ کہ جس کو زکام ہو گیا ہو ۱۲

[۳] الاحزاب ۲۰ آیۃ ۲۳

صدق عہد و ادن بود ویں سابقوا　　　　از نبی بر خوان رجال صدقوا

امام بخاری نے اس حدیث کو جامع صحیح میں تین جگہ ذکر فرمایا ہے، کتاب الجہاد ص۳۹۲ج۱ و کتاب المغازی ص۵۷۹ میں مفصلاً اور کتاب التفسیر ص۷۰۵ میں مختصراً بقول عارف رومی۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم　　　　جسم بگذارم سراسر جاں شوم

بوئے جاناں سوئے جانم می رسد　　　　بوئے یار مہربانم می رسد

مسلمانوں کی پریشانی اور بے چینی کا زیادہ سبب ذات بابرکات علیہ الف الف صلوات والف الف تحیات کا نظروں سے اوجھل ہو جانا تھا۔ سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ آپ خود پہنے ہوئے تھے، چہرۂ انور مستور تھا۔ کعب کہتے ہیں میں نے خود میں سے آپ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر آپ کو پہچانا۔ اسی وقت میں نے بآواز بلند پکار کر کہا اے مسلمانوں بشارت ہو تمھیں۔ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا خاموش رہو اگرچہ آپ نے دوبارہ کہنے سے منع فرمایا، لیکن دل اور سر کے کان سب کے اسی طرف لگے ہوئے تھے اس لئے کعبؓ کی ایک ہی آواز سنتے ہی پروانہ وار آپ کے گرد آکر جمع ہو گئے، کعب فرماتے ہیں کہ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ مجھ کو پہنا دی اور میری زرہ آپ نے پہن لی۔ دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے مجھ پر تیر برسانے شروع کئے بیس سے زیادہ زخم آئے (رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات)

جب کچھ مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے تو پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے۔ ابو بکر اور عمر اور علی اور طلحہ اور حارث بن صمہ وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے، جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دو زرہوں کے بوجھ کی وجہ سے چڑھ نہ سکے اس لئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے ان پر پیر رکھ کر آپ اوپر چڑھے۔

اُبَیّ بن خلف کا قتل

اتنے میں اُبَیّ بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا آپہنچا جس کو دانہ کھلا کر اس امید پر موٹا کیا تھا کہ اس پر سوار ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔

آپ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔

جب وہ آپ کی طرف بڑھا تو صحابہ نے اجازت چاہی کہ ہم اس کا کام تمام کریں آپ نے فرمایا قریب آنے دو جب قریب آگیا تو حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن میں ایک کوچہ دیا جس سے وہ بلبلا اُٹھا اور چلّاتا ہوا واپس ہوا کہ خدا کی قسم مجھ کو محمدؐ نے مار ڈالا۔

لوگوں نے کہا یہ تو ایک معمولی گھرونٹ ہے کوئی کاری زخم نہیں جس سے تو اس قدر چلّا رہا ہے اُبَیّ نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ ہی میں کہا تھا کہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اس گھرونٹ کی تکلیف میرا ہی دل جانتا ہے خدا کی قسم اگر یہ گھرونٹ حجاز تمام باشندوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہے اسی طرح بلبلاتا رہا مقام سرف میں پہنچ کر مر گیا۔[1]

حضرت علی اور حضرت فاطمہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھونا

جب آپ گھاٹی پر پہنچے تو لڑائی ختم ہو چکی تھی وہاں جا کر بیٹھ گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لاتے اور چہرۂ انور سے خون کو دھویا اور کچھ پانی سر پر ڈالا۔ بعد ازاں آپ نے وضو کی اور بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی۔ صحابہ[2] نے بھی بیٹھ کر ہی اقتدار کی۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۳۵۔ [2] ابتداء یہی حکم تھا کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر اقتداء کریں مگر قیام پر قدرت رکھنے والے معذور نہ ہوں لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اب اگر عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں پر قیام فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کھڑے رہے، یہ آپ کا آخری فعل ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲

قریش کا مسلمانوں کی لاشوں کو مُثلہ کرنا

اور مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کا مُثلہ کرنا شروع کیا یعنی ناک اور کان کاٹے، پیٹ چاک اور اعضاءِ تناسل قطع کئے۔ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ اس کام میں شریک رہیں۔

ہندہ نے جس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، اُس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا پیٹ اور سینہ چاک کر کے جگر نکالا۔ اور چبایا لیکن حلق سے نہ اتر سکا اس لئے اس کو اُگل دیا اور اس خوشی میں وحشی کو اپنا زیور اتار کر دیا

اور جن مسلمانوں کے ناک اور کان کاٹے گئے تھے اُن کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا۔[1]

ابوسفیان کا آوازہ اور حضرت عمر کا جواب

قریش نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر یہ پکارا۔ افی القوم محمد کیا تم لوگوں میں محمد زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی جواب نہ دے اسی طرح ابوسفیان نے تین بار آواز دی مگر جواب نہ ملا۔ بعد ازاں یہ آواز دی افی القوم ابن ابی قحافہ کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیقؓ) زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی جواب نہ دے، اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہو گیا اور پھر یہ آواز دی افی القوم ابن الخطاب کیا تم میں عمر بن خطاب زندہ ہیں اس فقرہ کو بھی تین مرتبہ دہرایا مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رُفقاء سے خوش ہو کر یہ کہا اما ھؤلاء فقد قتلوا فلو کانوا احیاء لاجابوا بہر حال یہ سب قتل ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

[1] ۔ زرقانی، ج: ۲، ص: ۴۴ ـــ ۴۷

[2] صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں فقط یہ الفاظ ہیں اما ھؤلاء فقد قتلوا اور فلو کانوا الخ کا ذکر نہیں کتاب المغازی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ان ھؤلاء قتلوا فلو کانوا احیاء لاجابوا ناچیز نے دونوں روایتوں کے الفاظ کو جمع کر دیا اور علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمرؓ کو تین تین مرتبہ پکارنا یہ کتاب الجہاد کی روایت میں ہے۔ کتاب المغازی کی روایت میں صرف ایک ایک مرتبہ پکارنے کا ذکر ہے و عدم ذکر لا یدل علی ذکر العدم فافہم ۱۲ ۔

تاب نہ لاسکے اور چلا کر کہا :

کذبت واللہ یا عدو اللہ ابقی — اے اللہ کے دشمن خدا کی قسم تو نے بالکل غلط کہا تیرے

اللہ علیک ما یحزنک — رنج و غم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

بعد ازاں ابو سفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا :

اُعْلُ هُبَلُ اُعْلُ هُبَلُ[لہ] — اے ھبل تو بلند ہو اے ھبل تیرا دین بلند ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اس کے جواب میں یہ کہو۔

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ — اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور بزرگ اور برتر ہے

پھر ابو سفیان نے یہ کہا

ان لنا العزی ولا عزی لکم — ہمارے پاس عُزّٰی تمہارے پاس عزی نہیں۔ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا یہ جواب دو۔

اَللّٰہُ مولانا ولا مولیٰ لکم — اللہ ہمارا آقا اور والی معین اور مددگار ہے تمہارا والی نہیں فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ سے تعلق میں ہے عزی کے تعلق میں عزت نہیں بلکہ ذلت ہے۔

ابو سفیان نے کہا۔

یوم بیوم بدر والحرب سِجَالٌ — یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے لہٰذا ہم اور تم برابر ہو گئے اور لڑائی ڈولوں کے مانند ہے کبھی اوپر اور کبھی نیچے۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے یہ جواب دیا۔

لا سواء قتلانا فی الجنۃ وقتلاکم — ہم اور تم برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت میں ہیں

لہ ۔ کتاب الجہاد کی روایت میں اعل ھبل اعل ھبل دو مرتبہ آیا ہے اور کتاب المغازی کی روایت میں صرف ایک مرتبہ مذکور ہے۔ ۱۲

فی النار[1] — اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔

ابوسفیان کا یہ قول الحرب سجال چونکہ حق تھا اس لئے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ اور حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد تلك الایام نداولہا بین الناس اس کا مؤید ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان نے حضرت عمر کو آواز دی۔

هَلُمَّ اِلیّ یا عمر — اے عمر میرے قریب آؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو کیا کہتا ہے حضرت عمر اس کے پاس گئے ابوسفیان نے کہا۔

انشدك الله یا عمر اقتلنا محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) — اے عمر تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ ہم نے محمد کو قتل کیا۔

حضرت عمر نے فرمایا۔

اللهم لا وانه لیسمع کلامك الان — خدا کی قسم ہرگز نہیں اور البتہ تحقیق وہ تیرے کلام کو اس وقت سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا۔

انت عندی اصدق من ابن قمیئة وابر — تم میرے نزدیک ابن قمیئہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو۔

بعد ازاں ابوسفیان نے کہا۔

انه قد کان فی قتلاکم مثل والله ما رضیت ولا نهیت ولا امرت — ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سے تمہارے مقتولین کا مثلہ ہوا۔ خدا کی قسم میں اس فعل سے نہ راضی ہوں اور نہ ناراض، نہ میں نے منع کیا اور نہ میں نے حکم دیا۔

---

[1] ۔ زرقانی ۔ ج ۲، ص: ۴۶ ۔ فتح الباری ج: ۷، ص ۲۷۲

اور چلتے وقت للکار کر یہ کہا۔

موعدکم بدر للعام القابل　　سال آئندہ بدر پر تم سے لڑائی کا وعدہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو یہ حکم دیا کہ کہہ دیں

نعم ھو بیننا وبینک موعد انشاء اللہ　　ہاں ہمارا اور تمہارا یہ وعدہ ہے انشاء اللہ

لہ　تاریخ طبری ج۳ ص۲۳ ، ابن ہشام ص۳ ج۲

مشرکین کی واپسی کے بعد مسلمانوں کی عورتیں خبر لینے اور حال معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ سے نکلیں سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آکر دیکھا کہ چہرۂ انور سے خون جاری ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپر میں پانی بھر کر لائے حضرت فاطمہ دھوتی جاتی تھیں لیکن خون کسی طرح نہیں تھمتا تھا، جب دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جاتا ہے تو ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ زخم میں بھری تب خون بند ہوا۔ (رواہ البخاری والطبرانی عن سہل بن سعدؓ) ؎۲

فوائد

(۱)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری میں دوا کرنا جائز ہے۔

(۲)۔ نیز علاج کرنا توکل کے منافی نہیں۔

(۳)۔ نیز حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی امراض جسمانیہ اور تکالیف بدنیہ لاحق ہوتی ہیں تاکہ اُن کے درجات بلند ہوں اور اُن کے متبعین ان حضرات کو دیکھ کر صبر اور تحمل رضا و تسلیم کا سبق حاصل کریں نیز ان عوارض بشریہ اور لوازم انسانیت کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ حضرات اللہ جل جلالہ کے پاک اور مخلص بندے ہیں معاذ اللہ خدا نہیں۔ ان حضرات کے معجزات اور آیات بینات کو نبوت و رسالت کے براہین اور دلائل

لہ۔ ان شاء اللہ کا لفظ علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے طبری اور ابن ہشام کی روایت میں نہیں ۱۲۔ زرقانی ج۲ ص۴۴

؎۲۔ زرقانی۔ ج ۲، ص: ۴۹

سمجھیں. نصاریٰ کی بیچاری کی طرح فتنہ میں مبتلا ہو کر ان کو خدا نہ سمجھ بیٹھیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا[۵۱]

(۴) نیز اس واقعہ سے یہ امر بھی خوب واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر اور پھر عمر کا درجہ تھا اور یہ ترتیب اس درجہ واضح اور روشن تھی کہ کفار بھی یہی سمجھتے تھے کہ آپ کے بعد ابوبکر صدیق اور پھر عمر فاروق کا مقام ہے، غرض یہ کہ شیخین (ابوبکر و عمر) کی ترتیب افضلیت کا مسئلہ کفار کو بھی معلوم تھا مشاہدہ سے کفار نے یہ سمجھا کہ بارگاہ نبوت میں اول مقام ابوبکر کا ہے اور پھر عمر کا اور یہ دونوں حضور پُر نور کے وزیر با تدبیر ہیں۔

سعد بن ربیعؓ کی شہادت کا ذکر

قریش کی روانگی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ثابتؓ کو حکم دیا کہ سعد ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈھونڈو کہ کہاں ہیں اور یہ ارشاد فرمایا۔[۵۲]

ان رأیتہ فاقرأہ منی السلام	اگر دیکھ پاؤ تو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ
وقل لہ یقول لک رسول اللّٰہ	رسول اللہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس
کیف تجدک	وقت اپنے کو کیا پاتے ہیں۔

زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں ڈھونڈتا ہوا سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچا ، ابھی حیات کی کچھ

---

[۵۱] - زرقانی - ج ۲ ، ص : ۴۹ -

[۵۲] - یہ حاکم کی روایت ہے کہ زید بن ثابتؓ کو بھیجا۔ اور حافظ ابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ ابی بن کعبؓ کو بھیجا اور واقدی کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا۔ عجب نہیں کہ یکے بعد دیگرے تینوں کو بھیجا ہو یا وقت واحد ہی میں تینوں کو حکم دیا ہو واللہ اعلم ۱۲ زرقانی ج ۲ ص ۴۹

رمق باقی تھی جسم پر تیر اور تلوار کے ستر زخم تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا سعد بن ربیع نے یہ جواب دیا۔

علی رسول اللہ السلام وعلیک السلام قل لہ یا رسول اللہ اجدنی اجد ریح الجنۃ وقل لقومی الانصار لا عذر لکم عند اللہ ان یخلص الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفر یطرف قال وفاضت نفسہ رحمہ اللہ	رسول اللہ پر بھی سلام اور تم پر بھی سلام رسول اللہ سے یہ پیام پہنچا دینا یا رسول اس وقت میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم انصار سے یہ کہہ دینا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی، درآنحالیکہ تم میں سے ایک آنکھ بھی دیکھنے والی موجود ہو یعنی تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو سمجھ لینا کہ اللہ کے یہاں تمھارا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر روح پرواز کرگئی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔

حاکم فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح فرمایا ہے

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعدؓ نے زید بن ثابت سے یہ کہا:

اخبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انی فی الاموات واقراٗہ السلام وقل لہ یقول جزاک اللہ عنا وعن جمیع الامۃ خیرا۔ (مستدرک ج۳ ترجمہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا کہ اس وقت میں مر رہا ہوں اور سلام کے بعد یہ کہہ دینا کہ سعد یہ کہتا تھا جزاک اللہ عنا وعن جمیع الامۃ خیرا۔ اے اللہ کے رسول۔ اللہ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر دے کہ ہم کو حق کا راستہ بتایا۔

ابن عبدالبر کی روایت میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ

ل۔ ایک روایت میں ہے وفیکم عین تطرف زرقانی ج۲

علیہ وسلم کو سعدؓ کی خبر دی آپ نے سن کر یہ ارشاد فرمایا:

رحمہ اللہ انصح للہ ولرسولہ حیا ومیتا۔ استیعاب للحافظ ابن عبد البر ص۲۳۳ جزو۲ حاشیۂ اصابہ

اللہ اس پر رحم فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ اور وفادار رہا زندگی میں بھی اور مرتے وقت بھی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ بطن وادی میں مثلہ کئے ہوئے پائے گئے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں شکم اور سینہ چاک تھا اس جگر خراش اور دل آزار منظر کو دیکھکر بے اختیار دل بھر آیا اور یہ فرمایا تم پر اللہ کی رحمت ہو جہاں تک مجھکو معلوم ہے۔ البتہ تم بڑے مخیّر اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اگر صفیہ کے حزن اور ملال رنج اور غم کا نہ ہوتا تو میں تم کو اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درند اور پرند تم کو کھاتے اور پھر قیامت کے دن تم انھیں کے شکم سے اُٹھتے اور اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اگر خدا نے مجھ کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تو تیرے بدلہ ستر کافروں کا مثلہ کروں گا آپ اس جگہ سے ابھی ہٹے نہ تھے کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوگئی۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ [۱]

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو البتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے اور آپ صبر کیجئے اور آپکا صبر کرنا محض اللہ کی امداد اور توفیق سے ہے اور نہ آپ ان پر غمگین ہوں اور نہ اُن کے مکر سے تنگدل ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ صبر کاروں اور نیکوں کے ساتھ ہے

---

[۱] ۔ سورۃ النحل، آیۃ: ۱۲۶

آپ نے صبر فرمایا اور قسم کا کفارہ دیا اور اپنا ارادہ فسخ کیا۔[51]

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کو دیکھا تو رو پڑے اور ہچکی بندھ گئی اور یہ فرمایا:

سید الشهداء عند الله يوم القيامة حمزة	قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے۔

حاکم فرماتے ہیں هذا حديث صحيح الاسناد۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو صحیح بتایا ہے۔[52]

معجم طبرانی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب	حمزہ بن عبد المطلب تمام شہیدوں کے سردار ہیں۔[53]

اسی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشہداء کے لقب سے مشہور ہوئے۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر

اسی غزوہ میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے معجم طبرانی اور دلائل ابی نعیم میں سند جید کے ساتھ سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ احد کے دن جنگ شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن جحش نے مجھ کو ایک طرف بلا کر تنہائی میں یہ کہا۔ آؤ ہم دونوں کہیں علیحدہ بیٹھ کر دعا مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہیں۔

سعد فرماتے ہیں ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ایک طرف جا کر بیٹھ گئے اول

---

[51] ۔ مستدرک ج ۳: ۱۹۷، [52] ایضاً ص ۱۹۹۔ قال العلامة الزرقانی ۔ هذا الحديث رواه الحاكم والبيهقي والبزار والطبرانی وقال الحافظ فی الفتح [illegible]

[53] ۔ صحیح بخاری کے متداول نسخوں میں باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہے۔ لیکن نسفی کے نسخہ میں قتل حمزة سید الشہداء ہے۔ غالباً امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ۱۲

[54] ۔ فتح الباری ۔ ج ۷: ص ۲۸۲

میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو کہ جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو کچھ دیر تک میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے پھر اس کے بعد اے اللہ مجھکو اُس پر فتح نصیب فرما یہاں تک میں اُس کو قتل کروں اور اُس کا سامان چھینوں۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور اس کے بعد یہ دعا مانگی۔ اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو کہ جو بڑا ہی سخت اور زورآور اور غضبناک ہو محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھ کو قتل کرے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار جب تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے ۔ اے عبداللہ یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے تو میں عرض کروں اے اللہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے، "سچ کہا" سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ان کی دعا میری دعا سے کہیں بہتر تھی .شام کو دیکھا کہ ان کے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں[1]۔

سعد فرماتے ہیں اللہ نے میری بھی دعا قبول فرمائی میں نے بھی ایک بڑے سخت کافر کو قتل کیا اور اس کا سامان چھینا[2]

سعید بن مسیب راوی ہیں کہ عبداللہ بن جحشؓ نے یہ دعا مانگی۔

اللّٰھم انی اقسم علیک ان القی العدو فیقتلونی ثم یبقروا بطنی ویجدعوا انفی واذنی ثم تسالنی بم ذلک فاقول فیک۔	اے اللہ میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ میں تیرے دشمنوں کا مقابلہ کروں اور پھر وہ مجھ کو قتل کریں اور میرا شکم چاک کریں اور میری ناک اور کان کاٹیں اور پھر تو مجھ سے دریافت فرمائے یہ کیوں ہوا تو میں عرض کروں محض تیری وجہ سے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں اللہ سے اُمید کرتا ہوں کہ جس طرح حق تعالیٰ اُس نے خاص شان نے شہادت کے بارے میں ان کی دعا قبول فرمائی۔ اسی طرح اللہ نے ان کی دوسری دعا بھی ضرور

---

[1] زرقانی، ج: ۲ ص: ۵۱ ۔　[2] روض الانف ۔ ج: ۲، ص: ۱۴۳

قبول فرمائی ہوگی یعنی شہید ہونے کے بعد ان سے یہ سوال فرمایا ہوگا اور انھوں نے یہ جواب عرض کیا ہوگا۔ حاکم فرماتے ہیں اگر یہ حدیث مرسل ہوتی تو شرط شیخین پر صحیح ہوتی۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں "مرسل صحیح" مستدرک ص ۲۰۰ ج ۳

اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مجدّع فی اللہ (یعنی وہ شخص جس کے ناک اور کان اللہ کی راہ میں کاٹے گئے) کے لقب سے مشہور ہوئے[۵۱]

خداوند ذوالجلال کے محبین ومخلصین عشّاق اور والہین کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جان دینا اپنی انتہائی سعادت سمجھتے ہیں بمقابلہ حیات موت ان کو زیادہ لذیذ اور خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ موت کو محبوب حقیقی (یعنی حق تعالیٰ شانہ) کی لقاء کا ذریعہ اور سجن دنیا سے رہا ہوکر گلستانِ جنّت اور بوستانِ بہشت میں پہنچ جانے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

تلخ نبود پیش ایشان مرگِ تن ۔۔۔ چوں روند از چاہ زندان در چمن

تلخ کے باشد کسے کاتش برند ۔۔۔ از میاں زہر ماراں سوئے قند

ف: حق جل وعلا نے جب انسان کو خلیفہ بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ[۵۲]

کیا آپ اس شخص کو زمین میں خلیفہ بنانا چاہتے ہیں کہ جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے حالانکہ ہم سب ہر لحہ اور ہر لحظہ تیری ستائش کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔

انسان میں دو قوتیں ہوتی ہیں ایک قوت شہویہ جس سے زنا وغیرہ صادر ہوتا ہے جس کو ملائکہ نے مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا سے تعبیر کیا۔ اور دوسری قوۃ غضبیہ جس سے قتل اور ضرب اور خونریزی ظہور میں آتی ہے جس ملائکہ نے وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ سے تعبیر کیا۔

ملائکہ نے انسان کے یہ نقائص ذکر کئے لیکن یہ خیال نہ کیا یہی قوۃ شہویہ جب اس کا رُخ اللہ کی طرف پھیر دیا جائے گا تو اس سے وہ ثمرات اور نتائج ظاہر ہوں گے کہ فرشتے بھی عش عش کرنے

---

[۵۱] الاصابہ ۔ ج ۲ : ص ۲۸۸ ۔

[۵۲] سورۃ البقرہ ، آیۃ ۳۰ ۔

لگیں گے یعنی غلبۂ عشق خداوندی اور اس کی محبت کا جوش اور ولولہ اور علیٰ ہذا جب قوۃ غضبیہ کو کارخانۂ خداوندی میں صرف کیا جاتا ہے تو اس سے بھی عجیب وغریب نتائج وثمرات ظہور میں آتے ہیں جسے فرشتے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں یعنی خداوند ذوالجلال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے دشمنوں سے جہاد وقتال۔ ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت | سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

فرشتے بے شک لیل ونہار خداوند کردگار کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں مگر اس کی راہ میں لہنا اور عاشقانہ جانبازی اور سرفروشی کا ولولہ ان میں نہیں وہ اس دولت ونعمت سے محروم ہیں اور پھر یہ کہ اُس محبوب حقیقی کے لئے جان دے دینا اور اُس کی راہ میں شہید ہونا یہ وہ نعمت ہے کہ جس کا فرشتوں میں امکان بھی نہیں۔ انسان میں اگرچہ فرشتوں کی طرح عصمت نہیں لیکن گناہ کے بعد انسان کی مضطربانہ ندامت وشرمساری اور بے تابانہ گریہ وزاری اس کو اس درجہ بلند اور رفیع بنا دیتی ہے کہ فرشتے پیچھے رہ جاتے ہیں ؎

مرکب تو بہ عجائب مرکب است | بر فلک تازد بیک لحظہ ز پست

چوں برآرند از پشیمانی انیں | عرش لرزد از انین المذنبیں

اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین۔ ملائکہ مقربین سے افضل اور برتر ہیں اور صحابہ اور تابعین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین بقیہ ملائکہ سموات وارضین سے اشرف ہیں (کذا فی البحر الرائق ص ۲۳۳ ج ۱ وان شئت زیادۃ تفصیل فارجع الیہ) اور مؤمنات صالحات، حور عین سے افضل ہیں کذا فی الیواقیت والجواہر۔ ۱۲

عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ کی شہادت کا ذکر

حضرت جابر کے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور کافروں نے ان کا مثلہ کیا۔ جب ان کی لاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھی گئی تو میں نے باپ کے مُنہ سے کپڑا اُٹھاکر دیکھنا چاہا تو صحابہ نے منع کیا۔ میں نے دوبارہ مُنہ دیکھنا چاہا تو صحابہ نے پھر منع کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

میری پھوپی فاطمہ بنت عمرو جب بہت رونے لگیں تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا روتی کیوں ہے۔ اس پر تو فرشتے برابر سایہ کئے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھا گیا۔ (بخاری شریف[۵۱])

یعنی یہ مقام رنج و حسرت کا نہیں بلکہ فرحت و مسرت کا ہے کہ فرشتے تیرے بھائی پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر یہ فرمایا اے جابر تجھ کو کیا ہوا میں تجھ کو شکستہ خاطر پاتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ اس غزوہ میں شہید ہوئے اور آل و عیال اور قرض کا بار چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھ کو ایک خوش خبری نہ سناؤں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیوں نہیں ضرور سنائیے۔ آپ نے فرمایا کسی شخص سے بھی اللہ نے کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور بالمشافہ اور بالمواجہہ اس سے کلام کیا اور یہ کہا اے میرے بندے اپنی کوئی تمنا میرے سامنے پیش کر تو تیرے باپ نے یہ عرض کیا اے پروردگار تمنا یہ ہے کہ پھر زندہ ہوں اور تیری راہ میں پھر دوبارہ مارا جاؤں حق تعالیٰ نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہیں (ترمذی شریف[۵۲] کتاب التفسیر سورۂ آلِ عمران) عبداللہ بن عمرو بن حرم کہتے ہیں کہ اُحد سے پیشتر میں نے مبشر بن عبدالمنذر کو خواب میں دیکھا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اے عبداللہ

---

[۵۱] ۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے مثلاً کتاب الجنائز ص۱۶۶ و ص۱۷۰ و کتاب الجہاد ص۳۹۵ و کتاب المغازی ص۵۸۵

[۵۲] ۔ حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ فتح الباری ص۲۵ ج۶ باب تمنی المجاہدان یرجع الی الدنیا۔

تم بھی عنقریب ہمارے ہی پاس آلے والے ہو۔ میں نے کہا تم کہاں ہو۔ کہا جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر و تفریح کرتے ہیں میں نے کہا کیا تو بدر میں قتل نہیں ہوا تھا مبشر نے کہا ہاں لیکن پھر زندہ کر دیا گیا۔

عبداللہ کہتے ہیں یہ خواب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اے ابو جابر اس کی تعبیر شہادت ہے[۵۱]

عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر

اسی غزوہ میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کے بہنوئی عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں لنگ تھی اور لنگ بھی معمولی نہ تھی بلکہ شدید تھی۔ چار بیٹے تھے جو ہر غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہتے تھے، اُحد میں جاتے وقت ان سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ جہاد میں چلتا ہوں۔ بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں، اللہ نے آپ کو رخصت دی ہے۔ آپ یہیں رہیں۔ مگر یہ عزیمت کے شیدائی کب رخصت پر عمل کرنے والے تھے۔ شوقِ شہادت میں اس درجہ بے تاب اور بے چین ہوئے کہ اسی حالت میں لنگڑاتے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے بیٹے مجھ کو آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں۔

والله انى لارجوان اطأ بعرجتى هذه فى الجنة۔ خدا کی قسم تحقیق میں اُمید واثق رکھتا ہوں کہ اسی لنگ کے ساتھ جنت کی زمین کو جا کر روند دوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ نے تم کو معذور کہا ہے۔ تم پر جہاد فرض نہیں اور بیٹوں کی طرف مخاطب ہو کر یہ ارشاد فرمایا کہ کیا حرج ہے اگر تم ان کو نہ روکو۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے چنانچہ وہ جہاد کے لئے نکلے اور شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ[۵۲]

اور مدینہ سے چلتے وقت مستقبلِ قبلہ ہو کر یہ دعا مانگی۔

۵۱۔ زاد المعاد۔ ج: ۲، ص، ۹۶۔ فتح الباری ج: ۳، ص: ۱۶۳

۵۲۔ ابن ہشام۔ ج: ۲، ص، ۸۸۔ البدایۃ والنہایہ ج: ۴، ص۳۷

اللّٰھم ارزقنی الشھادۃ ولا تردنی الی اھلی۔ اے اللہ مجھ کو شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف واپس نہ کر۔

اسی غزوہ میں ان کے بیٹے خلاد بن عمرو بن الجموح بھی شہید ہوئے، عمرو بن الجموح کی بیوی ہندہ بنت عمرو بن حرام نے (جو کہ عبداللہ بن عمرو بن حرام کی بہن اور حضرت جابر کی پھوپی ہیں) یہ ارادہ کیا کہ تینوں یعنی اپنے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حرام اور اپنے بیٹے خلاد بن عمرو بن الجموح اور اپنے شوہر عمرو بن الجموح کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ لے جائیں اور وہیں جا کر تینوں کو دفن کریں مگر جب مدینہ کا قصد کرتی ہیں تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور جب اُحد کا رُخ کرتی ہیں تو تیز چلنے لگتا ہے۔

ہندہ نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ نے فرمایا عمرو بن الجموح نے مدینہ سے چلتے وقت کچھ کہا تھا۔ ہندہ نے ان کی وہ دعا ذکر کی جو انھوں نے چلتے وقت کی تھی آپ نے فرمایا اسی وجہ سے اُونٹ نہیں چلتا اور یہ فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان منکم من لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ منھم عمرو بن الجموح ولقد رأیتہ یطاء بعرجتہ فی الجنۃ۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کرے ان میں سے عمرو بن الجموح بھی ہیں البتہ تحقیق میں نے ان کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے[۱]

استیعاب ترجمہ عمرو بن الجموح ص۲۵ حاشیہ اصابہ

عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُحد کے قریب دونوں ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

---

[۱] - زرقانی۔ ج ۲، ص : ۵۰ - روض الانف، ج ۲، ص : ۱۳۹، عیون الاثر، ص ۱، ۳۴۴

حضرت خثیمہ کی شہادت کا ذکر

خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جن کے بیٹے سعد غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہو چکے تھے) بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ افسوس مجھ سے غزوۂ بدر رہ گیا۔ جس کی شرکت کا میں بڑا ہی حریص اور مشتاق تھا۔ یہاں تک اس سعادت کے حاصل کرنے میں بیٹے سے قرعہ اندازی کی مگر یہ سعادت میرے بیٹے سعد کی قسمت میں تھی قرعہ اس کے نام کا نکلا اور شہادت اس کو نصیب ہوئی اور میں رہ گیا۔

آج شب میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین و جمیل شکل میں ہے جنت کے باغات اور نہروں میں سیر و تفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے یہ کہتا ہے اے باپ تم بھی یہیں آجاؤ دونوں مل کر جنت میں ساتھ رہیں گے۔ میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا۔

یا رسول اللہ اس وقت سے اپنے بیٹے کی مرافقت کا مشتاق ہوں۔ بوڑھا ہو گیا اور ہڈیں کم زور ہو گئیں اب تمنا یہ ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جاملوں۔ یا رسول اللہ، اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھ کو شہادت اور جنت میں سعد کی مرافقت نصیب فرمائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خثیمہ کے لیے دعا فرمائی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور خثیمہ معرکۂ اُحد میں شہید ہوئے۔[۲]

انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اُمید واثق ہے کہ حضرت خثیمہ اپنے بیٹے سعد سے جاملے رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت اُصَیرِم کی شہادت کا ذکر

عمرو بن ثابت، جو اُصیرم کے لقب سے مشہور تھے ہمیشہ اسلام سے منحرف رہے جب اُحد کا دن ہوا تو اسلام دل میں اتر آیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں

جس کا مفصل قصہ غزوہ بدر کے بیان میں گذر چکا ہے۔ [۲] - زاد المعاد، ج ۲، ص ۹۲

تک زخمی ہو کر گر پڑے لوگوں نے جب دیکھا کہ اصیرم ہیں تو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اے عمرو تیرے لئے اس لڑائی کا کیا داعی ہوا۔ اسلام کی رغبت یا قومی غیرت وحمیت اُصیرمؓ نے جواب دیا۔

بل رغبۃ فی الاسلام فأمنت باللہ ورسولہ فاسلمت واخذت سیفی وقاتلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اصابنی ما اصابنی۔

بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر اور مسلمان ہوا اور تلوار لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے قتال کیا یہاں تک مجھ کو یہ زخم پہنچے۔

یہ کلام ختم کیا اور خود بھی ختم ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہ لمن اھل الجنۃ

البتہ تحقیق وہ اہلِ جنّت سے ہے۔

(رواہ ابن اسحاق واسنادہ حسن)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جو جنّت میں پہنچ گیا۔ اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ وہ یہی صحابی ہیں۔ اصابہ ترجمہ عمرو بن ثابتؓ

مدینہ منورہ کے مردوں اور عورتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت اور سلامتی معلوم کرنے کے لئے ہجوم

جنگ کے متعلق مدینہ میں چونکہ وحشتناک خبریں پہنچ چکی تھیں۔ اس لئے مدینہ کے مرد اور عورت بچے اور بوڑھے اپنے عزیزوں سے زیادہ آپ کو سلامت وعافیت کے ساتھ دیکھنے کے متمنی اور مشتاق تھے۔

چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک انصاری عورت پر ہوا جس کا شوہر اور بھائی اور باپ اس معرکہ میں شہید ہوئے جب اس عورت کو اس کے شوہر اور برادر اور پدر کے شہادت کی خبر سنائی گئی تو یہ کہا کہ پہلے یہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بحمد اللہ خیریت سے ہیں۔ اس خاتون نے کہا مجھکو چہرۂ انور دکھلا دو

آنکھوں سے دیکھکر پورا اطمینان ہوگا۔ لوگوں نے اشارہ سے بتلایا کہ حضور یہ ہیں۔ جب اس خاتون نے جمالِ نبوی کو دیکھ لیا تو یہ کہا۔ کل مصیبة بعدك جلل ہر مصیبت آپ کے بعد بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ (ابن ہشام ص۲۲ ج۲)

معرکۂ کارزار میں عین پریشانی کی حالت میں مجبین با اخلاص پر حق تعالےٰ کا ایک خاص انعام یعنی ان پر غنودگی طاری کردی گئی

جب کسی شیطان نے یہ خبر اڑادی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے تو بعضے مسلمان بمقتضائے بشریت یہ خبر سن کر پریشان ہوگئے اور اسی پریشانی اور حیرانی کے حالت میں کچھ دیر کے لیے ان کے قدم میدانِ جنگ سے ہٹ گئے اور اس معرکہ میں جن کے لیے شہادت کی سعادت مقدر تھی وہ شہید ہوگئے اور جن کے لیے ہٹنا مقدر تھا وہ ہٹ گئے اور جو میدان قتال میں باقی رہ گئے تھے ان میں سے جو مؤمنین مخلصین اور اہل یقین اور اصحاب توکل تھے اُن پر حق تعالےٰ کی طرف سے ایک غنودگی طاری کردی گئی، یہ لوگ کھڑے کھڑے اُونگھنے لگے جن میں حضرت طلحہ بھی تھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری تلوار میرے ہاتھ سے گر کر جاتی تھی اور میں اس کو اٹھالیتا تھا یہ ایک حسی اثر تھا اس باطنی سکون کا جو حق تعالیٰ نے اس موقعہ پر اہل ایقان کو عطا فرمایا جس سے کافروں کا خوف وہراس دل سے یک لخت دور ہوگیا۔ اور منافقین کا گروہ جو اس وقت شریک جنگ تھا اس وقت سخت اضطراب میں تھا اس کو صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی، ان کمبختوں کو نیند نہ آئی اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ	پھر اللہ تعالےٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک امن
اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ لا	اور سکون کی کیفیت نازل فرمائی یعنی تم میں سے ایک
وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ	جماعت پر اونگھ طاری کردی جو ان کو گھیر رہی تھی
بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ الى آخر الآيات[1]	اور ایک دوسری جماعت ایسی تھی کہ جس کو اپنی جان

[1] آل عمران آیۃ ۱۵۴

کی فکر پڑی ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جاہلیت کی طرح بدگمانی میں مبتلا تھی۔

حافظ ابن کثیر[1] فرماتے ہیں کہ جس جماعت پر نیند طاری کی گئی وہ جماعت ان اہل ایمان کی تھی کہ جو یقین اور ثبات اور استقامت اور توکل صادق کے ساتھ موصوف تھے اور ان کو یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے رسول سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا اور دوسرا گروہ جسے اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی اور اسی فکر میں ان کی نیند غائب تھی، وہ منافقین کا گروہ تھا ان کو صرف اپنی جان کا غم تھا اطمینان اور امن کی نیند سے محروم تھے۔

جنگ میں کچھ عورتوں کی شرکت اور اس کا حکم

اس غزوہ میں مسلمانوں کی چند عورتوں نے بھی شرکت کی صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ احد کے دن میں نے حضرت عائشہ اور اپنی والدہ ام سلیم کو دیکھا کہ پائینچے چڑھائے ہوئے پانی کی مشک بھر بھر کر پشت پہ رکھ کر لاتی ہیں اور لوگوں کو پانی پلاتی ہیں۔ جب مشک خالی ہو جاتی ہے تو پھر بھر کر لاتی ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ابوسعید خدری کی والدہ ام سلیطؓ بھی احد کے دن ہمارے لئے مشک میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں۔

صحیح بخاری میں ربیع بنت معوذؓ سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی تھیں کہ لوگوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور مقتولین کو اٹھا کر لائیں۔

خالد بن ذکوان کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے۔ (ولا نقاتل)

(ربیع کہتے ہیں مگر ہم قتال اور لڑائی میں شریک نہیں ہوتے تھے) یہ تینوں روایتیں صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں مذکور ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری از ج ۶ ص ۵ تا ج ۶ ص ۶۲ مراجعت فرمائیں سنن ابن ماجہ

---

[1] اصل عبارت کے الفاظ یہ ہیں ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ۔ یعنی اہل الایمان والیقین والثبات والتوکل الصادق وہم الجازمون بان اللہ عزوجل سینصر رسولہ وینجز لہ مامولہ الخ تفسیر ابن کثیر ص ۴۱۹ ج ۱

میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا علی النساء جہاد کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا نعم جہاد لا قتال فیہ الحج والعمرۃ ہاں ان پر ایسا جہاد ہے۔
جس میں لڑنا نہیں۔ یعنی حج اور عمرہ (فتح الباری کتاب الحج باب حج النساء)
صحیح بخاری کی کتاب العیدین میں ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں مریضوں کی خبر گیری
اور زخمیوں کے علاج کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔
ان عورتوں نے فقط لوگوں کو پانی پلایا اور مریضوں اور زخمیوں کی خبر گیری کی لیکن قتال نہیں کیا
مگر ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دیکھا کہ ابن قمیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر رہا ہے
تو انھوں نے اس حالت میں آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ مونڈھے پر ایک گہرا زخم آیا۔ ام عمارہؓ فرماتی ہیں،
میں نے بھی بڑھ کر ابن قمیہ پر وار کیا مگر عدو اللہ (اللہ کا دشمن) دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔[1]
اس غزوہ میں صرف ایک ام عمارہ شریک جہاد و قتال ہوئیں۔ اس کے علاوہ تمام غزوات میں سوائے
ایک دو عورت کے اور عورتوں کا شریک جہاد و قتال ہونا کہیں ذخیرۂ حدیث سے ثابت نہیں اور
نہ کسی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو جہاد کی ترغیب دینا ثابت ہے۔
اس لیے تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں الا یہ کہ کفار ہجوم کر آئیں
اور ضرورت عورتوں کی شرکت پر بھی مجبور کرے۔
عورتوں کا فطری ضعف اور ان کی طبعی ناتوانی خود اس کی دلیل ہے کہ ان پر جہاد و قتال کو
لازم کرنا ان کی فطرت اور جبلت کے خلاف ہے۔ قال تعالیٰ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى
وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ یعنی ضعیف اور ناتواں مریض اور غیر مستطیع لوگوں پر جہاد فرض نہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جہاد میں یہ تاکید فرماتے ہیں کہ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ ایک
مرتبہ آپ نے ایک عورت کو مقتول دیکھا (جو غلطی سے قتل ہو گئی تھی) فرمایا ما کانت ھذہ لتقاتل
یہ تو قتال کے قابل نہیں۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۳۴، ابن ہشام، ج ۲، ص ۸۲

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے افضل اور بہتر عمل سمجھتے ہیں، کیا ہم عورتیں اس میں شریک نہ ہوا کریں آپ نے فرمایا۔ نہیں تمہارا جہاد تو حج مبرور ہے۔

اصل حکم عورتوں کے لئے یہ ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ۔ اپنے گھروں میں ٹھہرو۔ باہر نہ نکلو۔ دیکھو شرح سیر کبیر ص ۹۲ ج ۱

اسی لئے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے عورتوں کا نماز کی جماعت میں حاضر ہونا بھی پسند نہیں فرمایا اور عطر اور خوشبو لگا کر یا عمدہ کپڑے پہن کر مسجد میں آنے کی صریح ممانعت فرمائی۔ اور بجائے صحن خانہ کے دالان میں اور اس سے بڑھکر کوٹھری میں عورت کا نماز پڑھنا افضل قرار دیا۔ لہذا جب شریعت مطہرہ صفِ نماز میں عورتوں کی حاضری پسند نہیں کرتی تو صفِ جہاد و قتال میں بلا ضرورت ان کی حاضری کیسے پسند کر سکتی ہے۔

اس لئے حضرات فقہاء نور اللہ مرقدہم نے یہ فتوی دیا کہ نماز کی جماعت اور جہاد میں عورتوں کا حاضر ہونا ناپسند ہے۔ مگر مجاہدین کی اعانت اور امداد اور مریضوں اور زخمیوں کی خبر گیری کی غرض سے صرف ان عورتوں کا حاضر ہونا جائز ہے کہ جن کی حاضری باعث فتنہ نہ ہو۔ یعنی بوڑھی ہوں۔ بشرطیکہ شوہر یا ذی رحم محرم ان کے ہمراہ ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ بغیر شوہر یا بغیر ذی رحم محرم کے ہمراہ لئے حج وغیرہ کسی قسم کا کوئی سفر کر سکے۔ اسی وجہ سے بعض فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس عورت پر ذی ثروت اور صاحب استطاعت ہونے کی وجہ سے حج فرض ہو اور شوہر اور نہ ذی رحم محرم رکھتی ہو تو اس پر نکاح واجب ہے کہ نکاح کر کے شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تاکہ بغیر محرم کے سفر نہ ہو۔

مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کی حاضری اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ان کی حاضری موجب فتنہ نہ ہو ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح اسپتالوں میں عورتوں کا غیر مردوں کی تیمار داری کرنا بھی بلاشبہ حرام ہے، اسے

میرے دوستو! موجودہ تہذیب پر لعنت کرو۔ موجودہ تہذیب کی بنیاد اور عمارت اور تمام فرش، نفسانی شہوتوں اور شیطانی لذتوں پر مبنی ہے اور حضرات انبیاء کرام کی شریعتیں عفت اور عصمت پاک دامنی پر مبنی ہیں جس کو خداوند تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ عفت اور شہوت کے فرق کو سمجھے گا اور جو نفس و شیطان کا غلام بنا ہوا ہے اس سے خطاب ہی فضول ہے ایسے بے عقل کے نزدیک نکاح اور زنا میں بھی فرق نہیں۔ اللہ اکبر کیا وقت آ گیا کہ جب شریعت مقدسہ عفت اور عصمت کی طرف دعوت دیتی ہے تو یہ بندگان شہوت اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

شہدائے اُحد کی تجہیز و تکفین

اس غزوہ میں ستّر صحابہ شہید ہوئے جن میں اکثر انصار تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا، کہ کفن کی چادر بھی پوری نہ تھی۔ چنانچہ مصعب بن عمیرؓ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ سر اگر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا بالآخر یہ ارشاد فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پیروں پر اذخر (ایک گھانس ہوتا ہے) ڈال دو۔ (صحیح بخاری غزوہ اُحد)

اور یہی واقعہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا، جیسا کہ معجم طبرانی میں ابو اسید سے اور مستدرک حاکم میں انسؓ سے مروی ہے۔ طبرانی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

اور بعض کے لئے یہ بھی میسر نہ آیا۔ دو دو آدمیوں کو ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا۔ اور دو دو اور تین تین[1] کو ملا کر ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کے وقت یہ دریافت فرماتے کہ ان میں سے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے۔ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اسی کو قبلہ رُخ لحد میں آگے رکھتے اور یہ ارشاد فرماتے۔

انا شہید علٰی ھؤلاء یوم القیامۃ　قیامت کے دن میں ان لوگوں کے حق میں شہادت دوں گا۔

---

[1] تین تین کا لفظ صحیح بخاری کی روایت میں نہیں بلکہ سنن کی روایت ہے جس کی امام ترمذی نے تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری ص۱۶۹ ج ۳ کتاب الجنائز)

اور یہ حکم دیا کہ اس طرح بلا غسل دیئے خون آلود دفن کردیں (صحیح بخاری کتاب الجنائز)

صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی لیکن کل علمائے سیر اس پر متفق ہیں کہ آپ نے شہدائے احد کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ اور متعدد روایات حدیث بھی اسی کی مؤید اور مساعد ہیں۔ حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی سیرت میں اس پر اجماع[۱] نقل کیا ہے۔ باقی تفصیل کے لئے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے۔

بعض لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے عزیز شہیدوں کو مدینہ لے جاکر دفن کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں شہید ہوئے وہیں دفن کئے جائیں (ابن ہشام ص ۹۱ ج ۲)

شہیدِ قوم

احد کے دن قزمان نامی ایک شخص نے بڑی جانبازی اور سرفروشی دکھلائی اور تنہا اس نے سات یا آٹھ مشرکوں کو قتل کیا اور آخر میں خود زخمی ہوگیا جب اس کو اٹھا کر گھر لے آئے تو بعض صحابہ اس سے یہ کہا :-

واللہ لقد ابلیت الیوم یا قزمان فابشر	خدا کی قسم آج کے دن اے قزمان تونے بڑا کارنمایاں کیا تجھکو مبارک ہو۔

قزمان نے جواب دیا:

اذا ابشر فواللہ ان قاتلت الاعن احساب قومی ولولا ذلک ما قاتلت	تم مجھے کس چیز کی بشارت اور مبارکباد دیتے ہو۔ خدا کی قسم میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے قتال نہیں کیا بلکہ صرف اپنی قوم کے خیال اور ان کے بچانے کی غرض سے قتال کیا۔

---

[۱] چنانچہ حافظ موصوف عنوان ذیل کے تحت (الصلاۃ علی الشہداء من غیر غسل) یہ تحریر فرماتے ہیں وصلی علی حمزۃ والشہداء من غیر غسل وہذا اجماع الا ما شذ بہ بعض التابعین قال السہیلی لم یرو عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی علی شہید فی شیء من مغازیہ الا فی ہذہ۔ وفیہ نظر لما ذکرہ النسائی من انہ صلی علی اعرابی فی غزوۃ اخری۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۰)

اس کے بعد جب زخموں کی تکلیف زیادہ ہوئی تو خودکشی کر لی[۱] یہ قصہ تفصیل کے ساتھ بحوالۂ بخاری و فتح الباری بحث جہاد میں گزر چکا ہے۔

فائدہ:۔ یہ شخص دراصل منافق تھا مسلمانوں کے ساتھ مل کر جو اس نے کارنمایاں کیے تو محض قوم اور وطن کی ہمدردی میں کیے حتیٰ کہ اسی میں وہ مارا گیا اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اہل نار میں سے ہے خدا کے نزدیک شہید وہ ہے کہ جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرے اور جو شخص قوم اور وطن کے لیے لڑ کر جان دیدے اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق وہ شہید قوم کہلا سکتا ہے مگر اسلام میں وہ شہید نہیں اسی ترجمان کا مفصل واقعہ شروع ہی میں اسی عنوان، جہاد کی حقیقت کے ذیل میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

تنبیہ:۔ قال ابن کثیر وقد ورد مثل قصۃ ہذا فی غزوۃ خیبر کما سیاتی انشاء اللہ تعالٰی البدایۃ والنہایۃ ص ۳۶ ج ۴۔

اسرار و حِکَم

حق جل وعلا نے غزوۂ احد کے بیان وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ سے ساٹھ آیتیں نازل فرمائیں جن میں سے بعض آیات میں مسلمانوں کی ہزیمت و شکست کے اسباب اور علل اسرار اور حکم کی طرف اشارہ فرمایا جو مختصر توضیح کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پیغمبر کا حکم نہ ماننے اور ہمت ہار دینے اور آپس میں جھگڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم اللہ کے حکم سے کافروں کو قتل

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۴، ص ۳۶

تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ط ۵ل

کررہے تھے یہاں تک جب تم کچھ بزدلی کرنے لگے اور آپس میں جھگڑنے لگے اور حکم عدولی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری محبوب چیز یعنی فتح ونصرت تم کو دکھا دی بعضے تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض خالص آخرت کے طلب گار تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا یعنی شکست دی تاکہ تمھارا امتحان کرے اور تمھاری اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

(۲)۔ اور تاکہ پکے اور کچے کا اور جھوٹے اور سچے کا امتیاز ہو جائے اور مخلص اور منافق، صادق اور کاذب کا اخلاص اور نفاق۔ صدق اور کذب ایسا واضح اور روشن ہو جائے کہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے

اللہ تعالیٰ کے علم میں اگرچہ پہلے ہی سے مخلص اور منافق ممتاز تھے لیکن سنت اللہیہ اس طرح جاری ہے کہ محض علم الٰہی کی بنا پر جزاء اور سزا نہیں دی جاتی جو شئی علم الٰہی میں مستور ہے جب تک وہ محسوس اور مشاہد نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر ثواب اور عقاب مرتب نہیں ہوتا ؎

در محبت ہر کہ او دعوے کند   صد ہزاراں امتحاں بر وے تند

گر بود صادق کشد بارِ جفا   ور بود کاذب گریزد از بلا

عاشقاں را در دل بسیار می باید کشید   جور یار وغصۂ اغیار می باید کشید

(۳) اور تاکہ اپنے خاص محبین ومخلصین اور شائقین لقاء خداوندی کو شہادت فی سبیل اللہ کی نعمت کبریٰ اور منت عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں جس کے وہ پہلے سے مشتاق تھے اور بدر میں فدیہ اسی امید پر لیا تھا کہ آئندہ سال ہم میں کے ستر آدمی خدا کی راہ میں شہادت حاصل کریں گے جیسا کہ گزر اور

۵ل۔ آل عمران، آیۃ: ۱۵۲۔

اس نعمت اور دولت سے حق تعالیٰ اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے ظالموں اور فاسقوں کو یہ نعمت نہیں دی جاتی قال تعالیٰ

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ ؏	اور تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین کو ممتاز کر دے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔

(۴)۔ اور تاکہ مسلمان اس شہادت اور ہزیمت کی بدولت گناہوں سے پاک اور صاف ہو جائیں اور جو خطائیں ان سے صادر ہوتی ہیں وہ اس شہادت کی برکت سے معاف ہو جائیں۔

(۵) اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو مٹا دے اس لئے کہ جب خدا کے دوستوں اور محبین و مخلصین کی اس طرح خونریزی ہوتی ہے تو غیرت حق جوش میں آجاتی ہے اور خدا کے دوستوں کا خون عجیب رنگ لے کر آتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جن دشمنانِ خدا نے دوستانِ خدا کی خونریزی کی تھی وہ عجیب طرح سے تباہ اور برباد ہوتے ہیں ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چندان اماں نداد کہ شب را سحر کند

کما قال تعالیٰ

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ۔ ؏	اور تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین کا میل کچیل صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

(۶) اور تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ دنوں کو پھیرتے رہتے ہیں کبھی دوستوں کو فتح و نصرت سے سرفراز کرتے ہیں اور کبھی دشمنوں کو غلبہ دیتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ ؏	اور ان دنوں کو ہم لوگوں میں باری باری پھیرتے رہتے ہیں۔

؏ - آلِ عمران، آیۃ: ۱۴۰،　　؏ - ایضاً، آیۃ: ۱۴۱،

؏ - ایضاً، آیۃ، ۱۴۰

مگر انجام کار غلبہ دوستوں کا رہتا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اس لیے کہ اگر ہمیشہ اہلِ ایمان کو فتح ہوتی رہے تو بہت سے لوگ محض نفاق سے اسلام کے حلقہ میں آشامل ہوں تو مؤمن اور منافق کا امتیاز نہ رہے۔ اور یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں سے خاص اللہ کا بندہ ہے اور کون ان میں سے عبدالدینار والدرہم ہے۔

اور اگر ہمیشہ اہلِ ایمان کو شکست ہوتی رہے تو بعثت کا مقصد (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ) حاصل نہ ہو اس لئے حکمت الٰہیہ اس کو مقتضی ہوئی کہ کبھی فتح و نصرت ہو اور کبھی شکست اور ہزیمت تاکہ کھرے اور کھوٹے کا امتحان ہوتا رہے۔ قال تعالیٰ۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ	اللہ تعالیٰ مؤمنین کو اس حالت پر نہیں چھوڑنا چاہتے
عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ [1]	یہاں تک کہ جدا کر دے ناپاک کو پاک سے۔

اور انجام کار غلبہ اور فتح حق کو ہو۔

(۷)۔ نیز اگر ہمیشہ دوستوں کو فتح ہوتی رہے اور ہر معرکہ میں ظفر اور کامیابی ان کی ہمرکاب رہے تو اندیشہ یہ ہے کہ کہیں دوستوں کے پاک و صاف نفوس طغیان اور سرکشی غرور اعجاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے مناسب ہوا کہ کبھی راحت اور آرام ہو اور کبھی تکلیف اور ایلام۔ کبھی سختی اور کبھی نرمی۔ کبھی قبض اور کبھی بسط۔

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو	آں صلاح تست آیس دل مشو
چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین	تازہ باش و چین می فگن بر جبین

(۸)۔ اور تاکہ شکست کھا کر شکستہ خاطر ہوں اور بارگاہ خداوندی میں تخشع اور تضرع

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۷۹۔

[2] افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا و مولانا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ سے جب یہ عرض کیا گیا کہ آپ اکابر صحابہ اور حضرات بدریین کو عہدے کیوں نہیں عطا فرماتے تو یہ ارشاد فرمایا۔ اری ان لا تدنسهم الدنیا میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا ان حضرات کو گندا اور میلا نہ کر دے۔ غالباً یہ روایت حلیۃ الاولیاء میں آتی ہے یا کسی اور کتاب میں ہے مجھے اس وقت حوالہ یاد نہیں آرہا ہے واللہ اعلم۔

عجز اور تمسکن وتذلل اور انکسار کے ساتھ رجوع ہوں۔ اس وقت حق جل وعلا کی طرف سے عزت اور سربلندی نصیب ہو اس لئے کہ عزت ونصرت کا خلعت ذلت اور انکساری ہی کے بعد عطا ہوتا ہے کما قال تعالیٰ۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ [1] — اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمھاری مدد کی درآنحالیکہ تم بے سروسامان تھے۔

وقال تعالیٰ

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا۔ [2] — اور جنگ حنین میں جب تمھاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈالا تو وہ کثرت تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی

حق جل شانہ جب اپنے کسی خاص بندے کو عزت یا فتح اور نصرت دینا چاہتے ہیں تو اول اس کو ذلت اور خاکساری عجز اور انکساری میں مبتلا کرتے ہیں۔ تاکہ نفس کا تنقیہ ہو جائے اور اعجاب اور خود پسندی کا فاسد مادہ یکلخت خارج ہو جائے اس طرح ذلت کے بعد عزت اور ہزیمت اور شکست کے بعد فتح ونصرت اور فنا کے بعد بقاء عطا فرماتے ہیں۔

عارف رومی فرماتے ہیں :

بس زیادتہا درون نقصہاست	مر شہیدان را حیات اندر فناست
مردہ شو تا مخرج الحی الصمد	زندۂ زین مردہ بیرون آورد
آن کسے را کہ چنیں شاہے کشد	سوے تخت وبہترین جاہے کشد
نیم جان بستاند وصد جان دہد	آنچہ در وہمت نیاید آن دہد

(۹)۔ اور تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بدون مجاہدہ عظیم اور بغیر ریاضت تامہ کے مراتب اور درجات عالیہ کا دل میں خیال باندھ لینا مناسب نہیں۔ کما قال تعالیٰ

---

[1] ۔ آل عمران، آیۃ ، ۱۲۳۔

[2] ۔ سورۃ توبہ ، آیۃ : ۲۵

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۔ ؎۱

کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اور صابرین کا امتحان نہیں لیا۔

(۱۰)۔ اور تاکہ تمہارے پاک نفوس دنیا کی طرف میلان سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہو جائیں اور آئندہ سے کبھی بھی دنیائے حلال (یعنی مال غنیمت) کے حصول کا خیال بھی دل میں آنے پائے کہ ہمارے رسول کے حکم کے خلاف مالِ غنیمت کو دیکھکر پہاڑ سے نیچے کیوں اُترے ہم نے اس وقت تمہاری اس فتح کو شکست سے اس لئے بدلا ہے کہ تمہارے قلوب آئندہ کے لئے دنیائے حلال (یعنی مالِ غنیمت) کی طرف میلان سے بھی پاک اور منزہ ہو جائیں اور دنیائے دوں کا وجود اور عدم تمہاری نظر میں برابر ہو جائے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ ؎۲

پس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس مال غنیمت کی طرف مائل ہونے کی پاداش میں غم پر غم دیا تاکہ آئندہ کو تمہاری یہ حالت ہو جائے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر غمگین نہ ہو اور نہ کسی مصیبت کے پہنچنے سے تم پریشان ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

یعنی اس وقتی ہزیمت اور شکست میں ہماری ایک حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ تم زہد اور صبر کے اس اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ جاؤ کہ جہاں دنیا کا وجود اور عدم نظروں میں برابر ہو جاتا ہے جیسا کہ حق جل شانہ کا دوسری جگہ ارشاد ہے۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں یا تمہارے نفسوں میں مگر وہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں مقدر ہوتی ہے اور تحقیق یہ امر اللہ کے نزدیک بالکل آسان ہے۔

؎۱۔ آلِ عمران، آیۃ: ۱۴۲

؎۲۔ آلِ عمران، آیۃ: ۱۵۳

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ ؎

اور مصائب کے نازل کرنے میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ تم صبر میں اس درجہ کامل ہو جاؤ کہ اگر دنیا کی کوئی چیز تم سے فوت ہو جائے تو اس پر غمگین نہ ہوا کرو اور دنیا کی جو چیز اللہ تم کو عطا کرے تو تم اس دنیا کی چیز کو دیکھ کر خوش نہ ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے

دنیا کے آنے سے دل کا خوش نہ ہونا اور دنیا کے جانے سے دل کا رنجیدہ نہ ہونا یہ زہد اور صبر کا اعلیٰ ترین مقام ہے حق جل شانہ نے ان آیات میں اشارہ فرمایا کہ معرکۂ احد میں صحابہ کو جو یہ غم دیا گیا کہ فتح کو شکست سے بدل دیا۔ اس میں اللہ کی ایک حکمت یہ ہے کہ آئندہ سے صحابہ کے دل میں دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہ ہوا کرے اور دنیا کا وجود اور عدم ان کی نظروں میں برابر ہو جائے اور ہر حال میں قضاء الٰہی پر راضی اور خوش رہا منافقین اور جہلاء کی طرح خداوند ذوالجلال سے بدگمان نہ ہو کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے ہماری مدد کیوں نہ فرمائی محبِّ مخلص کی شان تو یہ ہونی چاہئے

زندہ کنی عطائے تو ۔۔۔ ور بکشی فدائے تو

جان شدہ مبتلائے تو ۔۔۔ ہر چہ کنی رضائے تو

ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست ۔۔۔ جرأت کسی کہ جرح کند در قضائے ما

(۱۱)۔ نیز یہ واقعہ آپ کی وفات کا پیش خیمہ تھا جس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ اگرچہ اس وقت تم میں سے بعض لوگوں کے بمقتضائے بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سن کر پاؤں اکھڑ گئے چونکہ اس کا منشا معاذ اللہ بزدلی اور نفاق نہ تھا بلکہ غایت ایمان واخلاص اور انتہائی محبت و تعلق تھا کہ اس وحشت اثر خبر کی دل تاب نہ لا سکے اور اس درجہ پریشان ہو گئے کہ میدان سے پاؤں اکھڑ گئے اس لئے

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ ۔۔۔ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارا یہ قصور معاف فرمایا

؎ ۔ الحدید، آیۃ: ۲۳۔

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ سلہ — اور اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔

لیکن آئندہ کے لئے ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین اور آپ کی سنت اور آپ کے جادۂ استقامت سے نہ پھر جانا آپ کی وفات کے بعد کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے جس سے فتنۂ ارتداد کی طرف اشارہ تھا اور مقصود تنبیہ ہے کہ آپ ہی کے طریق پر زندہ رہنا اور آپ ہی کے طریق پر مرنا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو ان کا خدا تو زندہ ہے اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ ۲

اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ہی تو ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر گئے پس اگر آپ کا وصال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل واپس ہو جائے تو وہ ہرگز ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو انعام دے گا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن کا قبیلہ ہمدان جب مرتد ہونے لگا، تو عبداللہ بن مالک ارحبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ ہمدان کو جمع کر کے یہ خطبہ دیا۔

یا معشر ھمدان انکم لم تعبدوا محمد علیہ السلام انما عبدتم رب محمد (علیہ السلام) وھو الحی الذی لا یموت غیر انکم اطعتم رسولہ بطاعۃ اللہ۔ واعلموا انہ

اے گروہ ہمدان تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ رب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے اور رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حی لا یموت ہے ہاں تم اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے تھے

سلہ۔ آل عمران، آیۃ: ۱۵۲ ۔ سلہ۔ آل عمران، آیۃ ۱۴۴

استنقذکم من النار ولم یکن اللہ لیجمع اصحابہ علی ضلالۃ الا خیر الخطبۃ۔

تاکہ رسول کی اطاعت۔ اللہ کی اطاعت کا ذریعہ بن جائے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے رسول کے ذریعہ آگ سے چھڑایا ہے

اور اللہ تعالیٰ آپ کے اصحاب کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اور یہ شعر کہے۔

لعمری لئن مات النبی محمد لما مات یا ابن القیل رب محمد

قسم ہے میری زندگی کی کہ اگر نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو آپ کا پروردگار زندہ ہے اے سردار کے بیٹے۔

دعاہ الیہ ربہ فاجابہ فیا خیر غوری ویا خیر منجد

ان کے پروردگار نے ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی آپ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کیا۔ سبحان اللہ حضور پرنور غور و نجد بلند و پستی کے رہنے والوں میں سے سب سے افضل اور بہتر تھے۔ اصابہ ترجمہ عبد اللہ بن مالک ص ۳۶۵ ج ۲ و حسن الصحابہ فی شرح اشعار الصحابہ ص ۳۱۲ ج ۱

تنبیہ: حیات انبیاء کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ وفات نبوی کے بیان میں کچھ ذکر کریں گے۔

غزوۂ اُحد میں فتح کے بعد ہزیمت پیش آجانے کی حکمت اور مصلحت پر اجمالی کلام

حسب وعدۂ خداوندی شروع دن میں مسلمان کافروں پر غالب رہے مگر جب اس مرکز سے ہٹ گئے جس پر اللہ کے رسول نے کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور مال غنیمت جمع کرنے کے لئے پہاڑ سے نیچے اُتر آئے تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست سے بدل گئی، بارگاہِ خداوندی میں محبین مخلصین اور عاشقین صادقین کی ادنیٰ ادنیٰ بات پر گرفت ہوتی ہے حق جل شانہ کو یہ ناپسند ہوا

کہ اس کے محبین مخلصین (صحابہ کرام) اللہ کے رسول کے حکم سے ذرہ برابر عدول کریں اگرچہ وہ عدول کسی غلط فہمی اور بھول چوک سے ہی کیوں نہ ہو نیز عاشق صادق کے شان عشق کے یہ خلاف ہے کہ وہ دنیا کے متاع اور مال غنیمت کے جمع کرنے کے لئے کوہ استقامت سے اتر کر زمین پر آئے جس مال غنیمت کے جمع کرنے کے لئے صحابہ پہاڑ سے اترے تھے اگرچہ وہ دنیائے حلال اور طیب تھی لقولہ تعالیٰ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا. مگر صحابہ جیسے عاشقین صادقین کیلئے یہ مناسب نہ تھا کہ خداوند ذوالجلال کے بغیر اجازت اور اذن کے اس حلال وطیب کی طرف ہاتھ بڑھائیں ؎

موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جانان روانان دیگر اند

خداوند مطلق اور محبوب برحق نے اپنے محبین مخلصین کے تنبیہ کے لئے وقتی طور پر فتح کو شکست سے بدل دیا کہ متنبہ ہو جائیں کہ غیر اللہ پر نظر جائز نہیں اور علم ازلی میں یہ مقدر فرما دیا کہ وقتی طور پر اگرچہ شکستہ خاطر ہوں گے۔ مگر عنقریب فتح مکہ سے اس کی تلافی کر دی جائے گی اور آئندہ چل کر قیصر و کسریٰ کے خزائن ان کے ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے مقصود یہ تھا کہ محبین مخلصین کے قلوب دنیائے حلال کے میلان سے بھی پاک اور خالص بن جائیں۔ اسی بارہ میں حق جل شانہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ	اور تحقیق اللہ نے تم سے جو (فتح) کا وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا جس وقت کہ تم کفار کو تائید خداوندی قتل کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا تھا وہ سب تمہارے ہاتھ سے مارے گئے یہاں تک کہ جب تم خود سست پڑ گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم نے حکم کی نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہاری

عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝ لـه — محبوب اور پسندیدہ چیز (یعنی کافروں پر غلبہ اور فتح) تم کو تمہاری آنکھوں سے دکھلا دیا تم میں سے بعض تو وہ تھے کہ دنیا (غنیمت) کی طرف مائل ہوئے اور بعض تم سے وہ تھے کہ جو صرف آخرت کے طلب گار اور جویاں تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا۔ اور حاصل شدہ فتح کو ہزیمت سے بدل دیا تاکہ تم کو آزمائے اور صاف طور پر ظاہر ہو جائے کہ کون پکا ہے اور کون کچا اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری یہ غلطی بالکل معاف کر دی (لہذا اب کسی کو اس غلطی پر طعن و تشنیع بلکہ لب کشائی بھی جائز نہیں خدا تعالیٰ تو معاف کر دے اور یہ طعن کرنے والے معاف نہ کریں) اور اللہ تعالیٰ مؤمنین مخلصین پر بڑے ہی فضل والے ہیں۔

ان آیات میں حق جل شانہ نے یہ تبلا دیا کہ یکبارگی معاملہ اور قصہ منعکس ہو گیا کہ لشکر کفار جو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو رہا تھا۔ اب وہ اہل اسلام کے قتل میں مشغول ہو گیا۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہوئی کہ تم نے رسول اللہ کے حکم کے بعد عدول حکمی کی اور تم میں سے بعض لوگ، دنیائے فانی کے متاع (یعنی مال غنیمت) کے میلان اور طمع میں کوہ استقامت سے پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا اور بعض کی لغزش سے تمام لشکر اسلام ہزیمت کا شکار بنا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مگر بایں ہمہ خداوند ذوالجلال والاکرام کے عنایات بے غایات اور الطاف بے نہایات مسلمانوں سے منقطع نہ ہوئے کہ باوجود اس محبت آمیز عتاب کے بار بار مسلمانوں کو تسلی دی کہ تم ناامید اور شکستہ خاطر نہ ہونا۔ ہم نے تمہاری لغزش کو بالکل معاف کر دیا ہے چنانچہ ایک مرتبہ عفو کا اعلان اس آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور پھر اسی رکوع کے آخر میں مسلمانوں کی مزید تسلی کے لئے دوبارہ عفو کا اعلان فرمایا:

لـه۔ آل عمران، آیۃ: ۱۵۲۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ؏

تحقیق جن بعض لوگوں نے تم میں سے پشت پھیری جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں سو جز اینیست اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعض اعمال کی وجہ سے شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا اور جو ہوا سو ہوا۔ اب البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو بالکل معاف کر دیا تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے اور حلم والے ہیں۔

حق جل شانہ نے صحابہ کرام کے اس فعل کو لغزش قرار دیا اِسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے اور لغزش کے معنی یہ ہیں کہ ارادہ تو کچھ اور تھا کہ مگر غلطی اور بھول چوک سے بلا ارادہ اور اختیار قدم پھسل کر راستہ سے گر گیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جو کچھ ہو گیا وہ لغزش تھی۔ جان بوجھ کر تم نے نہیں کیا اور خیر جو کچھ بھی ہو گیا اس کو ہم نے اپنی رحمت اور حلم سے معاف کر دیا تم کو تو معافی کی اطلاع دے دی کہ تم ملول اور رنجیدہ اور ناامید ہو کر نہ بیٹھ جانا۔ اور تمہاری معافی کا اعلان ساری دنیا کو اس لئے سنا دیا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق جل شانہ کی عنایات بے غایات کس طرح اصحاب رسول پر مبذول ہیں اور کس کس طرح ان کو چند در چند تسلیاں دی جا رہی ہیں تاکہ قیامت تک کسی کو یہ مجال نہ ہو کہ صحابہ کرام کے شان میں لب کشائی کر سکے جب حق تعالیٰ نے ان سے معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا تو اب بلا سے کوئی ان کو معاف کہے یا نہ کرے ان سے راضی ہو یا نہ ہو خدا کے عفو اور رضا کے بعد کسی کے عفو اور رضا کی ضرورت نہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

غزوۂ بدر میں فدیہ لینے پر جو عتاب نازل ہوا تھا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ خداوند ذوالجلال کے دشمنوں کے قتل و قتال کے بارے میں پامال کرنے کے بجائے مال و منال کو کیوں ترجیح دی۔

اس طرح غزوۂ احد میں دنیوی مال و متاع (مال غنیمت) کی طرف میلان کی وجہ سے عتاب

---

[1] - آل عمران، آیۃ : ۱۵۵ -

ہوا مگر بعد میں معاف کر دیا گیا۔

غزوۂ احد کی ہزیمت کے اسرار و حکم کے بیان کے بعد

حق تعالیٰ شانہ نے حضرات انبیاء سابقین کے صحابہ ربیّین کا عمل بیان فرمایا کہ خدا کی راہ میں ان کو طرح طرح کی تکلیفیں اور قسم قسم کی مصیبتیں پہنچیں لیکن انھوں نے نہ ہمت ہاری اور نہ دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز ہوئے نہایت صبر اور استقلال کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے جہاد میں ثابت قدم رہے۔

مگر باایں ہمہ اپنی شجاعت اور ہمت۔ صبر اور استقامت پر نظر نہیں کی بلکہ نظر خداوند ذوالجلال ہی پر رکھی اور برابر خدا سے گناہوں کی استغفار اور ثابت قدم رہنے کی دعا مانگتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں اس کا صلہ مرحمت فرمایا۔ قال تعالیٰ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [1]	اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر خدا پرستوں نے کافروں سے جہاد و قتال کیا لیکن ان مصیبتوں کی وجہ سے جو ان کو خدا کی راہ میں پہنچیں نہ تو سست ہوئے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دشمنوں سے دبے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور ان کی زبان سے صرف یہ قول نکل رہا تھا کہ اے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہماری زیادتی کو معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ پس اللہ نے ان کو دنیا کا انعام اور آخرت کا بہترین انعام عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۴۶۔

غزوۂ حمراء الاسد

۱۶ شوال یوم یکشنبہ ۳ھ

قریش جب جنگ اُحد سے واپس ہوئے اور مدینہ سے چل کر مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام ناتمام رہا جب ہم محمد کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی تو بہتر یہ ہے کہ پلٹ کر دفعتہً مدینہ پر حملہ کر دینا چاہیے مسلمان اس وقت بالکل خستہ اور زخمی ہیں مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے صفوان بن امیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ مکہ واپس چلو۔ محمد کے اصحاب جوش میں بھرے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ دوسرے حملہ میں تم کو کامیابی نہ ہو۔

۱۵ شوال یوم شنبہ کی شام کو قریش روحاء میں پہنچے اور شب یکشنبہ میں یہ گفتگو ہوئی یکشنبہ کی یہ شب گزرنے نہ پائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر نے عین صبح صادق کے وقت اس کی اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ خروج کے لیے تیار ہو جائیں اور فقط وہی لوگ ہمراہ چلیں کہ جو معرکہ احد میں شریک تھے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے باپ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے بہنوں کی خبرگیری کی وجہ سے میں اُحد میں شریک نہ ہو سکا۔ اب میں ساتھ چلنے کی اجازت چاہتا ہوں آپ نے ساتھ چلنے کی اجازت دی اس خروج سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔ باوجودیکہ صحابہ خستہ اور نیم جان ہو چکے تھے اور ایک شب بھی آرام نہ کیا تھا کہ آپ کی ایک آواز پر پھر نکل کھڑے ہوئے

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۶ شوال یوم یکشنبہ کو مدینہ سے چل کر آپ نے مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے آپ مقام حمراء الاسد میں مقیم تھے کہ قبیلۂ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی۔ احد کی شکست کی خبر سن کر بغرض تعزیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ان اصحاب

کی تعزیت کی جو اُحد میں شہید ہوئے تھے معبد آپ سے رخصت ہو کر ابوسفیان سے جا کر ملا۔ ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ معبد نے کہا کہ محمد تو بڑی عظیم الشان جمعیت لے کر تمہارے مقابلہ اور تعاقب کے لئے نکلے ہیں ابوسفیان یہ سنتے ہی مکہ واپس ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ تشریف لائے۔

اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ	جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی بات کو مانا بعد
مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ	اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا تو ایسے نیکو کاروں
اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ[۱]	اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم ہے۔

فتح الباری ص۲۸۲ ج ۷، باب قول اللہ عزوجل اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الہدایہ والنہایہ ص۴۸ ج۴ زرقانی ص۵۹ ج ۲۔

واقعات متفرقہ ۳ھ

(۱)۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن ابیہا سے ماہ شعبان میں نکاح فرمایا۔ [۲]

(۲)۔ اسی سال ۱۵ ماہ رمضان المبارک کو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ اور پچاس دن بعد حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام حسین سے حاملہ ہوئیں [۳]

(۳)۔ اسی سال ماہ شوال میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا [۴]

---

[۱]۔ آل عمران ، آیۃ : ۱۷۲ ۔

[۲]۔ طبری ۔ ج : ۳ ، ص : ۴۹ ۔

[۳]۔ ایضاً

[۴]۔ زرقانی ۔ ج : ۲ ، ص : ۷۱ ۔

۴ھ

سریۂ ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یکم محرم الحرام ۴ھ میں آپ کو یہ خبر ملی کہ خویلد کے بیٹے طلیحہ[1] اور سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے اپنے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں۔ تو آپ نے ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ لوگ ان کی خبر پاتے ہی منتشر ہو گئے بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں جن کو لے کر مدینہ واپس آگئے مدینہ پہنچ کر مال غنیمت تقسیم ہوا مال غنیمت کا خمس نکالنے کے بعد ہر شخص کے حصّہ میں سات سات اُونٹ اور بکریاں آئیں۔[2]

سریۂ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یوم دوشنبہ ۵ محرم الحرام کو آپ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی ولحیانی آپ سے جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے آپ نے عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔

عبداللہ بن انیس اُسے جا کر ملے اور لطائف الحیل سے موقع پا کر اس کو قتل کیا اور سر لے کر ایک غار میں جا چھپے کڑی نے آکر جالا تان دیا بعد میں جو لوگ تلاش میں گئے وہ مکڑی کا جالا دیکھ کر واپس ہو گئے بعد ازاں حضرت عبداللہ اس غار سے نکلے۔ شب کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے

---

[1] طلیحہ بن خویلد بعد میں مشرف باسلام ہوئے لیکن آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے اور نبوت کا دعویٰ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلہ کے لئے خالد بن ولیدؓ کو روانہ کیا۔ طلیحہ بھاگ کر شام چلے گئے، اور تائب ہو کر پھر اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جنگ قادسیہ اور معرکہ نہاوند میں بھی شریک رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۱ھ میں معرکہ نہاوند میں شہید ہوئے۔ طلیحہ کے دوسرے بھائی، سلمہ مسلمان نہیں ہوئے۔ زرقانی ج ۲ ص ۶۳

[2] البدایہ والنہایہ ج ۴، ص: ۶۱

اس طرح ۲۳ محرم کو مدینہ پہنچے اور خالد کا سر آپ کے سامنے رکھدیا۔ آپ بہت مسرور ہوئے اور ایک عصا انعام میں دیا اور یہ ارشاد فرمایا۔

تَخَصَّرْ بِهٰذَا فی الجنة فان المتخصرین فی الجنة قليل	اس عصا کو پکڑ کر جنت میں چلنا جنت میں عصا لے کر چلنے والا کوئی شاذ و نادر ہی ہوگا۔

اور فرمایا کہ یہ میرے اور تیرے درمیان میں ایک نشانی ہے قیامت کے دن ساری عمر حضرت عبد اللہ اس عصا کی حفاظت فرماتے رہے۔ مرتے وقت یہ وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھدینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا [۱]

معجم طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص گستاخ اور دریدہ دہن بھی تھا۔ مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۳ ج ۶ باب قتل خالد بن سفیان الہذلی۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کے آنے سے پہلے ہی خالد بن سفیان کے قتل کی خبر دے دی تھی۔

واقعۂ رجیع

ماہ صفر میں کچھ لوگ قبیلۂ عضل[۲] اور قارہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے لہٰذا ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ جو ہم کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی ہم کو تعلیم دیں۔ آپ نے دس[۳] آدمی ان کے ہمراہ کر دیئے جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

---

[۱] ۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ ج : ۲ ، ص : ۳۵ ، ۔ زرقانی ج : ۲ ، ص : ۹۳ ۔ زاد المعاد ج : ۲ ص : ۱۰۹ [۲] سنہ ۵ ، یہ ابن سعد کی روایت ہے بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان دس آدمیوں کو قریش مکہ کی خبر لینے اور حال معلوم کرنے کی غرض سے روانہ فرمایا تھا۔ آہ عجب نہیں کہ پہلے سے آپ کی یہی غرض ہو اور قبیلہ عضل اور قارہ کی اس وقت آمد کی وجہ سے تعلیم دین اور تعلیم قرآن کا مقصد بھی اس کے ساتھ شامل کرایا گیا ہو۔ زرقانی صفحہ ۶۵ ج ۲ [۳] زرقانی ج : ۲ ، ص : ۶۴ ۔

(۱)۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳)۔ عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)۔ خُبَیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵)۔ زید بن دَثِنّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶)۔ خالد بن ابی البُکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷)۔ معتب بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی عبداللہ بن طارق کے علاتی بھائی۔

اور عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔[۵]

یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور بنولحیان کو اشارہ کردیا۔ بنولحیان دو سو آدمی لے کر جن میں سے سو آدمی تیر انداز تھے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو حضرت عاصم رضؓ مع اپنے رفقاء کے ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے۔

بنولحیان مسلمان سے کہا تم نیچے اتر آؤ ہم تم کو امان اور پناہ دیتے ہیں حضرت عاصم نے فرمایا میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا۔ اور یہ دعا مانگی۔

اللّٰھم اخبر عنا رسولک اے اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر دے

یہ روایت بخاری کی ہے۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور اسی وقت بذریعہ وحی کے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو ان کی خبر دی اور آپ نے اس وقت صحابہ کو خبر دی۔

اور ایک دعا حضرت عاصم نے اس وقت یہ مانگی۔

اللّٰھم انی احمی لک الیوم دینک اے اللہ آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں

فاحم لی لحمی تو میرے گوشت یعنی جسم کی کافروں سے حفاظت فرما۔

بعد ازاں حضرت عاصم منجملہ سات رفقاء کے کافروں سے لڑکر شہید ہو گئے[۶] عبداللہ بن طارق اور

---

[۵] ۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج ۲ ص ۲۹۰۔ [۶] لڑتے وقت حضرت عاصم کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَیَاۃُ بَاطِلٌ وَکُلُّ مَا حَمَّ الْاِلٰہُ نَازِلٌ

بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَیْہِ آیِلٌ اِنْ لَمْ اُقَاتِلْکُمْ فَاُمِّیْ ھَابِلٌ

ابن ہشام ص ۱۲۱ ج ۲

زید بن دثنہ اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ یہ تین آدمی مشرکین کے امن اور امان عہد اور پیمان کی بنا پر ٹیلہ سے نیچے اترے مشرکین نے ان کی مشکیں باندھنا شروع کیں عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے یہ کہا یہ پہلا غدر ہے۔ ابتداء ہی بدعہدی سے ہو رہی ہے نہ معلوم آئندہ کیا کرو گے اور ساتھ چلنے سے انکار کر دیا مشرکین نے کھینچ کر ان کو شہید کر ڈالا۔ اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے کر چلے مکہ پہنچ کر دونوں کو فروخت کیا۔

صفوان بن امیہ نے (جس کا باپ امیہ بن خلف بدر میں مارا گیا تھا) حضرت زید کو اپنے باپ کے عوض میں قتل کرنے کے لئے خریدا حضرت خبیب کے ہاتھ سے جنگ بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا اس لئے حضرت خبیب کو حارث کے بیٹوں نے خریدا۔ بخاری شریف فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۲

صفوان نے تو اپنے قیدی کے قتل میں تاخیر مناسب نہ سمجھی اور حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم سے باہر تنعیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اور قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعیم میں جمع ہو گئی جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔

جب حضرت زید کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے بدلہ میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔ حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جھنجلا کر کہا۔ خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کوئی کانٹا یا پھانس چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے کسی کو کسی کا اس درجہ محب اور مخلص اور دوست اور جان نثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کے محب اور جان نثار ہیں بعد ازاں نسطاس نے حضرت زید کو شہید کیا رضی اللہ تعالےٰ عنہ[1]

بعد میں چل کر نسطاس مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]

---

[1] ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۲۱، زرقانی ج ۲، ص ۳۰، [2] الاصابہ، ج ۳، ص ۵۵۳۔ زرقانی ج ۲ ص ۳،

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا انقضائے ماہ حرام ان کی قید میں رہے جب لوگوں نے قتل کا ارادہ کیا تو حارث کی بیٹی زینب سے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئی) نظافت اور صفائی کی غرض سے استرہ مانگا زینب استرہ دے کر اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔ زینب کہتی ہیں کہ تھوڑی دیر میں دیکھتی ہوں کہ میرا بچہ ان کے زانوں پر بیٹھا ہوا ہے اور ہاتھ میں ان کے استرہ ہے، یہ منظر دیکھکر میں گھبرا گئی۔ حضرت خبیب نے مجھکو دیکھ کر یہ فرمایا۔ کیا تجھکو یہ اندیشہ ہوا کہ میں اس بچّہ کو قتل کروں گا ہرگز نہیں۔ انشاء اللہ مجھ سے ایسا کام کبھی نہ ہوگا۔ ہم لوگ غدر نہیں کرتے اور بار ہا زینب یہ کہا کرتی تھیں۔

مارأیت اسیرا قط خیرا	میں نے کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں دیکھا۔
من خبیب لقد رأیته یأکل	البتہ تحقیق میں نے ان کو انگور کے خوشے کھاتے
من قطعة عنب وما بمكة یومئذ	دیکھا حالانکہ اس وقت کہ میں کہیں پھل کا نام ونشان
ثمرة وانه لموثق فی الحدید وما	نہ تھا اور وہ خود لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے
كان الا رزق رزقه الله	تھے کہیں جا کر لا نہیں سکتے تھے۔ یہ رزق ان کے

پاس محض اللہ کی طرف سے آتا تھا۔

جب قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر ان کو تنعیم میں لے گئے تو یہ فرمایا کہ مجھکو اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ لوگوں نے اجازت دے دی آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور مشرکین کی طرف مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ میں نے اس خیال سے نماز کو زیادہ طویل نہیں کیا کہ تم کو یہ گمان ہوگا کہ میں موت سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں اور بعد ازاں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

اللّٰھم احصھم عددا واقتلھم	اے اللہ ان کو ایک ایک کر کے مار۔ کسی کو
بددا ولا تبق منھم احدا	باقی نہ چھوڑ۔

اور یہ شعر پڑھے۔

ما ان أبالی حین اقتل مسلما	علی ای شق كان لله مصرعی

مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے جبکہ میں مسلمان مارا جاؤں خواہ کسی کروٹ پر مروں جبکہ خالص اللہ کے لئے میرا بچھڑنا ہو۔

وذلك فی ذات الالٰہ وان یشأ　　یبارك علی اوصال شلو ممزّع

اور یہ محض اللہ کے لئے ہے۔ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ کئے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل فرما سکتا ہے۔

بعد ازاں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر لٹکائے گئے اور شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آئندہ کے لئے یہ سنت قائم فرما گئے کہ جو شخص قتل ہو وہ دو رکعت نماز ادا کرے[1]

زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی قسم کا ایک واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیش آیا زید نے طائف سے واپسی میں ایک خچر کرایہ پر لیا۔ مالک بھی ساتھ چلا۔ راستہ میں ایک ویرانہ پر خچر سے جا کر کھڑا کیا۔ جہاں بہت سے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زید نے فرمایا مجھکو دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے اس شخص نے بطور تمسخر یہ کہا۔ ہاں تم بھی دو رکعت نماز پڑھ لو تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نمازیں پڑھی ہیں مگر نماز نے ان کو کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دوگانہ سے فارغ ہوئے تو یہ شخص قتل کے ارادہ سے ان کی طرف بڑھا اس کو بڑھتے دیکھ کر حضرت زید نے یہ کہا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے مہربان۔

اِدھر حضرت زید کی زبان سے یہ اسم اعظم نکلا۔ اور اُدھر اُس نے ایک غیب سے آواز سنی لاتقتلہ ان کو قتل نہ کر وہ شخص اس غیبی اور ناگہانی آواز سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا جب کوئی شخص نظر نہ آیا تو پھر اسی ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا۔ حضرت زید نے پھر یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا۔ اس شخص کو پھر کوئی غیبی آواز سنائی دی اور پیچھے ہٹا اور مثل سابق پھر آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے پھر یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا۔ تیسری بار یَا اَرْحَمَ

[1] زرقانی۔ ج: ۲، ص، ۶۸۔

الرّاحمین کہتا تھا کہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور اس نیزہ کے سرے میں آگ کا ایک شعلہ ہے، وہ نیزہ اس شخص کے مارا جو نا گہانی پشت سے پار ہو گیا اور اسی وقت وہ شخص مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

بعد ازاں اس شخص نے حضرت زید سے مخاطب ہو کر یہ کہا۔ جب تم نے پہلی بار یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا اس وقت میں ساتویں آسمان میں تھا اور جب دوسری مرتبہ کہا تو آسمان دنیا پر تھا اور جب تیسری مرتبہ کہا تو میں تمہارے پاس آ پہنچا۔

اس روایت کو علامہ سہیلی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ زید بن حارثہ کو یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور زندگی میں پیش آیا۔[1]

مستدرک حاکم میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جو شخص تین بار یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتہ اس کے جواب میں یہ کہتا ہے۔ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ تیری طرف متوجہ ہو گیا پس مانگ اور درخواست کر۔

اسی قسم کا واقعہ ابو معلق انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش آیا۔ جیسا کہ ابی بن کعب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ابو معلق انصاری رضی اللہ عنہ بڑے عابد و زاہد اور بڑے صاحب ورع و تقویٰ تھے تاجر تھے تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ سفر میں ایک چور ملا جو سیف و سنان نیز اور تلوار سے پورا مسلح تھا۔ اس نے کہا کہ مال یہاں رکھ دو میں تم کو قتل کروں گا۔

ابو معلق انصاری نے فرمایا کہ تم کو تو مال مطلوب ہے جو حاضر ہے میری جان سے کیا مطلب چور نے کہا نہیں مجھکو تمہاری جان ہی مطلوب ہے۔ فرمایا کہ اچھا مجھکو اتنی مہلت دو کہ نماز پڑھ لوں۔ چور نے کہا ہاں نماز جتنی چاہے پڑھ لو ابو معلق رضی اللہ عنہ نے وضو کی اور نماز پڑھی اور بعد نماز

---

[1] روض الانف۔ ج: ۲، ص: ۱۷۱۔ حاشیہ البدایۃ والنہایۃ ج ۴، ص: ۹۵

کے یہ دُعا مانگی۔

یَاوُدُوْدُ یَاذُوالْعَرش المجید یا فَعَّالٌ لما ترید اسألكَ بعزتك التی لاترام و ملکلك الذی لا یضام وبنورك الذی ملاء ارکان عرشك ان تکفینی شر ھذ اللص یا مغیث اغثنی

تین مرتبہ یہ دعائیہ کلمات کہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سوار نیزہ لئے ہوئے چور کی طرف بڑھا اور نیزہ سے اس کا کام تمام کیا۔ بعد ازاں ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم کون ہو کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری فریادرسی اور امداد کے لئے بھیجا ہے میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں جب پہلی مرتبہ تم نے یہ دعا مانگی تو میں نے آسمان کے دروازوں سے کھٹکھٹانے کی آواز سنی جب دوسری مرتبہ دعا مانگی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ اور پکار سنی جب تم نے تیسری بار دعا مانگی تو یہ کہا گیا کہ یہ کسی مضطر اور مبتلائے کرب کی دعا ہے اس وقت میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھکو اس کے قتل پر مامور کیا جائے۔ بعد ازاں یہ کہا تم کو بشارت ہو۔ یہ یاد رکھنا کہ جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوگی خواہ وہ کرب اور بے چینی میں مبتلا ہو یا نہو، اصابہ ص۱۸۲ ج ۴ ترجمہ ابو معلق انصاری رضی اللہ عنہ باب الکنیٰ۔

غزوۂ اُحد میں حضرت عاصم نے سلافہ بنت سعید کے دو لڑکوں کو قتل کیا تھا اس لئے سلافہ نے یہ نذر کی تھی کہ عاصم کے کاسہ سر میں ضرور شراب پیوں گی۔ اس لئے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم کا سر لینے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے خاطر خواہ قیمت وصول کریں۔

امام طبری فرماتے ہیں کہ سلافہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سنو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔

حضرت عاصم اپنی لاش کی عصمت وحفاظت کی خدا سے پہلی ہی دعا مانگ چکے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے دشمنوں سے ان کی عصمت وحفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ زنبوروں (بھڑ) کا ایک

لشکر بھیج دیا جس نے ہر طرف سے ان کی لاش کو گھیر لیا۔ کوئی کافر ان کے قریب بھی نہ آسکا۔ اس وقت یہ کہہ کر علیحدہ ہو گئے کہ جب شام کے وقت یہ زنبوریں دفع ہو جائیں گے۔ اس وقت اس وقت سر کاٹ لیں گے۔ مگر جب رات ہوئی تو ایک سیلاب آیا جو ان کی لاش کو بہا لے گیا۔ اور یہ سب بے نیل مرام خائب و خاسر واپس ہوئے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ نہ میں کبھی مشرک کو ہاتھ لگاؤں اور نہ کوئی مشرک مجھ کو ہاتھ لگائے حضرت عمر کے سامنے جب کبھی حضرت عاصم کا تذکرہ آتا تو یہ فرماتے کہ حق تعالیٰ بعض مرتبہ اپنے خاص بندہ کی مرنے کے بعد بھی حفاظت فرماتے ہیں جیسے زندگی میں اس کی حفاظت فرماتے تھے [۱]

کفار مکہ نے حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا چھوڑ دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور مقدادؓ کو ان کی نعش اتار لانے کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ فرمایا جب یہ دونوں رات میں تنعیم پہنچے تو دیکھا کہ چالیس آدمی نعش کا پہرہ دینے کے لئے سولی کے ارد گرد پڑے ہوئے ہیں حضرت زبیر اور مقداد نے ان لوگوں کو غافل پاکر نعش کو سولی سے اتار کر گھوڑے پر رکھا۔ لاش اسی طرح تر و تازہ تھی کسی قسم کا اس میں کوئی تغیر نہ آیا تھا۔ حالانکہ سولی دئے چالیس دن ہو چکے تھے مشرکین کی جب آنکھ کھلی اور دیکھا کہ لاش گم ہے تو ہر طرف تلاش میں دوڑے بالآخر حضرت زبیر اور مقدادؓ کو جا پکڑا۔ حضرت زبیر نے لاش کو اتار کر زمین پر رکھا فوراً زمین شق ہوئی اور لاش کو نگل گئی اسی وجہ سے حضرت خبیب بَلِیْعُ الْاَرْضِ کے نام سے مشہور ہیں [۲]

ایک روایت میں ہے کہ کفار جب حضرت خبیب کو قتل کر چکے تو ان کا چہرہ قبلہ رُخ تھا اس کو قبلہ سے پھیر دیا۔ چہرہ پھر قبلہ رُخ ہو گیا بار بار ایسا ہی کیا بالآخر عاجز ہو کر چھوڑ دیا۔

فوائد: (۱) قتل کے وقت نماز پڑھنا سنت ہے تاکہ خاتمہ سب سے افضل اور سب سے بہتر عمل پر ہو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

---

[۱] زرقانی۔ ج: ۲، ص: ۶۴۔ [۲] البدایۃ والنہایۃ، ج: ۴، ص: ۶۶
فتح الباری۔ ج: ۷، ص: ۲۹۵

اذا قمت فی صلاتک فصل صلاۃ مودع الحدیث۔ (رواہ احمد عن ابی ایوبؓ)[1] — جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو دنیا سے رخصت ہونے والے کی سی نماز پڑھ۔

(۲)۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی اس نرالی شان سے حفاظت اور لوگوں کا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی ظاہری وسیلہ کے انگور کھاتے ہوئے دیکھنا۔ اور زید بن حارثہ اور ابو معلق انصاری کا واقعہ یہ سب اس کی دلیل ہیں کہ حضرات اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اسی پر تمام اہل سنّت کا اجماع ہے تفصیل کے لئے کتب کلامیہ اور خاص کر طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کی از ص۵۹ (ج۲) تا ص۸۰ مراجعت کریں۔

(۳)۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت، حضرت مریم کی کرامت کے مشابہ ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ آل عمران میں ذکر فرمایا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ[2]

جب کبھی حضرت زکریا مسجد کی محراب میں مریم پر داخل ہوتے تو ان کے پاس عجیب وغریب رکھا ہوا رزق پاتے تو یہ کہا کہ اے مریم یہ رزق تیرے پاس کہاں سے آیا تو مریم یہ جواب دیتیں کہ یہ رزق اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا وہم وگمان اس کو رزق عطا کرتا ہے

(۴)۔ جو شخص مرنے کے قریب ہو اس کے لئے بال اور ناخن کی اصلاح مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ حضرت خبیب نے شہادت سے پیشتر استرہ مانگا بارگاہ خداوندی میں حاضری سے پہلے نظافت وطہارت ضروری اور لازمی ہے۔

(۵)۔ اگر مسلمان کافروں کی حراست میں ہو اور وہ اس کے قتل کا تہیہ کر چکے ہوں تو مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ موقع پا کر ان کے بچوں کو قتل کر ڈالے۔ بلکہ ان کے ساتھ شفقت اور محبت سے

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الرقاق فصل ثالث ۱۲۔ [2] آل عمران، آیت ۳۸

پیش آئے۔ جیسے حضرت خبیبؓ نے حارث کے نواسہ کو ازراہ تلطف اپنے زانوں پر بٹھلایا۔

سریۃ القرّاء یعنی قصۂ بئر معونہ

اسی ماہ صفر میں دوسرا واقعہ پیش آیا کہ عامر بن مالک ابو براء آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے آپ نے فرمایا مجھکو اہل نجد سے اندیشہ اور خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا میں ضامن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قرّاء کہلاتے تھے اس کے ہمراہ روانہ کردیئے منذر بن عمرو ساعدیؓ ان کا امیر مقرر فرمایا۔

یہ نہایت مقدس اور پاکباز جماعت تھی، دن کو لکڑیاں چنتے اور شام کو فروخت کرکے اصحاب صفہ کے لئے کھانا لاتے اور شب کا کچھ حصہ درس قرآن میں اور کچھ حصہ قیام لیل اور تہجد میں گزارتے یہ لوگ یہاں سے چل کر بئر معونہ[1] پر جاکر ٹھہرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام (جو قوم بنی عامر کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا) لکھکر حضرت انس کے ماموں حرام بن ملحان کے سپرد فرمایا۔

جب یہ لوگ بئر معونہ پر پہنچے تو حرام بن ملحانؓ کو آپ کا والا نامہ دیکر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ عامر بن طفیل نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو ان کے قتل کا اشارہ کیا۔ اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا جو پار ہوگیا۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت یہ الفاظ نکلے،

---

[1] بئر معونہ ایک موضع ہے مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے قبائل ہذیل اور بنی سُلیم اور بنی عامر کے قرب وجوار میں آباد ہیں ۱۲۔ زرقانی صفحہ ج ۲

اَللّٰہُ اَکْبَر فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ اللہ اکبر قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی میں کامیاب ہو گیا۔

اور بنی عامر کو بقیہ صحابہ کے قتل پر ابھارا لیکن عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دینے کی وجہ سے بنی عامر نے امداد دینے سے انکار کر دیا۔

عامر بن طفیل جب ان سے ناامید ہوا تو بنی سلیم سے امداد چاہی عصیہ اور رعل اور ذکوان یہ قبائل اس کی امداد کے لئے تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو بلا قصور شہید کر ڈالا صرف کعب بن زید انصاری بچے ان میں حیات کی کچھ رمق باقی تھی، اس سے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بعد میں ہوش میں آ گئے اور مدت تک زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ ان کے علاوہ دو شخص اور بھی بچ گئے، ایک کا نام منذر بن محمد اور دوسرے کا نام عمرو بن امیہ ضمری تھا۔ یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے۔ یکایک آسمان کی طرف پرندے اڑتے نظر آئے یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کوئی بات ضرور ہے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام رفقاء خون میں نہائے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کریں عمرو بن امیہ نے کہا مدینہ چلیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر اس کی خبر دیں منذر رضی اللہ عنہ نے کہا خبر تو ہوتی رہے گی، شہادت کیوں چھوڑوں الغرض دونوں آگے بڑھے حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو لڑ کر شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ کو انھوں نے گرفتار کر لیا۔ اور عامر بن طفیل کے پاس لے گئے، عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی لہٰذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ زرقانی ص ۷۷ ج ۲

اسی معرکہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ چنانچہ عامر بن طفیل نے لوگوں سے دریافت کیا

مَنِ الرَّجُلُ مِنْهُمْ لَمَّا قُتِلَ رَأَيْتُهُ رُفِعَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَتَّى رَأَيْتُ السَّمَاءَ مِنْ دُونِهِ ۝ مسلمانوں میں کا وہ کون مرد ہے کہ قتل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے مابین اٹھایا گیا یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا۔

لوگوں نے کہا وہ عامر بن فہیرہ تھے[1]

[1] طبری ج: ۳، ص: ۳۵

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا لقد رأیته بعد ما قتل رفع الی السماء حتی انی لانظر الی السماء بینه وبین الارض ثم وضع۔ میں نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود اور خوب دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر رکھ دی گئی۔

جبار بن سلمی جو عامر بن فہیرہ کے قاتل ہیں وہ خود راوی ہیں کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا تو اس وقت ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔

فُزتُ واللہ — خدا کی قسم مراد کو پہنچ گیا۔

میں یہ سن کر حیران ہو گیا اور دل میں کہا کہ کیا مراد کو پہنچے۔ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ سے آکر یہ واقعہ بیان کیا ضحاکؓ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جنت کو پالیا میں یہ سن کر مسلمان ہو گیا۔

ودعانی ذلک ما رأیت من عامر بن فہیرۃ من رفعه الی السماء علوا (رواہ عبداللہ بن المبارک) — اور میرے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا کہ میں نے عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر بھیجا آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

ان الملائکۃ وارت جثته نی علیین [۱] — فرشتوں نے ان کے جثہ کو چھپالیا اور علیین میں اتارے گئے

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی لاش کو فرشتوں نے چھپالیا اور پھر مشرکین نے نہیں دیکھا کہ وہ لاش کہاں گئی۔ اس روایت میں ثم وضع کا لفظ مذکور نہیں جیسا بخاری کی روایت میں تھا امام فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں ممکن ہے کہ ان کی لاش اول آسمان پر اٹھائی گئی ہو اور بعد میں لاکر زمین پر رکھ دی گئی ہو اور علامہ سیوطی یہ فرماتے ہیں کہ ثم وضع کا لفظ بعض طرق میں

---

[۱] ۔ الخصائص الکبریٰ۔ ج: ۱، ص: ۲۲۳

آیا ہے اور اکثر طرق اور اسانید میں یہی آیا ہے کہ ان کی لاش آسمان میں جا چھپی موسیٰ بن عقبہ راوی ہیں کہ عروۃ بن زبیر یہ کہتے تھے کہ عامر بن فہیرہ کی لاش کہیں نہیں ملی لوگوں کا گمان یہ ہے کہ فرشتوں نے ان کی لاش کو آسمان میں چھپا لیا۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی اتنا صدمہ نہیں ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی قنوت میں ان لوگوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے اور صحابہ کو اس واقعہ کی خبر دی کہ تمہارے اصحاب اور احباب شہید ہو گئے، اور انھوں نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم اپنے رب کے پاس جاپہنچے اور ہم اس سے راضی ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہے۔

غزوہ بنی نضیر

ربیع الاول ۴ھ

عمرو بن امیہ ضمری جب بیر معونہ سے مدینہ واپس ہوئے تو راستہ میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہوئے مقام قناۃ میں پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہرے جب یہ دونوں شخص سو گئے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان شہید کئے ہیں سب کا انتقام تو فی الحال دشوار ہے بعض ہی کا انتقام اور بدلہ لے لوں اس لئے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں سے عہد اور پیمان تھا مگر عمرو بن امیہ کو اس کی خبر نہ تھی مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے تو ہمارا عہد اور پیمان تھا ان کی دیت اور خون بہا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں شخص کی دیت روانہ فرمائی۔ [2]

بنی نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے از روئے معاہدہ دیت کا کچھ حصہ جو نضیر کے ذمہ بھی واجب الاداء تھا اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دیت میں اعانت اور

---

[1] الخصائص الکبریٰ۔ ج ۱، ص ۲۲۴ [2] فتح الباری ج ۷، ص ۲۵۴

امداد لینے کی غرض سے بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ وغیرہم آپ کے ہمراہ تھے آپ جاکر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

بنونضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خونبہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرادے تاکہ نصیب دشمناں آپ دب کر مرجائیں، سلام بن مشکم نے کہا:

لاتفعلوا - واللہ لیخبرن بما ہممتم بہ وانہ لنقض العھد الذی بیننا وبینہ — ایسا ہرگز نہ کرو خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کردے گا نیز یہ بدعہدی ہے۔

چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرئیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کردیا، آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور آپ وہاں سے اس طرح اٹھے جیسا کہ کوئی ضرورت کے لئے اٹھتا ہو اور صحابہ وہیں بیٹھے رہے، یہود کو جب آپ کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے، کنانہ بن حویرا یہودی نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں اٹھ کر چلے گئے، خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم ہوگیا بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔

جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو صحابہ آپ کی تلاش میں مدینہ آئے، آپ نے یہود کی غداری سے مطلع فرمایا اور بنونضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے اور جاکر ان کا محاصرہ کیا۔ بنونضیر نے اپنے قلعوں میں گھس کر دروازے بند کرلئے کچھ تو ان کو اپنے مضبوط اور مستحکم قلعوں پر گھمنڈ تھا اور پھر عبداللہ بن ابی اور منافقین کے اس پیام نے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے اور مغرور بنا دیا لیکن ان کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی کسی کی ہمت نہ ہوئی اس کے علاوہ بنونضیر نے ایک اور غداری اور عیاری کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیام بھیجا کہ آپ تین

لہ - ابن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ الآیۃ عیون الاثر ص ۲ ج ۲

آدمی اپنے ہمراہ لائیں، ہمارے تین عالم آپ سے گفتگو کریں گے اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور اندرونی طور پر ان تین عالموں کو یہ ہدایت کر دی کہ ملاقات کے وقت اپنے کپڑوں میں سر چھپا کر لے جائیں تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں، مگر آپ کو ایک ذریعہ سے ان کی اس چالاکی اور عیاری کا ملاقات سے پہلے ہی علم ہو گیا۔ (رواہ ابن مردویہ باسناد صحیح) غرض یہ کہ بنو نضیر کی متعدد غداریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ اور پندرہ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا اور ان کے باغوں اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا بالآخر خائب خاسر ہو کر امن کے خواستگار ہوئے۔

آپ نے فرمایا دس دن کی مہلت ہے مدینہ خالی کر دو اہل وعیال بچوں اور عورتوں کو جہاں چاہو لے جاؤ باستثنائے سامان حرب جس قدر سامان اونٹوں اور سواریوں پہ لے جاسکتے ہو اسکی اجازت ہے۔

یہودیوں نے مال کی حرص اور طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اکھاڑ لئے اور جہاں تک بن پڑا اونٹوں پہ لاد کر لے گئے اور مدینہ سے جلا وطن ہوئے، اکثر تو ان میں سے خیبر میں جا کر ٹھہرے اور بعض شام چلے گئے اور ان کے سردار حیی بن اخطب اور کنانۃ بن الربیع اور سلام بن ابی الحقیق بھی انہی لوگوں میں تھے جو خیبر میں جا کر ٹھہرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال واسباب کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تاکہ انصار سے ان کا بوجھ ہلکا ہو۔ اگرچہ انصار اپنے اخلاص و ایثار کی بنا پر اس بار کو بار نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا حمد وثناء کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا اور بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔ اے گروہ انصار اگر چاہو تو میں اموال بنی نضیر کو تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں اور حسب سابق مہاجرین تمھارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمھارے گھر خالی کر دیں۔

سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال آپ فقط مہاجرین میں تقسیم فرمادیں۔ اور حسب سابق مہاجرین ہمارے ہی گھروں میں رہیں اور کھانے اور پینے میں ہمارے شریک رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مال تو آپ فقط مہاجرین پر تقسیم فرما دیں جاتی ہمارے اموال اور املاک میں سے بھی جس قدر چاہیں مہاجرین پر تقسیم فرمائیں ہم نہایت خوشی سے اس پر راضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر مسرور ہوئے اور یہ دعا دی۔

اللهم ارحم الانصار وابناء الانصار۔	اے اللہ انصار پر اور انصار کی اولاد پر اپنی خاص مہربانی فرما۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا:

جزاكم الله خيرا يامعشر الانصار فوالله ما مثلنا ومثلكم الا كما قال الغنوی	اے گروہ انصار اللہ تم کو جزائے خیر دے خدا کی قسم ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ غنوی شاعر نے کہا ہے۔

جزى الله عنا جعفرا حين ازلقت بنا نعلنا في الواطئين نزلت

اللہ تعالیٰ جعفر کو جزا دے کہ جب ہمارا قدم پھسلا اور اس کو لغزش ہوئی۔

ابوا ان يملونا ولو ان امنا تلاقي الذي يلقون منا لملت

تو ہماری اعانت اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ بالفرض اگر ہماری ماں کو یہ صورت پیش آتی تو شاید وہ بھی اکتا جاتی۔

آپ نے تمام مال مہاجرین پر تقسیم فرما دیا، انصار میں سے صرف ابودجانہ اور سہل بن حنیف کو بوجہ تنگدستی اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔

اس غزوہ میں بنو نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے مال واسباب سے کچھ تعارض نہیں کیا گیا اپنی املاک پر قابض رہے اور سورۂ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی جس کو عبداللہ بن عباس سورۂ بنی نضیر کہا کرتے تھے۔ اس سورت میں حق تعالیٰ نے مال فیئ کے احکام اور مصارف بیان فرمائے واللہ اعلم یہ تمام تفصیل زرقانی ص۸۰ تا ص۸۶ و فتح الباری ص۲۵۴ ج۷، وص۲۵۵ ج۷، البدایۃ والنہایۃ از ص۷۴ تا ص۸۰ ج۴ میں مذکور ہے۔

تحریم خمر

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ تحریم خمر کا حکم اسی غزوہ میں نازل ہوا۔[۱]

غزوۂ ذات الرقاع

جمادی الاولیٰ ۴ھ

غزوۂ بنو نضیر کے بعد ربیع الاول سے لے کر شروع جمادی الاولیٰ تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ شروع جمادی الاولیٰ میں آپ کو یہ خبر ملی، کہ بنی محارب[۲] اور بنی ثعلبہ آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آپ چار سو صحابہ[۳] کی جمعیت ہمراہ لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ نجد پہنچے تو کچھ لوگ قبیلۂ غطفان کے ملے مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صلوٰۃ[۴] الخوف پڑھائی۔

ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کو ذات الرقاع اس لئے کہتے ہیں کہ رقاع کے معنی پیوند اور چیتھڑوں کے ہیں اس غزوہ میں چلتے چلتے پیر پھٹ گئے تھے اس لئے ہم نے پیروں کو کپڑے لپیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے لگے یعنی چیتھڑوں والا غزوہ (بخاری شریف)

ابن سعد کہتے ہیں کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں آپ نے اس غزوہ میں نزول فرمایا تھا اس میں سیاہ اور سفید اور سرخ نشانات تھے۔[۴]

واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور تلوار درخت سے لٹکا دی ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور آپ سے دریافت کیا کہ تبلاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ نے نہایت اطمینان سے یہ فرمایا، اَللّٰہ۔

---

[۲] بنی محارب اور بنی ثعلبہ قبیلۂ غطفان کی دو شاخیں ہیں۔ ۱۲ زرقانی

[۳] اور ایک روایت میں ہے کہ سات سو اور ایک میں آٹھ سو ہے۔ ۱۲ زرقانی

[۳] ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ پہلی صلوٰۃ الخوف تھی۔ عیون الاثر ص۵۲ ج۲

[۴] طبقات ابن سعد ج ۲، ص: ۴۳

یہ بخاری کی روایت ہے ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے اس کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ فوراً تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے اٹھالی اور فرمایا بتلا میرے ہاتھ سے تجھ کو کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں آپ نے فرمایا اچھا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگ اس کی دعوت سے مسلمان ہوئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن حارث تھا۔

تنبیہ: اسی قسم کا واقعہ غزوہ غطفان ۳ھ کے بیان میں گذر چکا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دو واقع الگ الگ ہیں واللہ اعلم [1]

یہاں سے چل کر آپ ایک گھاٹی پر ٹھہرے عمارہ بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کو درہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا آپس میں ان دونوں نے یہ طے کیا کہ اول نصف شب میں عباد اور آخر نصف شب میں عمار جاگیں اس قرار داد کے مطابق عمار بن یاسرؓ تو سو گئے اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز کی نیت باندھ لی۔

ایک کافر نے آپ کو دیکھ کر یہ پہچان لیا کہ یہ مسلمانوں کے پاسبان ہیں ایک تیر مارا جو ٹھیک نشانہ پر پہنچا مگر عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے رگ و ریشہ میں معبود حقیقی کی عبودیت اور بندگی سرایت کر چکی تھی اور سراپا مولائے حقیقی کی محبت میں سرشار تھے اور ایمان و احسان کی حلاوت ان کے دل میں اتر چکی تھی۔ تیر و سنان کب ان کی عبادت میں مخل ہو سکتا تھا۔ برابر اسی طرح نماز میں مشغول رہے اور تیر نکال کر پھینک دیا۔ اس کافر نے ایک دوسرا تیر مارا انھوں نے اس کو بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز جاری رکھی اس نے تیسرا تیر مارا۔ اب یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں دشمن کمین گاہ سے حملہ نہ کر دے اور جس غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہاں متعین کیا ہے وہ غرض نہ فوت ہو جائے۔ اس لئے نماز کو پورا کیا اور نماز پوری کرنے کے بعد ساتھی کو جگایا کہ اٹھو زخمی ہو گیا ہوں، دشمن

---

[1] - زرقانی، ج ۲، ص: ۹۱

ان کو جگاتے دیکھ کر فرار ہو گیا عمار بن یاسرؓ بیدار ہوئے اور دیکھ کر جسم سے خون جاری ہے کہا سبحان اللہ تم نے مجھ کو پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگایا، کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، اس کو قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا جب پے درپے تیر لگے تب میں نے نماز پوری کی اور تم کو جگایا۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا خیال نہ ہوتا تو نماز ختم ہونے سے پہلے میری جان ختم ہو جاتی۔

اس غزوہ کی تاریخ وقوع میں بہت اختلاف ہے محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ میں ہوا، ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم الحرام ۵ھ میں ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ، غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں ہوا۔ اس لئے کہ صحیح بخاری کی روایت میں ابوموسیٰ اشعری کا اس غزوہ میں شریک ہونا مذکور ہے اور ابوموسیٰ اشعری بالاتفاق غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ واپس آئے علاوہ ازیں ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ مروان بن حکم نے ابوہریرہؓ سے سوال کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ الخوف پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے غزوۂ نجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ الخوف پڑھی ہے۔ یہ روایت بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے اور ابوہریرہؓ بھی ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

غزوۂ بدر موعد

شعبان ۴ھ

غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد آخر رجب تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے احد سے واپسی کے وقت چونکہ ابوسفیان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ سال آئندہ بدر میں لڑائی ہوگی اس بناپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کو اپنے ہمراہ لے کر ماہِ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے بدر پہنچ کر آٹھ روز تک ابوسفیان کا انتظار فرمایا۔ ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لے کر مرّ الظہران تک پہنچا لیکن مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور یہ کہہ کر واپس ہوا کہ یہ سال قحط اور گرانی کا ہے، جنگ وجدال کا نہیں

لہ سیرت ابن ہشام ۔ ج: ۲، ص: ۱۳۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز کے انتظار کے بعد جب مقابلہ سے ناامید ہوئے تو بلا جدال وقتال مدینہ واپس ہوئے[۱]

ابوسفیان اگرچہ اُحد سے واپسی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی۔ مگر اندر سے ابوسفیان کا دل مرعوب تھا۔ دل سے یہ چاہتا تھا کہ حضور پرنور بھی بدر پر نہ آئیں تاکہ مجھے ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔ اور الزام مسلمانوں پر رہے۔ نعیم بن مسعود نامی ایک شخص مدینہ جارہا تھا اس کو مال دینا منظور کیا کہ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ مشہور کرے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کے استیصال کے لئے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے لہٰذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ قریش کے مقابلہ کے لئے نہ نکلو۔ ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ جب اس قسم کی خبریں مشہور ہونگی تو مسلمان خوف زدہ ہوجائیں گے اور جنگ کے لئے نہیں نکلیں گے (جس کو آج کل کی اصطلاح میں پروپگنڈا کہتے ہیں) سنتے ہی مسلمانوں کے جوش ایمانی میں اور اضافہ ہوگیا۔ اور حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھتے ہوئے بدر کی طرف روانہ ہوگئے اور حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں ایک بڑا بازار لگتا تھا تین روز رہ کر تجارت کی اور خوب نفع اٹھایا اور خیر و برکت کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[۲]

(فائدہ) اس آیت میں جھوٹی خبریں مشہور کرنے والے کو حق تعالیٰ نے شیطان فرمایا ہے۔

۱۔ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۱۳۶۔　۲۔ سورۂ آل عمران، آیۃ: ۱۷۵

قال تعالیٰ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَ اور حق تعالیٰ نے پروپیگنڈہ کا علاج
اور جواب یہ تبلا دیا ہے کہ تم اپنی قدرت کے مطابق جہاد و قتال کی تیاری کرو اور حَسْبُنَا اللّٰہُ
وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھو یعنی بھروسہ اللہ پر رکھو۔ معاذ اللہ یہ نہ کرنا کہ شیطان کی طرح تم بھی اپنے
دشمنوں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے لگو۔ جھوٹ کا جواب سچائی سے دو۔ معاذ اللہ اگر تم نے بھی
جھوٹ کے جواب میں جھوٹ بولا تو پھر فائدہ ہی کیا ہوا اسلام اپنے دشمنوں کے متعلق بھی جھوٹ
بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔

واقعاتِ متفرقہ ۴ھ

(۱)۔ اسی سال ماہ شعبان میں امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے [۱]

(۲)۔ اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے
عبداللہ کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہوا [۲]

(۳)۔ اسی سال ماہ شوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا [۳]

(۴)۔ اسی سال ماہ رمضان المبارک میں حضرت زینب بنت خزیمہ اُم المساکین رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ طبری ص ۳۳ ج ۳

(۵)۔ اور اسی سال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہود کی زبان میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیں مجھکو
ان کے پڑھنے پر اطمینان نہیں [۴]

(۶)۔ مشہور قول کی بنا پر حجاب یعنی پردہ کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا بعض کہتے ہیں کہ ۳ھ اور
اور بعض کہتے ہیں ۵ھ میں [۵]

مسئلہ حجاب کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گی۔ ۴ھ کے واقعات
ختم ہوئے اب ۵ھ شروع ہوتا ہے

---

[۱] طبری: ج: ۳، ص: ۳۹،
[۲] ایضاً
[۳] طبری ج ۲: ص ۴۳
[۴] طبری ج ۳: ص: ۴۲
[۵] فتح الباری، ج: ۸، ص، ۴۳۲۔

۵ھ ہجری

غزوۂ دُومۃ الجندل[1]

ربیع الاوّل ۵ھ

ماہ ربیع الاوّل میں آپ کو یہ خبر ملی کہ دومۃ الجندل کے لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایک ہزار صحابہ کی جمعیت کو ہمراہ لے کر ۲۵ ماہ ربیع الاوّل ۵ھ کو دومۃ الجندل کی طرف خروج فرمایا وہ لوگ خبر سنتے ہی منتشر ہو گئے، لہٰذا آپ بلا جدال و قتال واپس ہوئے اور ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے۔ طبقات ابن سعد ص۴۴ ج ۲ زرقانی ص۹۵ ج ۲۔

غزوۂ مُریسیع[2] یا بنی المُصطلِق

۲ شعبان یوم دوشنبہ ۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے۔ آپ نے بریدہ بن حُصَیب اسلمیؓ کو خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ بریدہؓ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔

---

[1] دومۃ الجندل ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے پندرہ دن کے راستہ پر ہے۔ دومۃ الجندل سے دمشق تک پانچ دن کا راستہ ہے، زرقانی ص۹۵ ج ۲۔

[2] مُریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں بنی المصطلق سے مقابلہ ہوا۔ اور بنی المصطلق قبیلۂ بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ اس غزوہ کی سنہ وقوع میں اختلاف ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ۶ھ میں ہوا بعض کہتے ہیں ۴ھ میں ہوا قتادہ عروہ بن زبیر ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ شعبان ۵ھ میں ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ ابن سعد بیہقی حاکم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں، یہی قول صحیح ہے اس لئے کہ سعد بن معاذؓ کا اس غزوہ میں شریک ہونا صحیح بخاری میں مذکور ہے اور روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ سعد بن معاذؓ نے غزوہ خندق سے فارغ ہو کر غزوہ بنی قریظہ کے زمانہ میں وفات پائی، جو ۵ھ میں ہوا۔ پس اگر غزوہ مریسیع ۶ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے ایک سال بعد مانا جائے تو سعد بن معاذ کی شرکت اس میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے تفصیل کے لئے فتح الباری ص۳۳۲ ج، زرقانی ص۹۶ ج ۲

صحابہ فوراً تیار ہو گئے تیس گھوڑے ہمراہ لئے جس میں سے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے اس مرتبہ مالِ غنیمت کی طمع میں منافقین کا بھی ایک کثیر گروہ ہمراہ ہولیا جو اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ مدینہ میں زید بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ساتھ لیا اور ۲ شعبان یوم دوشنبہ کو مریسیع کی طرف خروج فرمایا۔

تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ناگہاں اور اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں[1] کو پانی پلا رہے تھے۔ حملہ کی تاب نہ لا سکے دس آدمی اُن کے قتل ہوئے باقی مرد عورت بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے مال اسباب لوٹ لیا گیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں اور دو سو[2] گھرانے قید ہوئے انھیں قیدیوں میں سردارِ بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں مالِ غنیمت جب غانمین پر تقسیم ہوا تو جویریہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ ثابت بن قیسؓ نے ان کو مُکاتَبہ بنا دیا یعنی اگر اتنی مقدار رقم ادا کر دیں تو آزاد ہو جائیں۔

حضرت جویریہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا رسول اللہ، آپ کو معلوم ہے کہ میں جویریہ۔ سردارِ بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں میری اسیری کا حال آپ پر مخفی نہیں تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں، انھوں نے مجھ کو مکاتبہ بنایا ہے۔

---

[1] یہ روایت صحیح بخاری کی کتاب العتاق ص ۳۴۵ ج ۱ میں نافع سے مروی ہے اور نافع کہتے ہیں، حدثنی بہ عبد اللہ بن عمر وکان فی ذلک الجیش کہ یہ حدیث مجھ سے عبد اللہ بن عمر نے بیان کی جو اس لشکر میں موجود تھے تو یہ روایت بلاشبہ مرفوع متصل ہے بالفرض اگر اس سند کا سلسلہ نافع ہی پر ختم ہو جاتا تو اصطلاح محدثین میں اس کو مرسل کہا جائے گا۔ جو جمہور سلف کے نزدیک حجت ہے۔ نہ کہ منقطع۔ معلوم کہ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ص ۳۸۲ ج ۱ تقطیع خورد پر کس بنا پر اس حدیث کو منقطع کہہ کر غیر معتبر بنانے کی ناکام سعی کی ہے سیر کی روایت اور صحیح بخاری کی روایت میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ سیر کی روایت سے فقط اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بنی المصطلق کو آپ کی تیاری کا علم ہو گیا تھا۔ لیکن یہ علم نہ تھا کہ آپ اس طرح اچانک پہنچ کر حملہ کر دیں گے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے حملہ کیا۔ اس وقت بے خبر اور غافل تھے ۱۲ عفا عنہ

بدل کتابت میں آپ سے اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم پسند کرو، وہ یہ کہ تمہاری طرف سے کتابت کی واجب الادا رقم میں ادا کروں اور آزاد کر کے تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہؓ نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب العتاق)

حضرت جویریہؓ کی خواہش تو پہلے ہی سے تھی کہ وہ آزاد ہو جائیں، اتفاق سے ان کے باپ حارث بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں قبیلۂ بنی المصطلق کا سردار ہوں میری بیٹی کنیز بن کر نہیں رہ سکتی۔ آپ اس کو آزاد فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو خود جویریہ ہی کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں، حارث نے جا کر جویریہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے جویریہؓ نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (رواہ ابن مندہ وسندہ صحیح) [1]

عبداللہ بن زیاد سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ کے والد۔ حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تاکہ فدیہ دے کر اپنی بیٹی کو چھڑا لائیں ان میں سے دو اونٹ جو نہایت عمدہ پسندیدہ تھے اور ان کو ایک گھاٹی میں چھپا دیا کہ واپسی میں ان کو لے لوں گا مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ کے سامنے پیش کئے اور کہا اے محمد تم نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، اس کا فدیہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ اونٹ کہاں جو تم فلاں گھاٹی میں چھپا آئے ہو۔ حارث نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ تھا اللہ ہی نے آپ کو اس سے مطلع کیا ہے (اصابہ ترجمہ حارث بن ابی ضرارؓ)

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ صحابہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] - الاصابہ، ج: ۴، ص: ۲۶۵ -

کے دامادی رشتہ وار ہیں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سوگھرانے آزاد ہوئے ہوں۔ ابوداؤد کتاب العتاق ص ۱۹۲ ج ۲

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا ہر موقع پر اپنی فتنہ پردازی اور شرانگیزی کو ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک پانی کے چشمہ پر ایک مہاجری اور ایک انصاری میں جھگڑا ہوگیا مہاجر نے انصاری کے ایک لات ماری مہاجری نے یاللمہاجرین کہہ کر مہاجرین کو انصاری نے یاللانصار کہکر انصار کو اپنی مدد کیلئے آواز دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آوازیں سُنیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ایک مہاجری نے ایک انصاری کے لات ماردی آپ نے ارشاد فرمایا:

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ ان باتوں کو چھوڑو البتہ تحقیق یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں

راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو لڑنے کا موقع مل گیا اور کہا کیا یہ لوگ (یعنی مہاجرین) ہم پر حاکم ہوگئے ہیں۔ خدا کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت کے والے کو نکال باہر کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر پہنچی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ان منافق کی گردن مارنے کی مجھ کو اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دو (لوگ حقیقت حال کو تو سمجھیں گے نہیں) یہ گمان کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی حقیقۃً آپ کے اصحاب میں سے نہ تھا بلکہ سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ لیکن ظاہر صورت میں آپ کے اصحاب کے مشابہ تھا۔ زبان سے آپ کے اصحاب میں سے ہونے کا مدعی تھا اس لئے آپ نے اس کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اصحاب مخلصین کے تشبہ نے

لہ۔ اپنی سوکن کے فضل وکمال کا صدق دل سے اور صدق لسان سے اعتراف کرنا یہ شان صدیقیت کا اقتضاء ہے اس لئے اس مقام پر ام المومنین کے نام کے ساتھ صدیقہ بنت صدیق کا اضافہ مناسب معلوم ہوا۔ ۱۲ عفا عنہ۔ لہ سورۃ منافقین اسی بارے میں نازل ہوئی ۔ ۱۲

اس کی جان بچا لی۔ صالحین کا تشبہ[1] اگر نفاق سے ہو وہ بھی ضائع اور بیکار نہیں۔

فائدہ جلیلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد:

دَعُوهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ — ان باتوں کو چھوڑ دو البتہ تحقیق یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی باتیں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں۔ اور بُری باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔ جن کی خوشبو اور بدبو کا احساس ظاہری اور حسّی طور پر حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ یا ان کے وارثین کو ہوتا ہے۔

وعن جابرؓ قال کنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فارتفعت ریح منتنۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما ھذہ الریح ھذہ ریح الذین یغتابون المؤمنین رواہ احمد وابن ابی الدنیا ورواۃ احمد ثقات (ترغیب وترہیب للمنذری صفحہ ۳ جلد ۳ طبع مصری)	حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ یکبارگی بدبو اٹھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ بدبو اُن لوگوں کے مُنہ سے آرہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی غیبت (بدگوئی) کر رہے ہیں اس حدیث کو امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے اور جو حضرات آپ کے ساتھ تھے سب نے غیبت کی بدبو کو محسوس کیا لیکن یہ امر یہ کہ کس چیز کی بدبو ہے یہ آپ کے تبلانے سے معلوم ہوا۔

حافظ سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب ما وقع[2] فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات کے تحت میں اسی

---

[1] اس مسئلہ کی اگر تحقیق درکار ہے تو برادر مکرم فاضل محترم مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تالیف لطیف "التشبہ فی الاسلام" کی مراجعت کریں جو مسئلہ تشبہ کی تحقیق میں بے نظیر اور بے مثال ہے

[2] یعنی باب اس بات کا غزوہ بنی المصطلق میں کیا کیا معجزے ظاہر ہوئے (خصائص کبریٰ صفحہ ۲۳۲ ج ۱)

حدیث کو بحوالہ ابی نعیم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن جابر قال کنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی سفر فہاجت ریح منتنۃ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان ناسا من المنافقین اغتابوا ناسا من المومنین فلذلک ھاجت ھذہ الریح	حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ یکا یک ایک سخت بدبو اٹھی (کہ جو غالباً اس سے پہلے کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تم اس عجیب و غریب بدبو سے تعجب مت کرو)

اس وقت چند منافقین نے اہل ایمان کی غیبت اور بدگوئی کی ہے پس اس لئے یہ بدبو نمودار ہوئی ہے یعنی یہ اہل ایمان کی غیبت کی عفونت ہے اس لئے اس میں یہ شدت اور غرابت ہے۔

حافظ سیوطی کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کی بدبو کا واقعہ۔ غزدہ بنی المصطلق ہی میں پیش آیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ مدینہ کے قریب پہنچکر پیش آیا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ جب ہم اس سفر (یعنی غزوہ بنی المصطلق) سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچے تو دفعتہ ایک نہایت متعفن اور بدبودار ہوا چلی آپ نے ارشاد فرمایا یہ بدبودار ہوا کسی منافق کے مرنے کی وجہ سے چلی ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا منافق مرا ہے۔ خصائص کبری ص۲۳۰ ج ۱

غالباً اس منافق کی خبیث اور گندی روح کی وجہ سے اس صحرا کا تمام خلا متعفن ہو گیا جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس فرمایا۔

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ خداوند قدوس نے جن برگزیدہ حضرات پر کفر کی نجاست منکشف فرمائی ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور خوب سمجھ لیں کہ کسی بے حس اور مزکوم کا گلاب اور مشک کی خوشبو اور بدبو کو نہ محسوس کرنا صحیح الحواس پر حجت نہیں کلمات طیبہ کی طیب اور خوشبو کو اور کلمات خبیثہ کی خبث اور رائحہ کریہہ کو کیا محسوس کریں۔ ع بہر اندا باید حواس اہل دل

جامع ترمذی میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلاً من نتن ما جاء بہ (ترمذی شریف ص ۱۹ ج ۲)
جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے

مسند احمد اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اور نسائی اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اٹھ کھڑے ہوئے تو گویا وہ لوگ جیفہ حمار (مردار گدھے) کے پاس سے اٹھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے بخاری اور مسلم کی ایک حدیث قدسی میں ہے کہ بندہ جب کسی عمل نیک ارادہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کرنے سے پیشتر ہی محض اس کے ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ لیتے ہیں اور کرنے کے بعد دس گونہ سے سات سو گونہ تک لکھتے ہیں اور بندہ جب بدی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک کر نہ لے اس وقت تک بدی نہیں لکھتے الی آخر الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کراماً کاتبین کو آدمی کے قلبی ارادوں اور دلی خطرات کی بھی کچھ اطلاع ہوتی ہے۔ ورنہ اگر ان کو اطلاع نہیں ہوتی تو محض نیکی کے ارادہ سے وہ نیکی کیسے لکھ لیتے ہیں ابوعمران جونی فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت فرشتے کو ندا دی جاتی ہے کہ فلاں کے نامۂ اعمال میں یہ نیکی لکھ لو۔ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار اس نے یہ نیکی کی نہیں۔ جواب دیا جاتا ہے کہ اگرچہ اس نے یہ نیکی کی نہیں، لیکن اس کی نیت کی ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایک رائحہ طیبہ پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی ہے فرشتے سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اور جب بدی کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں سے رائحہ خبیثہ بدبو اٹھتی ہے فرشتے سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کو طبری نے ابومعشر مدنی سے نقل کیا ہے اور میں نے خود حافظ مغلطائی کی شرح میں اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث بھی دیکھی ہے۔ فتح الباری ص ۲۸۲ ج ۱۱ کتاب الرقاق باب من ہم بحسنۃ او بسیئۃ

جس طرح ہر عطر کی جداگانہ خوشبو ہوتی ہے۔ عجب نہیں کہ اسی طرح ہر حسنہ (نیکی) کی جداگانہ

خوشبو ہوتی ہو جس طرح عطر ساز اور عطر فروش خوشبو سونگھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ فلاں عطر کی
خوشبو ہے ممکن ہے کہ فرشتے بھی خوشبو سونگھتے ہی پہچان لیتے ہوں کہ یہ فلاں عمل صالح کی خوشبو ہے
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

عارف ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

كان وهب بن مُنَبِّه رحمه الله تعالى
يقول لا يموت عبد حتى يرى الملكين الكاتبين
فان كان صحبهما بخير قالا له جزاك الله
من صاحب خيرا فنعم الصاحب كنت فكم
احضرتنا معك في مجالس الخير وكم
شَمَمْنَا منك الروائح الطيبة حال
طاعتك الخالصة وان كان قد صحبهما
بسوء قالا له لا جزاك الله عنا من
صاحب خيرا فكم احضرتنا معك
حال معاصيك وكم شَمَمْنَا منك
رائحة النتن ۔ تنبيه المغترين ص۲۶

وہب بن مُنبہ رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ نہیں
مرتا کوئی بندہ یہاں تک کہ مرنے سے پہلے کراماً
کاتبین کو دیکھ لیتا ہے پس اگر اس شخص نے کراماً
کاتبین کے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کی تھی تو
اس وقت فرشتے یہ کہتے ہیں جزاک اللہ خیر اللہ
تجھ کو جزائے خیر دے تو بڑا اچھا ساتھی تھا کتنی
ہی مرتبہ تو نے ہم کو خیر کی مجلسوں میں اپنے ساتھ
شریک رکھا اور کتنی بار تیری مخلصانہ عبادت کے
وقت ہم نے تجھ میں سے پاکیزہ خوشبوئیں سونگھی
ہیں اور اگر اس شخص نے کراماً کاتبین کے ساتھ برائی
کے ساتھ زندگی بسر کی تھی تو فرشتے اس وقت یہ کہتے
ہیں خدا تجھ کو جزائے خیر نہ دے کتنی بار تیری وجہ سے گناہوں کی مجلسوں میں ہم کو تیرے
ساتھ شریک ہونا پڑا اور کتنی بار تجھ میں بدبوئیں سونگھنی پڑیں ۔۱۲

وكان محمد بن واسع رحمه الله
تعالى يقول لاصحابه قد غرقنا
في الذنوب ولو ان احدا منكم
يجد مني ريح الذنوب لما

محمد بن واسعؒ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے
تھے ہم سراپا گناہوں میں غرق ہیں تم میں سے
اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی بدبو کو محسوس کرتا
تو تعفن اور بدبو کی وجہ سے میرے پاس ہرگز

استطاع ان یجلس الیّ۔ (تنبیہ المغترین ص۱۹) نہ بیٹھ سکتا۔

این سخن را نیست ہرگز اختتام پس سخن کوتاہ باید والسّلام

عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن اُبی تو دشمنِ اسلام اور منافقوں کا سردار اور اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا وہ اسلام کے شیدائی اور مخلص و جان نثار حقیقت میں وہ اللہ کے بندے تھے اور باپ تو محض نام کا عبداللہ تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب باپ کو یہ کہتے سنا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا تو باپ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا خدا کی قسم میں تجھ کو اس وقت تک ہرگز مدینہ جانے نہ دوں گا۔ جب تک تو یہ اقرار نہ کرلے کہ تو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عزیز ہیں۔ چنانچہ باپ نے جب یہ اقرار کرلیا تب بیٹے نے چھوڑا۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن اسحٰق اور طبری نے بھی ذکر کیا ہے۔
(فتح الباری سورۃ المنافقین)

مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں اگر اجازت ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں لا حاضر کروں مبادا آپ کسی دوسرے کو حکم دے دیں اور میں جوش میں آکر اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں اور اس طرح سے ایک مسلمان کے قتل کا مرتکب بنوں آپ نے باپ کے قتل سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے کا حکم دیا۔

واقعۂ اِفک

واقعۂ افک یعنی اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا واقعہ اسی سفر سے واپسی کے وقت پیش آیا جو تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ وہی ہذہ

اس سفر میں عائشہ صدیقہ آپ کے ہمراہ تھیں، چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لئے

ہودج میں سوار کی جاتی تھیں اور جب اتاری جاتی تو ہودج سمیت ہی اتاری جاتیں اور ہودج پر پردے لٹکے رہتے تھے۔ واپسی میں مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر قیام کیا۔ لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت عائشہ قضاء حاجت کے لئے لشکر سے دور چلی گئیں، جب لوٹنے لگیں تو ہار ٹوٹ گیا جو نگینوں کا تھا ان نگینوں کے جمع کرنے میں دیر ہوگئی۔ قافلہ تیار تھا۔ ہودج کے پردے چھٹے ہوئے تھے لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ ام المومنین محمل میں ہیں محمل کو اونٹ پر رکھ کر کوچ کر دیا۔ اس وقت عورتیں عموماً دبلی پتلی ہوتی تھیں اور خاص کر عائشہ صدیقہ صغیرۃ السن ہونے کی وجہ سے اور بھی دبلی پتلی تھیں اس لئے سوار کرتے وقت لوگوں کو محمل کے ہلکے ہونے کا کچھ خیال نہ آیا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد ہار ملا۔ جب ہار لے کر لشکر گاہ میں واپس آئیں تو یہاں کوئی بھی نہ تھا سب روانہ ہو چکے تھے یہ خیال کر کے کہ جب آپ آئندہ مقام پر پہنچ کر مجھ کو نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کے لئے آدمی روانہ فرمائیں گے۔ اسی جگہ چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں اسی میں نیند آگئی۔

صفوان بن مُعَطَّل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قافلہ کی گری پڑی چیز کے اُٹھانے کے لئے پیچھے رہا کرتے تھے وہ آگئے دیکھتے ہی عائشہ صدیقہ کو پہچان لیا۔ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ کو دیکھا تھا۔ اس وقت دیکھتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا عائشہ صدیقہ کی ان کی آواز سے آنکھ کھل گئی فوراً چادر سے مُنہ ڈھانپ لیا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

وَاللّٰہِ ماکلمنی کلمۃ ولا سمعت منہ	خدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی
کلمۃ غیر استرجاعہ	اور نہ انکی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰہ کے میں نے کوئی کلمہ سنا۔

(غالباً حضرت صفوان نے باواز بلند اسی لئے اِنَّا لِلّٰہِ کہا تاکہ اُم المومنین بیدار ہو جائیں اور خطاب و کلام کی نوبت نہ آئے چنانچہ نہیں آئی)

حضرت صفوان نے اپنا اونٹ لا کر ام المومنین کے قریب بٹھلا دیا ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ صفوان نے اونٹ سامنے کر کے خود پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ام المومنین سوار ہو گئیں اور حضرت صفوان مہار پکڑ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ لشکر میں جا پہنچے۔ عین دوپہر کا وقت تھا عبداللہ بن اُبی اور گروہ منافقین

نے دیکھتے ہی واہی تباہی بکنا شروع کر دیا جس کو ہلاک اور برباد ہونا تھا وہ ہلاک اور برباد ہوا۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ بیمار ہو گئیں ایک مہینہ بیماری میں گزرا افتراء پرداز اور طوفان اٹھانے والے اسی چرچہ میں تھے مگر حضرت عائشہ کو اس کا مطلق علم نہ تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس تلطف اور مہربانی میں کمی آجانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماری میں مبذول رہی دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات کہ آپ گھر میں تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کرکے واپس ہو جاتے ہیں مجھ سے دریافت نہیں فرماتے۔ آپ کی اس بے التفاتی سے میری تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا۔ ایک بار شب کو میں اور اُم مسطح تقاضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف چلے، عرب کا قدیم دستور یہی تھا کہ بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیت الخلا نہیں بناتے تھے۔ راستہ میں اُم مسطح نے اپنے بیٹے مسطح کو برا کہا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو کیوں بُرا کہتی ہو جو بدر میں حاضر ہوا۔ اُم مسطح نے کہا اے بھولی بھالی تم کو قصہ کی خبر نہیں۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا کیا قصہ ہے، ام مسطح نے سارا قصہ بیان کیا، یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت ہو گئی۔ سعید بن منصور کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سنتے ہی لرزہ سے بخار چڑھ آیا۔ معجم طبرانی میں باسناد صحیح حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب میں نے یہ واقعہ سنا تو اس قدر صدمہ ہوا کہ بلا اختیار یہ دل میں آیا کہ اپنے کو کسی کنوئیں جاکر گرا دوں آھ (اخرجہ ابو یعلی ایضاً)

بغیر تقضاء[2] حاجت کے راستہ ہی سے واپس ہو گئی۔ جب رسول اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کی اجازت چاہی تاکہ ماں باپ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی تحقیق کر دوں آپ نے مجھ کو اجازت دے دی۔ میں اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی اور اپنی ماں سے کہا اے ماں تم کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہتے ہیں۔ ماں نے کہا اے بیٹی تو رنج

---

[1] ۔ ام مسطح رض کی والدہ صدیق اکبر کی خالہ تھیں اور یہ خالہ زاد بہن تھیں اور مسطح حضرت صدیق اکبر کے بھانجے تھے ۱۲

[2] ۔ یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ دوسری روایات سے اور مرسکہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے یہ ایہام ہوتا ہے کہ آپ کو تقضائے حاجت سے واپسی میں اس واقعہ کا علم ہوا مگر یہ صحیح نہیں۔ اول ہی صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۳۵۲ ج ۸ کی مراجعت کریں۔

نہ کرو دنیا کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والی عورتیں اس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا لوگوں میں اس کا چرچہ ہے ہشام کی روایت میں ہے، میں نے کہا کیا میرے باپ کو بھی اس کا علم ہے، ماں نے کہا ہاں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے، میں نے کہا۔ اے ماں اللہ تمہاری مغفرت کرے لوگوں میں تو اس کا چرچہ ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ یہ کہہ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور چیخیں نکل گئیں۔ ابو بکر بالا خانہ پر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے، میری چیخ سن کر نیچے آئے اور میری ماں سے دریافت کیا۔ ماں نے کہا کہ اس کو قصہ کی خبر ہو گئی، یہ سن کر ابو بکرؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

اور مجھکو اس شدت سے لرزہ آیا کہ میری والدہ ام رومان نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیئے تمام شب روتے گزری ایک لمحہ کے لئے آنسو نہیں تھمتے تھے اسی طرح صبح ہو گئی جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اسامہ عرض کیا یا رسول اللہ ہم اہلک اے اللہ کے رسول وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایانِ شان اور منصب نبوت و رسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عصمت و عفت کا پوچھنا ہی کیا۔ آپ کے حرم محترم کی طہارت و نزاہت تو اظہر من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر حضور کو ہمارا ہی خیال معلوم فرمانا ہے تو یہ عرض ہے وَمَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا جہاں تک ہم کو معلوم

لہ۔ صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ قالت یا بنیۃ ھونی علیک فواللہ لقلما کانت امرأۃ قط وضیئۃ عند رجل یحبھا ولھا ضرائر الا اکثرن علیھا ضرائر جمع ضَرَّۃ کی ہے جس کے مشہور معنی سوکن کے ہیں لیکن اصل لغت میں ضرہ اس عورت کو کہتے ہیں کہ جو کسی کے ضرر اور نقصان کے درپے ہو چونکہ اس واقعہ میں حضرت عائشہؓ کی سوکنوں یعنی ازواج مطہرات میں سے کسی نے اشارۃً اور کنایۃً بھی کوئی حرف عائشہ صدیقہ بنت صدیق کے متعلق نہیں کہا جیسا کہ عنقریب میں آئے گا اس لئے ہم نے ضرائر کے یہ معنی لئے کہ جو عورتیں از راہ حسد کسی کے ضرر کے درپے ہوں گویا کہ وہ عورتیں حسد کی وجہ سے بمنزلہ سوکنوں کے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

لہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب مجھ کو اس تہمت کا علم ہوا تو یہ جی چاہا کہ کنوئیں میں گر کر مر جاؤں۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات مجمع الزوائد صفحہ۲۳۲ ج ۹

ہے آپ کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے کبھی سوائے خیر اور خوبی نیکی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج و غم اور حزن وملال کے خیال سے یہ عرض کیا: [1]

یا رسول اللہ لم یضیق اللہ	یا رسول اللہ۔ اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں
علیک والنساء سواھا کثیر و ان	ان کے سوا بہت ہیں آپ اگر گھر کی لونڈی سے
تسأل الجاریۃ تصدقک	دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ بتا دے گی۔

(یعنی آپ مجبور نہیں مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمالیں وہ آپ سے بالکل سچ سچ بتلا دے گی اس لئے کہ باندی اور خادمہ بہ نسبت مردوں کے۔ خانگی حالات سے زیادہ باخبر ہوتی ہے۔)

بعض روایات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ کو اس مشورہ کی بنا پر حضرت علی سے کچھ ملال تھا۔ سو اگر بالفرض والتقدیر یہ ثابت بھی ہو جائے تو یہ ملال وشکوہ بھی کمال محبت اور کمال تعلق کی دلیل ہے۔ شکوہ اور ملال اپنوں ہی سے ہوتا ہے نہ کہ غیروں سے نیز عائشہ صدیقہ اس وقت غمزدہ رساں تھیں، صدمہ کا پہاڑ سر پر تھا۔ ایسے حال میں آدمی بے حال ہو جاتا ہے اور ایسے وقت میں ادنیٰ سی بات بھی باعث ملال ہوتی ہے۔ حضرت علی نے حضور پرنور کے اضطراب کو دیکھکر حضور کی تسکین کی خاطر کے لئے یہ کلمات فرمائے ظاہرا حضور کی جانب کو ترجیح دی اور باطنی اور ضمنی طور پر عائشہ صدیقہ کی براءت اور نزاہت کو اس طرح بتلایا کہ رسول اللہ آپ پریشان نہوں عنقریب

---

[1] معاذ اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی براءت ونزاہت میں ذرہ برابر شک نہ تھا۔ یہ کلمات محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمائے۔ مطلب یہ تھا کہ حزن وملال کی شدت کی وجہ مفارقت میں عجلت نہ فرمائیں فی الحال تحقیق حال فرمائیں۔ اور تحقیق حال سے پہلے کوئی خیال قائم نہ فرمائیں اور بریرہ باندی سے حال دریافت کرنے کا آپ کو اس لئے مشورہ دیا کہ ان کے متعلق حضرت علی کو جزم کامل اور یقین واثق تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ ام المؤمنین کی طہارت ونزاہت کو جانتی ہے۔ فتح الباری ص ۳۵۶ ج ۸

من جانب اللہ اس معاملہ کی حقیقت آپ پر منکشف ہو جائے گی اور فی الحال بریرہ سے پوچھیں۔
آپ نے بریرہ کو بلوایا۔ مقسم کی روایت میں ہے کہ بریرہ کو بلا کر آپ نے یہ فرمایا:

أتشهدین انی رسول اللہ قالت نعم قال فانی سائلك عن شیٔ فلا تکتمینہ قالت نعم قال هل رأیت من عائشة ما تکرهینه قالت۔ لا

کیا تو گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، بریرہ نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں چھپانا نہیں (ورنہ اللہ تعالیٰ مجھکو بذریعہ وحی بتلا دے گا) بریرہ نے کہا ہاں چھپاؤنگی نہیں۔ آپ دریافت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے عائشہ سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی ہے۔ بریرہ نے کہا نہیں۔

بخاری میں ہے کہ آپ نے بریرہ سے یہ فرمایا:

ای بریرة هل رأیت من شیٔ یریبك

اے بریرہ اگر تو نے ذرہ برابر بھی کوئی شئی ایسی دیکھی ہو جس سے تجھکو شبہ اور تردد ہوا تو بتلا۔ بریرہ نے کہا:

لا والذی بعثك بالحق ان رأیت علیها امرا اغمصه علیها سوی انها جاریة حدیثة السن تنام عن عجین اهلها فتاتی الداجن فتاکله

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں نے عائشہ کی کوئی بات معیوب قابل گرفت کبھی نہیں دیکھی الا یہ کہ وہ ایک کمسن لڑکی ہے آٹا گوندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہے بکری کا بچہ آکر اسے کھا جاتا ہے

یعنی وہ تو اس قدر غافل اور بے خبر ہے، کہ اسے آٹے اور دال کی بھی خبر نہیں، وہ دنیا کی ان چالاکیوں کو کیسے جان سکتی ہے۔ (ہذا ما قالہ ابن المنیر نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ فی شرح ہذا الکلام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ سے یہ جواب سن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اوّل خدا کی حمد وثنا کی اور بعد ازاں عبداللہ بن ابی کا ذکر کر کے یہ ارشاد فرمایا:

یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا ولقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔

اے گروہ مسلمین۔ کون ہے کہ جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھکو میرے اہل بیت کے بارے میں ایذا پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاک دامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور علیٰ ہذا جس شخص کا ان لوگوں نے نام لیا ہے اس سے بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔

یہ سُن سردار اوس سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں اگر یہ شخص ہمارے قبیلہ اوس کا ہوا تو ہم خود ہی اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر برادرانِ خزرج سے ہوا اور آپ نے حکم دیا تو ہم تعمیل حکم کریں گے۔

سعد بن عبادہ سردار خزرج کو یہ خیال ہوا کہ سعد بن معاذ ہم پر تعریض کر رہے ہیں کہ اہلِ افک قبیلۂ خزرج سے ہیں اس لئے ان کو جوش آگیا۔ جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت میں اس کی تصریح ہے) اور سعد بن معاذ کو مخاطب بنا کر کہا خدا کی قسم تم اس کو ہرگز قتل نہ کر سکو گے (یعنی اگر ہمارے قبیلہ کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔)

سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے اگرچہ وہ شخص قبیلۂ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو کوئی ہم کو روک نہیں سکتا۔ اور کیا تو منافق ہے جو منافقین کی طرف سے مجادلہ اور جھگڑا کر رہا ہے اسی طرح گفتگو تیز ہو گئی قریب تھا کہ دونوں قبیلے لڑ پڑیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو خاموش کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ دن بھی تمام کا تمام روتے ہوئے گزرا ایک منٹ کے لئے آنسو نہیں تھمتا تھا۔ رات بھی اسی طرح گزری میری اس حالت سے میرے ماں باپ کو یہ گمان تھا کہ اب اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا جب صبح ہوئی تو بالکل میرے قریب آکر بیٹھ گئے۔　اور میں رو رہی تھی، اتنے میں انصار میں کی ایک عورت

آگئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی اسی حالت میں تھے کہ دفعۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے اس واقعہ کے بعد سے کبھی آپ میرے پاس آکر نہیں بیٹھے تھے وحی کے انتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ بیٹھ کر آپ نے اوّل خدا کی حمد وثنا کی اور اس کے بعد یہ فرمایا:

اما بعد یا عائشۃ فانہ بلغنی عنک	اے عائشہ مجھ کو تیری جانب سے ایسی ایسی خبر
کذا وکذا فان کنت بریئۃ	پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تجھکو
فسیبرئک اللہ وان کنت الممت	ضرور بری کرے[1] اور اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب
بذنب فاستغفری اللہ وتوبی الیہ	کیا ہے تو اللہ سے توبہ اور استغفار کر اس لئے کہ
فان العبد اذا اعترف بذنبہ	بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی
ثم تاب الی اللہ تاب اللہ علیہ	طرف رجوع ہوتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب آپ نے اپنے اس کلام کو ختم فرمایا اسی وقت میرے آنسو منقطع ہو گئے آنسو کا ایک قطرہ بھی آنکھ میں باقی نہ رہا اور اپنے باپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دو باپ نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں پھر میں نے یہی اپنی ماں سے کہا، ماں نے بھی یہی جواب دیا اس کے بعد میں نے خود جواب دیا کہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں بالکل بری ہوں لیکن یہ بات تمہارے دلوں میں اس درجہ راسخ ہو گئی ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کر لوں حالانکہ خدا خود جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم یقین کر لو گے اور رد کر میں نے یہ کہا واللہ لا اتوب مما ذکروا ابدا۔ خدا کی قسم میں اس چیز سے کبھی توبہ نہ کروں گی جو یہ لوگ میری طرف منسوب کرتے ہیں بس میں وہی کہتی ہوں کہ جو یوسف علیہ السلام کے باپ[2] نے کہا تھا

[1] یہ لفظ ضرور۔ یہ فسیبرئک کے سین کا ترجمہ ہے سیبویہ سے منقول ہے کہ سین مضارع مثبت میں ایسا ہی مفید تاکید ہے جیسا کہ لَن تاکید نفی کے لئے ہے ۱۲

[2] کہ اس وقت حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ آیا ۱۲

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ اور یہ کہہ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اور اس وقت قلب کو یقین کامل اور جزم تام تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور مجھکو ضرور بری فرمائیں گے لیکن یہ وہم و گمان نہ تھا کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائیں گے جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ گمان نہ تھا کہ قرآن کی آیتیں میرے بارے میں نازل ہوں گی کہ جو مسجدوں اور نمازوں میں پڑھی جائیں گی۔

ہاں یہ اُمید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ خواب کے میری براءت تبلا دی جائے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مجھکو اس تہمت سے بری کرے گا۔

نزول آیات برارت دربارۂ طہارت نزاہت مریم اُمت محمدیہ زوجۂ طاہرۂ خیر البریہ حبیبۂ نبی اطہر ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن امہا وعن ابیہا وعمن آمن ببرارتہا و نزاہتہا ولعن اللہ من شک فی عصمتہا وطہارتہا[1]۔ آمین ثم آمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی جگہ سے اُٹھے نہ تھے کہ دفعۃً وحی الٰہی کے آثار نمودار ہوئے باوجود شدید سردی کے پیشانی مبارک سے موتی کی طرح پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے۔

فاما انا فو اللہ ما فزعت قد عرفت انی بریئۃ وان اللہ غیر ظالمی واما ابوای فما سری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ظننت

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جس وقت آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا، خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے لیکن میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھکو اندیشہ ہوا کہ ان کی

[1] حاشیہ دوسرے صفحہ پر ہے۔

لتخرجن انفسهما خوفا من ان یأتی | جان نہ نکل جائے۔ ان کو یہ خوف تھا کہ مبادا وحی
من الله تحقیق ما یقول الناس ۰ | اسی کے موافق نازل ہو جائے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں

ابوبکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ معلوم آسمان سے کیا حکم نازل ہوتا ہے جو پھر قیامت تک نہیں ٹل سکے گا اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون اور اطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ امید ہوتی، سوائے عائشہ صدیقہ کے سارا گھر اسی خوف ورجا اور امید وبیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا اور چہرۂ انور پر مسرت وبشاشت کے آثار نمودار ہوئے مسکراتے ہوئے اور دستِ مبارک سے جبین منور کو پونچھتے ہوئے حضرت عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔

ابشری یا عائشه فقد انزل | بشارت ہو تجھ کو اے عائشہ تحقیق اللہ تعالےٰ
الله براءتك [2] | نے تیری براءت نازل کی۔

میری والدہ نے کہا اے عائشہ اُٹھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر میں نے کہا خدا کی قسم میں سوائے خدا تعالےٰ کے کہ جس نے میری برارت نازل کی کسی کا شکر نہ کروں گی۔

نکتہ: عائشہ صدیقہ کی اس صدمۂ جانکاہ کی وجہ سے وہ کیفیت تھی جو مریم صدیقہ کی تھی یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا اس ناامیدی کے عالم میں جب قرآن کریم کی دس آیتیں تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ حضرت عائشہ کی کمال براءت اور طہارت کے بیان میں نازل ہوئیں تو عائشہ صدیقہ پر ایسے شکر اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی کہ جمیع

---

[1] راضی ہو اللہ تعالیٰ عائشہ صدیقہ سے اور ان کی ماں سے اور ان کے باپ سے اور ہر اس شخص سے جو ان کی براءت و نزاہت پر ایمان لایا اور لعنت ہو اللہ کی اس شخص پر کہ جو ان کی عفت و طہارت میں کسی قسم کا شک اور تردد کرے۔ آمین ۱۲ منہ عفا

[2] یہ الفاظ صحیح بخاری ص... پر مذکور ہیں اور بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں یا عائشہ اما الله عزوجل فقد برأك ۱۲

ماسوی اللہ سے نظر اٹھ گئی ورنہ یہ انعام یزدانی اور وحی آسمانی سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے وسیلہ اور طفیل سے تھی اور واسطہ اور وسیلہ کا شکریہ بھی واجب ہے۔ حضرت عائشہ کا اس حالت شکر میں شکر نبوی سے انکار ناز محبوبی کے مقام سے تھا۔ اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل جس چیز سے لبریز ہو زبان سے اس کے خلاف اظہار ہو۔ ظاہر میں ترش روئی اور لاپروائی ہو اور دل عشق اور محبت سے لبریز ہو ظاہر میں ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے

بعد ازاں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آیتیں نازل فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ ○ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا

تحقیق جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں کی ایک جماعت ہے تم اس کو اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ فی الحقیقت تمہارے لئے خیر ہے ہر شخص کے لئے گناہ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور جو اس طوفان کے بڑے حصہ کا متولی بنا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس بات کو سنتے ہی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہہ کر یہ صریح بہتان ہے اور کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ۔ پس جبکہ یہ لوگ گواہ نہ لائے تو بس یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور مہربانی

۱؎ یعنی اے آل ابی بکر اس کو تم اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہے قیامت کیلئے تمہاری عفت و عصمت پر اللہ کی مہر ہو گئی ۱۲

وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ
فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ
بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ
مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ
هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ
اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ
اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا
بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا
لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ
تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ۝ (النور۔ ۱۱-۲۰)

نہ ہوتی تو تم کو اس چیز میں کہ جس میں تم گفتگو کر رہے ہو سخت عذاب پہنچتا جبکہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے ہو اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کی تم کو تحقیق نہیں اور تم اس کو آسان سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور تم نے اس خبر کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے ایسی بات کا زبان پہ لانا ہی زیبا نہیں، تم کو یہ کہدینا چاہیئے تھا کہ سبحان اللہ۔ یہ تو بہتانِ عظیم ہے اللہ تعالےٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آیندہ ایسی حرکت نہ کروگے اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارے لئے اپنے احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے تحقیق جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لو اگر اللہ کا فضل اور رحمت ہوتی تو معلوم کیا مصیبت آتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آیاتِ برارت کی تلاوت سے فارغ ہوئے اور صدیق اکبر نے

لہ ۔ کسی شخص کی بیوی کے متعلق زبان سے کوئی بات نکالنا کہ جس کی تحقیق نہ ہو بڑا سخت گناہ ہے، خاص کر نبی امی خاتم الانبیاء والمرسلین کی بیوی اور تمام مسلمانوں کی روحانی والدہ کے متعلق ایسی بات زبان سے نکالنا بڑا ہی سخت گناہ ہے۔ بھلا حق سبحانہ وتعالےٰ کی بے چون وچگون غیرت کب اس کو گوارا کر سکتی ہے کہ اس کے رسول اعظم سید ولد آدم اکرم الاولین والآخرین کی بیوی فاجرہ ہو ۔ '' تفسیر ابن کثیر ۱۲۔

اپنی لختِ جگر کے عصمت وعفت طہارت ونزاہت پر اللہ عزوجل کی شہادت کو سن لیا تو اٹھے اور عفت مآب اور عصمت جناب بیٹی کی مبارک پیشانی کو بوسہ دیا بیٹی نے کہا اَلَا عَذَرْتَنِی اے باپ پہلے سے تم نے مجھکو کیوں نہ معذور اور بے قصور سمجھا۔

صدیق اکبر نے رجس کے رگ وپے میں صدق اور راستی سرایت کر چکی تھی۔ صدق اور سچائی کے جبلِ عظیم اور کوہِ گراں تھے۔ بڑے سے بڑا حادثہ اور سخت سے سخت صدمہ بال برابر بھی ان کو جادۂ صدق سے ہٹا نہیں سکتا تھا، اس وقت بیٹی کو یہ جواب دیا کہ جو دلوں کی الواح رتختیوں پاکندہ کرنے کے قابل ہے۔

اَیُّ سَمَآءٍ تُظِلُّنِیْ وَاَیُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِیْ کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کونسی زمین۔
اِذَا قُلْتُ مَا لَمْ اَعْلَمْ مجھکو اٹھائے اور تھامے جبکہ میں اپنی زبان سے

وہ بات کہوں جس کا مجھکو علم نہ ہو۔ حافظ عسقلانی نے فتح الباری صفحہ ۳۶۶ جلد ۸ میں اس اثر کو بحوالہ طبری اور ابو عوانہ نقل کیا ہے اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں اخرجہ البزار بسند صحیح عن عائشہ رضی روح المعانی ص ۱۰۹ ج ۱۸ طبع جدید۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر کے مکان سے مسجد تشریف لائے اور مجمع عام میں خطبہ دیا اور عائشہ صدیقہ کی برارت میں نازل شدہ آیات کی سب کے سامنے تلاوت فرمائی۔

اس فتنہ کے بانی مبانی تو اصل میں منافقین تھے بحمد اللہ مسلمانوں میں کوئی اس میں شریک نہ تھا صرف دو تین مسلمان اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کے دھوکہ میں آگئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحش۔ ان پر حد قذف جاری کی گئی اسی اسی درے مارے گئے اور اپنی غلطی سے تائب ہوئے، عبد اللہ بن ابی کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ منافق تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی حد جاری کی گئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسطح، صدیق اکبر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عسرت اور تنگدستی کی وجہ سے صدیق اکبر ان کو خرچ دیتے تھے۔ مسطح نے اس قصہ میں شرکت کی اس لئے ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ میں اب مسطح کو کبھی خرچ نہ دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النور - ۲۲)	جو لوگ تم میں سے فضیلت والے اور وسعت والے ہیں ان کو چاہیئے کہ یہ قسم نہ کھائیں کہ اہل قرابت اور مساکین اور مہاجرین کی اعانت نہ کریں گے ان کو چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارا قصور معاف کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو سنائی تو یہ کہنے لگے۔

بلی واللہ انی لاحب ان یغفر اللہ لی۔	کیوں نہیں۔ خدا کی قسم البتہ تحقیق میں اس کو بہت ہی زیادہ محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمائے

اور مسطح کو بدستور خرچ دینا شروع کر دیا۔ اور قسم کھائی کہ واللہ مسطح کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا۔ معجم طبرانی میں ہے، کہ جتنا پہلے دیتے تھے اس سے دگنا دینے لگے۔

یہ تمام تفصیل صحیح بخاری اور فتح الباری سورۃ النور میں مذکور ہے، یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے لیکن حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی مفصل شرح کتاب التفسیر میں فرمائی ہے واقعۂ افک کے ابتداء سے کر یہاں تک جس قدر واقعات لکھے گئے وہ سب کے سب صحیح بخاری اور فتح الباری سے لئے گئے ہیں۔

(نکتہ) اس آیت کریمہ یعنی وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ الخ کے نازل کرنے سے صدیق اکبر کو تنبیہ مقصود تھی کہ مقام صدیقیت اور دائرۂ کمال سے قدم باہر نہ نکلے غلطی اور خطا کی وجہ سے اگرچہ مسطح کا وظیفہ بند کر لینا جائز ہو مگر مقام صدیقیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے

دیا جائے ابوبکر صدیق اس اشارہ کو سمجھ گئے اور گزشتہ کے اعتبار سے مسطح کا وظیفہ دُگنا کر دیا
مسطح سے اگرچہ غلطی اور لغزش ہوئی کہ سُنی سنائی باتوں پر اعتماد کر بیٹھے مگر چونکہ بدریین میں سے تھے
جن کے متعلق حکم خداوندی یہ نازل ہو چکا ہے اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔
اس لئے حق تعالیٰ نے بحق بدریت مسطح کی شفاعت فرمائی کہ اے ابوبکر تم اہل فضل میں سے
ہو اور مسطح اہل بدر میں سے ہے، لہٰذا تم اس کے وظیفہ میں کمی نہ کرنا اور مسطح سے جو غلطی ہو گئی ہے۔
اس کو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کرے گا۔

ف:۔ یہ آیت صدیق اکبر کی فضیلت کی صریح دلیل ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت
ہوگی کہ حق تعالیٰ نے ان کو اولو الفضل یعنی صاحب فضل فرمائے۔

یہ آیت تو صدیق اکبر کے متعلق تھی اس کے بعد پھر چند آیتیں عائشہ صدیقہ کی براءت کے
متعلق ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ	تحقیق جو لوگ ایسی پاکدامن اور بھولی بھالی عورتوں
الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا	پر تہمت لگاتے ہیں کہ جن کو اس قسم کی باتوں کی خبر
وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	بھی نہیں اور ایمان والیاں ہیں ایسے تہمت لگانے
يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ	والوں پر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور ان کے
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لئے بڑا عذاب ہے جس دن ان کے خلاف ان کی
يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ	زبانیں اور ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے کہ یہ لوگ یہ
وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ	کام کرتے تھے اس دن اللہ تعالیٰ ان کو پوری
اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ	سزا دے گا جو ان کو ملنی چاہیے اور جان لیں گے
لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ	کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور عدل اور حق کو ظاہر کرنے
وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ	والا ہے۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے
مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ	اور ملائم ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے

كَرِيمٌ ۝ (النور ۲۳-۲۶) اور پاک اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے

اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے یہ گروہ اس چیز سے بالکل بری اور پاک ہے کہ جو لوگ

ان کے بارہ میں کہتے ہیں ان حضرات کے لئے من جانب اللہ مغفرت اور عمدہ روزی ہے۔

فوائد

(۱)۔ ان آیات سے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ کی فضیلت و منقبت ظاہر و باہر ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کیا اور طیبہ فرمایا اور مغفرۃ اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا جس سے عائشہ صدیقہ کی مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا معلوم ہوا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرا گمان یہ تھا کہ میری برارت کے متعلق حضور پُر نور کو کوئی خواب دکھلایا جائے گا۔ مگر یہ وہم و گمان نہ تھا کہ میری برارت کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوں گی جن کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی یعنی یہ وہم و گمان نہ تھا کہ قیامت تک میری برارت اور نزاہت کا مسجدوں اور محرابوں اور منبروں اور خلوت خانوں میں اعلان ہوتا رہے گا۔ دس آیتیں برارت کے بارے میں نازل ہوئیں اور دس کا عدد۔ عدد کامل ہے۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ مطلب یہ ہے کہ مریم صدیقہ کی طرح عائشہ صدیقہ کی طہارت و نزاہت بے مثال ہے اور حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اس طہارت و نزاہت کا اعلان بھی حدِ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ جو قیامت تک جاری رہے گا، یہی وجہ ہے کہ جب مسطح کی والدہ نے مسطح کو بُرا بھلا کہا تو عائشہ صدیقہ نے اُم مسطح کو منع کیا کہ مسطح کو بُرا نہ کہو کیونکہ مسطح مہاجرین اولین میں سے ہے اور اہلِ بدر میں سے ہے۔

(۲)۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ الی آخر الآیۃ سے صدیق اکبر کی فضیلت صاف روشن ہے، خدا جس کو صاحب فضل فرمائے اس کے فضل و کمال میں کہاں شبہ کی مجال ہے۔ امام رازی قدس اللہ سرہ نے تفسیر کبیر میں چودہ طریقہ سے صدیق اکبر کی فضیلت اس آیت سے ثابت کی ہے۔ حضرات اہلِ علم تفسیر کبیر کی مراجعت فرمائیں۔

(۳)۔ واقعۂ افک سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال ورع اور غایت تقویٰ کا پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ قصہ ایک ماہ سے زائد ممتد رہا۔ مگر بیٹی کی حمایت میں ایک حرف زبان سے نہیں نکلا، شدت رنج وغم میں صرف ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی زبان سے یہ نکلا۔

واللہ ما قیل لنا ھذا فی الجاھلیۃ	خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق میں زمانۂ جاہلیت
فکیف بعد ما اعزنا اللہ بالاسلام	میں بھی نہیں کہی گئی۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو
(رواہ الطبرانی عن ابن عمرؓ) (فتح الباری ص۳۶۹ ج۸)	اسلام سے عزت بخشی تو اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ من جانب اللہ ابتلا اور امتحان تھا مقصد یہ تھا کہ مؤمنین ومخلصین کا ایمان واخلاص اور منافقین کا نفاق واضح اور منکشف ہو جائے تو مومنین صادقین کے ایمان واستقامت میں اور منافقین کے نفاق اور شقاوت میں اضافہ اور زیادتی ہو۔ نیز یہ امر واضح اور منکشف ہو جائے کہ کون شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور کون سوء ظن (بدگمانی) آپ کی ازواجِ مطہرات کے حق میں بدگمانی حقیقت میں اللہ کے ساتھ بدگمانی ہے، کہ اس نے اپنے حبیب اعظم اور خلیل اکرم۔ اشرف الخلائق اور برگزیدۂ عالم کی زوجیت کے لئے معاذ اللہ ایک خبیثہ اور زانیہ کو مقدر فرمایا سبحانہ وتعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا۔

اور تاکہ اللہ تعالیٰ، اپنے رسول محترم اور اپنے رسول کے پاک اور مطہر حرم کا مرتبہ لوگوں کے سامنے ظاہر فرمائے۔ اس لئے آپ کی زوجۂ مطہرہ کی نزاہت وبراءت آپ کی زبانی نہیں کرائی بلکہ خداوند قدوس خود ان کی براءت کا کفیل اور ذمہ دار ہوا۔ اور اپنی کلام معجز نظام میں ان کی براءت نازل فرمائی کہ جس کی قیامت تک محفلوں اور مجلسوں میں محرابوں اور مسجدوں میں خطبوں اور نمازوں میں تلاوت ہوتی رہے گی۔

خداوند قدوس کی بیچون وچگون غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اس کے بھیجے ہوئے نبی طیب اور رسول اطہر کی ازواج طیبات وطاہرات کی شان میں کوئی منافق اور بدباطن کسی قسم کا ناپاک لفظ اپنی

زبان سے نکالے اس لئے اس بارے میں تقریباً بیس آیتیں نازل فرما کر عائشہ صدیقہ اور ازواج مطہرات کی عصمت وعفت، طہارت ونزاہت پر قیامت تک کے لئے مہر لگا دی اور ازواج مطہرات کی عصمت ونزاہت میں شک کرنے والوں پر اس درجہ زجر اور توبیخ فرمائی کہ جو بت پرستوں پر بھی نہیں فرمائی اس لئے علماء ربانیین نے تصریح کی ہے کہ جو شخص ازواج مطہرات کے بارے میں کوئی حرف زبان سے نکالے وہ شخص منافق ہے۔

اور نزول وحی میں جو ایک ماہ کی تاخیر ہوئی اس میں حکمت یہ تھی کہ عائشہ صدیقہ کی مقام عبودیت کی تکمیل ہو جائے کہ جب مظلومانہ گریہ وزاری اور عاجزانہ بے تابی واضطراری اور بارگاہ ذوالجلال میں فقیرانہ تذلّل اور تمسکن اور مضطربانہ تضرع اور ابتہال حدِ کمال کو پہنچ جائے اور سوائے خدا کے کسی سے کوئی امید باقی نہ رہے اور خدا اور اس کے رسول کے ساتھ حسن ظن رکھنے والوں کے قلوب وحی الٰہی کے انتظار میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگیں اس وقت حق تعالیٰ شانہ باران وحی سے محبین ومخلصین کے مردہ دلوں کو حیات بخشے، اور صدیقہ بنت صدیق کو برات ونزاہت کے بیش بہا خلعت سے سرفراز فرمائے۔

حافظ عسقلانی نے حدیث افک کے فوائد ولطائف اور ان مسائل واحکام کو فتح الباری میں بسط وشرح سے لکھا ہے جو اس حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں اس مقام پر اب گنجائش نہیں اس لئے حضرات اہل علم فتح الباری ص۳۶۶ ج۸ تا ص۳۷۰ ج۸ کی مراجعت کریں۔

(۴) - ان آیات اور روایات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ علم غیب سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ کامل تردد میں رہے لیکن بدون حق تعالیٰ کے بتلائے حقیقت حال نہ کھلی۔

(۵) - اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوش اور غصہ کے وقت حق کے مقابلہ میں قوم اور قبیلہ کی حمایت اور طرف داری جائز نہیں جیسا کہ سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ سے فرمایا کہ تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف داری کرتا ہے۔

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواجِ مطہرات پر تہمت لگانے والوں کا حکم

قرآن مجید کی ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد جو شخص ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق زوجہ مطہرہ سید الانبیاء (صلے اللہ علیہ وسلم) مُبرّأۃ من السماء پر تہمت لگائے وہ باجماع امت کافر و مرتد ہے اس لئے کہ وہ قرآن کریم کا صریح مکذب اور منکر ہے جس طرح مریم صدیقہ بنت عمران کی عصمت و عفت میں شک کرنا کفر ہے، اسی طرح عائشہ صدیقہ بنت ام رومان کی طہارت نزاہت میں بھی شک کرنا بلاشبہ کفر ہے اور جس طرح یہود بے بہبود مریم صدیقہ پر بہتان باندھنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب بنے اسی طرح روافض عائشہ صدیقہ بنت صدیق پر تہمت لگانے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے۔ مریم صدیقہ پر تہمت لگانے والے امت عیسویہ کے یہود تھے اور عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والے اُمت محمدیہ کے یہود ہیں۔

بعض ائمہ اہل بیت کے سامنے کسی رافضی نے اُم المؤمنیں عائشہ صدیقہ پر طعن کیا۔ تو فوراً اپنے غلام کو اُس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا:

هذا رجل طعن على النبي على الله عليه وسلم قال الله تعالى اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

جس شخص نے جب عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی تو اس شخص نے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ خبیثات خبیثین کیلئے ہیں الی آخرہ بس معاذ اللہ اگر عائشہ صدیقہ خبیثہ تھیں تو معاذ اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ نبی کریم علیہ السلام والتسلیم کا بھی خبیث

لہ۔ حضرت مسروق کی یہ عادت تھی کہ جب حضرت عائشہ سے کوئی روایت بیان کرتے تو یہ کہتے کہ صدیقہ بنت صدیق حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مُبَرَّأَة مِنَ السَّمَاءِ نے مجھ سے اس طرح بیان کیا ۱۲۔

فَإِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ خَبِيثَةً فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم خبیث فهو كافر فاضربوا عنقه فضربو عنقه وانا حاضر
رواہ اللالکائی

ہونا لازم آئے گا اور جو خبیث - رسول اللہ کو خبیث کہے وہ بلاشبہ کافر ہے اور قابل گردن زدنی ہے - اس ارشاد کے بعد اس رافضی کی گردن ماری گئی اور میں اس وقت حاضر تھا جبکہ اس رافضی کی گردن ماری گئی۔

اسی طرح حسن بن زیدؒ کے سامنے عراق کے ایک شخص نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ کے شان میں بیہودہ کلمہ کہا اسی وقت حضرت حسن بن زید اٹھے اور ایک ڈنڈا اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا بھیجا نکل گیا اور ختم ہوا. کذا فی الصارم المسلول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہؒ

اور اسی طرح دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں بدگمانی کرنے والا بھی کافر اور واجب القتل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق خطبہ سے واضح ہے کہ آپ نے بر سر منبر یہ ارشاد فرمایا

یامعشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی

اے گروہ مسلمین کون ہے کہ جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے کہ جس نے مجھکو میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذاء پہنچائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص آپ کے اہلِ خانہ میں سے کسی کے حق میں خواہ وہ عائشہ صدیقہ ہوں یا دوسری زوجہ مطہرہ - اس قسم کا کوئی ناپاک لفظ زبان سے نکالے وہ آپ کے لئے باعث ایذاء اور تکلیف دہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچائے وہ شخص بلاشبہ و ریب کافر ہے۔
کما قال تعالیٰ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا - الی قولہ تعالیٰ مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا - الایۃ. تفصیل کے لئے الصارم المسلول ص۴۱ تا ص۵۰ کی مراجعت کی جائے۔

چنانچہ آپ کے یہ فرماتے ہی کہ کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو اور میرے اہلبیت اور اہل خانہ کے بارے میں ایذاء پہنچائی ہے. سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے

یا رسول اللہ ہم اس کے قتل کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

اسی وجہ سے حضرات اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عام مسلمانوں کی بیبیوں پر تہمت لگائے وہ فاسق و فاجر ہے اور جو خبیث اپنی خباثت سے رسول اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائے وہ بلا شبہ مرتد اور کافر ہے۔

نیز حق جل شانہ نے پیغمبر علیہ السلام کی بیبیوں کو قرآن کریم میں اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ (تمام مسلمانوں کی مائیں) فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ — نبی۔ اہل ایمان کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ — قریب ہے اور نبی کی بیبیاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

معاذ اللہ۔ کیا خداوند قدوس کسی زانیہ اور فاجرہ کو اس عظیم الشان لقب سے اپنے کلام قدیم میں سرفراز فرما سکتا ہے حاشا ثم حاشا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ما بغت امرأة نبی قط — کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا (تفسیر ابن کثیر)

نیز جو پیغمبر اللہ کی جانب سے اس لئے مبعوث ہوا کہ ظاہری اور باطنی فواحش (بے حیائیوں) کا استیصال کرے چنانچہ اُس پیغمبر نے دنیا میں آکر چند ہی روز میں ایک پوری اقلیم اور ملک کی بے غیرتی اور بے حیائی کو حیا اور غیرت سے اور اُن کی بدکاری کو عفت و عصمت سے بدل دیا۔ کیا ایسے پاک اور برگزیدہ طاہر و مطہر رسول کے متعلق یہ واہمہ ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ اس کا گھرانہ ابھی اس سے پاک نہیں ہوا۔ سبحانک ہٰذا بہتان عظیم والله ہٰذا افک مبین۔

نیز حق جل شانہ نے جس کو نبوت و رسالت۔ محبت و خلعت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا اور اس کو اپنا مصطفیٰ اور مجتبیٰ۔ مقدس اور مرتضیٰ پسندیدہ اور برگزیدہ بندہ بنایا عصمت و نزاہت تقدس اور ملکیت جبرئیل و میکائیل کو اس کا ثانی اور وزیر بنایا۔ اس کی شان تقدیس و تنزیہ کے خلاف ہے کہ وہ اکرم الخلائق اور اشرف کائنات کی زوجیت اور مصاحبت کے لئے کسی خبیثہ اور زانیہ کو مقرر فرمائے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۞ [۱]

تم نے سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے جائز ہی نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں تم کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتان عظیم ہے۔

اس مقام پر کلمہ سُبْحٰنَكَ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے پاک اور برگزیدہ رسول کی بیوی فاجرہ ہو۔ اس لئے تم پر محض سنتے ہی سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہہ دینا فرض اور لازم تھا۔ جیسا کہ سعد بن معاذ اور ابوایوب انصاری اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ خبر سنی تو فوراً ان کی زبان سے یہی کلمہ نکلا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ [۲]

اور فتح الباری میں ابوایوب انصاری اور سعد بن معاذ کے علاوہ۔ زید بن حارثہ کے بجائے اسامہ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر کی بیوی کی شان میں ذرا سی نازیبا بات کی اس کی طرف التفات ہی جائز نہیں کسی کی بیوی کو فاجرہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا شوہر دیوث ہے جو لوگ عائشہ صدیقہ کو متہم سمجھتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ در پردہ رسول مطہر کو کیا کہہ رہے ہیں جس کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے۔

نزول تیمم

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی غزوہ میں واپسی کے وقت پھر حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا اور اس کی تلاش میں قافلہ رکا صبح کا وقت آگیا اور پانی نہ تھا اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور صحابہ نے تیمم کرکے صبح کی نماز ادا کی اور تمام صحابہ بیحد خوش ہوئے اسید بن حضیر نے جوش مسرت میں یہ کہا ماہی باول برکتکم یاآل ابی بکر یعنی اے آل ابی بکر یہ تیمم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی بہت سی سہولت اور آسانیوں کے حکم نازل ہو چکے ہیں۔

اور دیگر علماء محققین کا قول یہ ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں بلکہ اس غزوہ

---

[۱] النور، آیۃ: ۱۶ [۲] در منثور ج ۵، ص: ۳۴

کے بعد کوئی دوسرا سفر پیش آیا اس میں آیت تیمم کا نزول ہے جیسا کہ معجم طبرانی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میرا ہار گم ہو گیا جس پر اہلِ افک نے کہا جو کچھ کہا اس کے بعد پھر دوسرے سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ گئی اور میرا ہار گم ہوا اور اس کی تلاش میں رکنا پڑا تو ابوبکر صدیق نے عائشہ صدیقہ سے کہا اے بیٹی تو ہر سفر میں لوگوں کے لئے مشقت اور بلا بن جاتی ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کرو تیمم کی رخصت اور سہولت نازل ہونے سے ابوبکر صدیق کو خاص مسرت ہوئی اور عائشہ صدیقہ سے مخاطب ہو کر تین بار یہ کہا انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ اے بیٹی تحقیق تو بلا شبہ بڑی مبارک ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوۂ بنی المصطلق میں نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد کسی دوسرے غزوہ اور سفر میں دوبارہ ایسی جگہ ہار گم ہوا کہ جہاں پانی نہ تھا اور نماز صبح کا وقت آگیا تھا اس وقت یہ آیت تیمم نازل ہوئی۔

غزوۂ خندق و احزاب

شوال ۵ھ

اس غزوہ کے وقوع میں اختلاف ہے موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ شوال ۴ھ میں ہوا۔ امام بخاریؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ شوال ۵ھ میں ہوا تمام ائمہ مغازی اور علماء سیر کا اسی پر اتفاق ہے حافظ ذہبی اور حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح اور قابلِ اعتماد ہے۔ ابن سعد اور واقدی کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ۵ھ میں ہوا۔ [1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے موسیٰ بن عقبہ کی تائید عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے فرمائی کہ میں احد کے دن رسول اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت میں چودہ سال کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا غزوۂ احد میں شریک ہونا منظور نہیں فرمایا۔ خندق کے دن پیش ہوا اس وقت میں پندرہ سال کا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] زرقانی ج ۲، ص: ۱۰۳

نے اجازت دی (بخاری شریف)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ غزوۂ اُحد ۳ھ میں ہوا لہٰذا غزوۂ خندق کا ۴ھ میں ثابت ہوا۔

جمہور ائمہ مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔ اس لئے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عجب نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ غزوہ احد کے وقت پورے چودہ سال کے نہوں بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہو اور غزوہ خندق کے وقت پورے پندرہ سال کے ہوں اس اعتبار سے غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں دو سال کا وقفہ ہو سکتا ہے۔

نیز غزوۂ احد سے واپسی کے وقت ابو سفیان نے یہ کہا تھا کہ سال آئندہ بدر پر ہمارا اور تمھارا مقابلہ ہوگا۔ یہ وعدہ کر کے مکہ واپس ہوا۔ جب سال آئندہ ایفائے وعدہ کا وقت آیا تو ابو السفیان یہ کہہ کر راستہ سے واپس ہوا کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے جنگ کے لئے مناسب نہیں۔ اس کے ایک سال بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا جس کو غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق کہتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ اُحد اور غزوۂ احزاب میں دو سال کا وقفہ ہے۔ جو جمہور علماء سیر کے قول کا مؤید ہے، فتح الباری باب غزوۃ الخندق۔

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہوا کہ بنو نضیر کی جلا وطنی کے بعد حیی[1] ابن اخطب مکہ گیا اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع نے جا کر بنی غطفان کو آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا اور ان کو یہ طمع دی کہ خیبر کے نخلستانوں میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ہر سال اس کا نصف حصہ ہم تم کو دیا کریں گے یہ سن کر عیینہ بن حصن فزاری تیار ہو گیا قریش پہلے ہی سے تیار تھے۔

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ حیی بن اخطب اور ابن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع اور ہوذہ بن قیس اور ابو عمار وائلی ایک وفد لے کر مکہ گئے اور قریش کو اس پر آمادہ کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کرو۔ ہم تمھاری پوری امداد کریں گے یہاں تک کہ آپ کا خاتمہ ہو جائے۔ بعد ازاں غطفان میں پہنچے اور ان کو بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ اس طرح قریش اور غطفان کے دس ہزار آدمیوں کی جمعیت ابو سفیان کی سرکردگی میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ عیون الاثر ص ۵۵ ج ۲

اس طرح ابوسفیان دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مسلمانوں کے استیصال اور فنا کر ڈالنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ فتح الباری ص۳۰۱ ج ۷، باب غزوۃ الخندق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اُن کی روانگی کی خبر پہنچی تو صحابہ سے مشورہ فرمایا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا کہ خندقوں میں محفوظ رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں سب نے اس رائے کو پسند کیا۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی۔[۲]

خندقیں اس قدر گہری کھودی گئیں کہ تری نکل آئی۔[۳]

ابن سعد فرماتے ہیں کہ چھ دن میں خندقیں کھودنے سے فارغ ہوئے۔ طبقات ابن سعد ص۴۸ ج۲

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ بیس دن میں فارغ ہوئے۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ خندقیں کھودنے سے چھ دن میں فارغ ہوئے۔ بیس دن اصل میں مدۃ حصار کی ہے تفصیل کیلیے زرقانی ص۱۱۰ ج ۲ کی مراجعت کی جائے۔

صحابۂ کرام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہوئے اور اوّل خود دست مبارک سے کدال زمین پر ماری اور یہ کلمات زبان مبارک پر تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا   وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا

بسم اللہ۔ اور اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں مبادا اگر اُس کے سوا کسی اور عبادت کریں تو بڑے ہی بدنصیب ہیں۔

حَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّذَا دِيْنًا

وہ کیا ہی اچھا رب ہے اور اس کا دین کیسا ہی اچھا دین ہے۔ روض الانف ج۲ ص۱۹۰ فتح الباری ج۷

---

[۱] ۔ طبقات ابن سعد ج : ۲ ، ص : ۴۸
[۲] ۔ تاریخ طبری ج : ۳ ، ص : ۴۵
[۳] ۔ فتح الباری ، ج ۷ ، ص : ۳۰۵

جاڑوں کا موسم تھا سرد ہوائیں چل رہی تھیں کئی کئی دن کا فاقہ تھا مگر حضرات مہاجرین اور انصار نہایت ذوق کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے

نحن الذین بایعوا محمدا   علی الجهاد ما بقینا ابدا

ہم ہی ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیعت کی ہے اور آپ کے واسطے سے اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ فروخت کر چکے ہیں جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد کرتے رہیں گے۔

رسول اللہ علیہ وسلم جواب میں یہ ارشاد فرماتے :

اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرہ   فاغفر للانصار والمہاجرہ

اے اللہ بے شک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

اور کبھی یہ فرماتے :

اللّٰھم انہ الاخیر الاخیر الآخرہ   فبارك فی الانصار والمہاجرہ

اے اللہ بے شک حقیقی خیر اور بھلائی آخرت ہی کی خیر اور بھلائی ہے پس برکت دے انصار اور مہاجرین میں۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس مٹی ڈھو ڈھو کر لا رہے تھے، یہاں تک شکم مبارک گرد آلود ہو گیا۔ اور یہ کہتے جاتے تھے

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

خدا کی قسم اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا   وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اے اللہ ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما اور لڑائی کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا   اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

ان لوگوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا یہ جب کبھی ہم کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم کبھی اس کو

قبول نہیں کرتے اور اَبَيْنَا اَبَيْنَا بآواز بلند بار بار فرماتے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی ہم نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ٹھہرو میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ آپ نے کدال دست مبارک میں پکڑی اور اس چٹان پر ماری تو چٹان دفعتہً ایک تودہ ریگ تھی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے مسند احمد اور نسائی میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ آپ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر مجھکو ملک شام کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ خدا کی قسم شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گرا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر فارس کی کنجیاں مجھکو عطا ہوئیں خدا کی قسم مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تیسری بار آپ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھکو عطا ہوئیں خدا کی قسم صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ سند اس روایت کی حسن ہے اور ایک روایت میں ہے پہلی بار کدال مارنے سے ایک بجلی چمکی جس سے شام کے محل روشن ہو گئے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھکو خبر دی ہے کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔[۱]

فائدہ جلیلہ:

خندق کھودنا یہ طریقہ عرب کا نہ تھا بلکہ فارس کا طریقہ تھا شاہان فارس میں سے سب سے پہلے منوشہر بن ایرج بن افریدون نے خندقیں کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اس طریق کو اختیار

---

[۱] - فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۰۴، ۳۰۵

فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے طریقۂ جنگ کا اختیار کرنا درست ہے اور علیٰ ہذا کفار کے ایجاد کردہ آلاتِ حرب کا استعمال بھی درست ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ طائف میں منجنیق کا استعمال فرمایا اور حضرت عمرؓ نے محاصرۂ تستر میں ابوموسیٰ اشعریؓ کو منجنیق قائم کا حکم دیا۔ اور عمرو بن العاصؓ نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو منجنیق کا استعمال کیا۔ اور علیٰ ہذا زہر آلود تیر اور تلواروں کا استعمال بھی درست ہے لیکن تدخین[1] کا استعمال صرف اس وقت جائز ہے کہ جب دشمنوں کے زیر کرنے کی کوئی اور صورت باقی نہ رہے بلا شدید ضرورت اور مجبوری کے تدخین کا استعمال جائز نہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہے تو شرح السیر الکبیر جلد ثالث کی (باب قطع الماء عن اہل الحرب وتحریق حصونہم ونصب المجانیق علیہا) سے مراجعت کریں۔

وقال تعالیٰ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ	اور مہیا کرو کافروں کے مقابلہ کیلئے جو قوت بھی مہیا کر سکتے ہو اور گھوڑے بھی پالو تاکہ تم اس قوت و شوکت سے اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کر سکو

معلوم ہوا کہ ان تمام چیزوں کا سیکھنا ضروری ہے کہ جس سے اللہ کے دشمن مرعوب اور اللہ کے دین کی عزت اور شوکت قائم ہو۔

ضروری تنبیہ:۔ کتاب و سنت اور شریعت کسی صنعتی اور حرفتی کی ترقی کو منع نہیں کرتی بلکہ ہر اس صنعت اور حرفت کو جس سے ملک کو ترقی ہو فرض علی الکفایۃ قرار دیتی ہے جیسا کہ تمام فقہاءِ کرام کا اجماع ہے البتہ شریعت اسلامیہ یورپ کی بے حیائی اور بے شرمی اور شہوانی اور نفسانی تہذیب کی شدید مخالف ہے اس لئے کہ شہوانی اور نفسانی امور میں آزادی اخلاق اور معاشرہ کو تباہ اور برباد کرتی ہے جو ملکی تنزلی کا باعث ہے۔

مسلمان خندق کھود کے فارغ ہوئے کہ قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار لے کر مدینہ پہنچے۔

---

[1] ۔ یعنی دھواں پھیلا دینا جس سے لوگ مرجائیں جیسے آجکل زہریلی گیس نکلا ہے۔

اور اُحد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین ہزار مسلمانوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لے کر مقابلہ کے لئے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے خندقیں مابین فریقین کے حائل تھیں، عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں محفوظ ہو جانے کا حکم دیا۔

یہودی قریظہ اس وقت تک الگ تھے۔ لیکن حیی بن اخطب سردار بنو نضیر نے ان کو اپنے ساتھ ملا لینے کی پوری کوشش کی یہاں تک کہ خود کعب بن اسد سردار بنی قریظہ کے پاس گیا جو پہلے سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر چکا تھا۔ کعب نے حیی کو آتے دیکھ کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حیی نے آواز دی کہ دروازہ کھولو۔ کعب نے کہا

ویحك یا حیی انك امرء مشؤم وانی قد عاهدت محمدا فلست بناقض ما بینی وبینه فانی لم ارا منه الا صدقا ووفاءً

افسوس ہے حیی۔ بلاشبہ تو منحوس آدمی ہے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ کر چکا ہوں میں اب اس عہد کو نہ توڑوں گا، کیونکہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوائے سچائی اور ایفائے عہد کے کچھ نہیں دیکھا۔

حیی نے کہا کہ میں تمہارے لئے دائمی عزّت کا سامان لایا ہوں قریش اور غطفان کی فوجوں کو لا کر میں نے یہاں اتارا ہے، ہم سب نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک محمد اور ان کے ساتھیوں کا استیصال اور قلع قمع نہ کر دیں گے اس وقت تک یہاں سے ہرگز نہ ہلیں گے۔

کعب نے کہا۔ خدا کی قسم تو ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی لے کر آیا ہے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کبھی عہد نہ توڑوں گا، میں نے اُن سے سوائے سچائی اور ایفائے عہد کے کچھ نہیں دیکھا، حیی برابر اصرار کرتا رہا یہاں تک اس کو عہد شکنی پر آمادہ کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب یہ خبر ہوئی تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر یہ خبر صحیح نکلے تو وہاں سے واپس آکر اس خبر کو ایسے مبہم الفاظ میں بیان کرنا کہ لوگ سمجھ نہ سکیں اور اگر غلط ہو تو پھر علی الاعلان بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

یہ لوگ کعب بن اسد کے پاس گئے اور اس کو معاہدہ یاد دلایا کعب نے کہا کیسا معاہدہ اور کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم ؟ میرا ان سے کوئی معاہدہ نہیں جب واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا۔ عضل وقارہ یعنی جس طرح قبیلۂ عضل اور قارہ نے اصحاب رجیع یعنی خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ غدر کیا، اسی طرح انھوں نے بھی غداری کی۔ سیرۃ ابن ہشام ص۱۰۳ ج ۲ زرقانی ص۱۱۱ ج ۲ ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی غداری اور بدعہدی سے صدمہ ہوا۔ کافروں نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ باہر کے دشمنوں کا ٹڈی دل سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اندرونی دشمن یعنی قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گئے، ہر شخص مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ الغرض مسلمانوں کے لئے عجب پریشانی کا وقت تھا۔ جاڑوں کی راتیں تھیں اور کئی کئی دن کا فاقہ تھا۔

حق جل شانہ نے سورۂ احزاب میں اس معرکہ کا حال اس طرح بیان فرمایا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ؕ[۱]	یاد کرو اس وقت کو کہ جب دشمن تمھارے سر پر آپہنچے اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی جانب سے بھی اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور خدا کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس جگہ اہل ایمان آزمائے گئے اور خوب ہلائے گئے۔

یہ وقت ابتلاء اور آزمائش کا تھا۔ ابتلاء کی کسوٹی پر نفاق اور اخلاص کو کسا جا رہا تھا۔ اس کسوٹی نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔ چنانچہ منافقین نے حیلے اور بہانے شروع کئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے گھر پست دیوار ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں۔ بچوں اور عورتوں کی حفاظت ضروری ہے ہم اس لئے اجازت چاہتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ؕ[۲]	منافقین یہ کہتے تھے کہ تحقیق ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہیں محض بھاگنا چاہتے ہیں اس لئے یہ حیلے بہانے کر رہے ہیں۔

---

[۱] الاحزاب، آیۃ ۱۰ ۔ [۲] ایضاً۔ آیۃ ۱۳

اور مسلمان جن کے قلوب اخلاص اور ایقان سے لبریز تھے ان کی یہ حالت ہوئی جو حق جل شانہ نے بیان فرمائی۔

وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا[1]

اور اہلِ ایمان نے جب کافروں کی فوجیں دیکھیں تو بے ساختہ یہ کہا۔ یہ وہی ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے اور اس سے ان کے یقین اور اطاعت میں اور زیادتی ہوگئی

غرض یہ کہ یہود اور منافقین سب ہی نے اس لڑائی میں بدعہدی کی اور مسلمان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے محاصرہ اور نرغہ میں آگئے محاصرہ کی شدت اور سختی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ مسلمان بمقتضائے بشریت کہیں گھبرا نہ جائیں اس لئے یہ قصد فرمایا کہ عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے (جو قبائل غطفان کے قائد اور سردار تھے) مدینہ کے نخلستان کے تہائی پھل دے کر ان سے صلح کر لی جائے تاکہ یہ لوگ ابوسفیان کی مدد سے کنارہ کش ہو جائیں اور مسلمانوں کو اس حصار سے نجات ملے چنانچہ آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا، ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ نے آپ کو ایسا حکم دیا ہے اگر ایسا ہے تو ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ یا آپ محض از راہِ شفقت و رافت ہمارے خیال سے ایسا قصد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا کوئی حکم نہیں۔ محض تمہاری خاطر میں نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے کہ عرب نے متفق ہو کر ایک کمان سے تم پر تیر باری شروع کی ہے اس طریق سے میں ان کی شوکت اور اجتماعی قوت کو توڑنا چاہتا ہوں۔

سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم اور یہ سب کافر اور مشرک تھے بتوں کو پوجتے تھے، اللہ عزوجل کو جانتے بھی نہ تھے۔ اس وقت بھی ان کی یہ مجال نہ تھی کہ ہم سے ایک خرما بھی لے سکیں اِلّا یہ کہ مہمانی کے طور پر یا خرید کر اور اب جبکہ ہم کو اللہ عزوجل نے ہدایت کی لازوال اور بے مثال نعمت سے سرفراز فرمایا اور اسلام سے ہم کو عزت بخشی تو اپنا مال ہم ان کو دیدیں یہ نا ممکن

---

[1] الاحزاب، آیۃ: ۲۲

ہے، والله انھیں اپنا مال دینے کی ہوس کوئی حاجت نہیں خدا کی قسم ہم ان کو سوائے تلوار کے کچھ نہ دیں گے ان سے جو ہو سکتا ہے وہ کر گزریں۔

اور اس بارے میں جو صلح کی تحریر لکھی گئی تھی سعد بن معاذ نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ہاتھ سے لے کر اس کی تمام عبارت مٹا دی[1]

دو ہفتے اسی طرح گزر گئے مگر دست بدست لڑائی اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی صرف طرفین سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ بالآخر قریش کے چند سوار عمرو بن عبدود۔ عکرمۃ بن ابی جہل۔ ہبیرۃ بن ابی وہب، ضرار بن خطاب، نوفل بن عبداللہ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے، جب خندق تک پہنچے تو یہ کہا خدا کی قسم یہ مکر و فریب پہلے عرب میں نہ تھا۔ ایک مقام سے خندق کا عرض کم تھا وہاں سے پھاند کر اس طرف پہنچے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لئے آواز دی، عمرو بن عبدود جو جنگ بدر میں زخم کھا کر گر گیا تھا سر سے پاؤں تک غرق آہن تھا۔ ھل من مبارز کہہ کر مقابلے کے لئے آواز دی۔ شیر خدا حضرت علی اس کے مقابلہ کے لئے بڑھے، اے عمرو میں تجھکو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا میں تم کو لڑائی اور مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا تم کمسن[2] ہو اپنے سے بڑے کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجو میں تمھارے قتل کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی نے فرمایا میں تمھارے قتل کو پسند کرتا ہوں یہ سن کر عمرو کو طیش آگیا اور گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور آگے بڑھ کر حضرت علی پر وار کیا جس کو حضرت علی نے سپر سے روکا لیکن پیشانی پر زخم آیا۔ بعد ازاں حضرت علی نے اس پر وار کیا جس نے اس کا کام تمام کیا۔

حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا جس سے مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اللہ عزوجل نے فتح دی۔

نوفل بن عبداللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا۔ گھوڑے پر سوار تھا، خندق کو پھاندنا چاہتا تھا کہ خندق میں گر پڑا اور گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ مشرکین نے دس ہزار درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے کہ اس کی لاش ہمارے حوالہ کردی جائے آپ نے ارشاد فرمایا وہ بھی خبیث

---

[1] ابن ہشام، ج ۲، ص: ۱۷۱۔ [2] عمرو بن عبدود کی عمر اس وقت نوّے سال سے متجاوز تھی ۱۲ زرقانی

اور ناپاک تھا اور اس کی دیت بھی خبیث اور ناپاک ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر بھی اور اس کی دیت پر بھی ہمیں نہ دس ہزار کی ضرورت ہے اور نہ لاشہ کی۔ اور بلا کسی معاوضہ کے لاش ان کے حوالے کر دی۔[1]

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہ رگ پر ایک تیر آکر لگا۔ حضرت سعدؓ نے اس وقت یہ دعا مانگی۔

اے اللہ اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہے تو مجھکو اس کے لئے باقی رکھ کیوں کہ مجھکو اس سے زیادہ کوئی محبوب اور پیاری چیز نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں کہ جس نے تیرے رسول کو ایذائیں پہنچائی اور اس کو جھٹلایا اور اس کو حرم آمن سے نکالا اور اے اللہ اگر تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو میرے لئے شہادت کا ذریعہ بنا اور اس وقت تک مجھکو موت نہ دے جب تک کہ بنی قریظہ کی ذلت اور رسوائی سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔[2]

حملہ کا یہ دن نہایت ہی سخت تھا، تمام دن تیر اندازی اور سنگ باری میں گزرا اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہود کی آبادی وہاں سے قریب تھی، حضرت صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی بھی اسی قلعہ میں تھیں حضرت حسان اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے حضرت صفیہ نے دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کے اردگرد چکر لگا رہا ہے اندیشہ ہوا کہ کہیں جاسوس نہ ہو اس لئے حضرت صفیہ نے حضرت حسان سے کہا کہ اس کو قتل کر دو ایسا نہ ہو کہ دشمنوں سے ہماری مخبری کر دے، حضرت حسان نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس کام کا ہی نہیں حضرت صفیہ اٹھیں اور خیمہ کی ایک لکڑی لے کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا کہ یہ مرد ہے اور میں عورت ہوں اس لئے میں تو ہاتھ نہ لگاؤں گی تم اس کے ہتھیار اتار لاؤ حضرت حسان نے کہا مجھے اس کے ہتھیار اور سامان کی ضرورت نہیں۔ (ابن ہشام)

اثناء محاصرہ میں نعیم بن مسعود اشجعی غطفان کے ایک رئیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

[1] زرقانی - ج ۲، ص: ۱۱۳ - [2] ابن ہشام، ج ۲، ص: ۱۴۳ -

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر ایمان لایا میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں اگر اجازت ہو تو میں کوئی تدبیر کروں جس سے یہ حصار ختم ہو آپ نے فرمایا ہاں تم ایک تجربہ کار آدمی ہو اگر کوئی ایسی تدبیر ممکن ہو تو کر گزرو۔

فان الحرب خدعۃ　　اس لئے کہ لڑائی نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے

چنانچہ نعیمؓ نے ایسی تدبیر کی کہ قریش اور بنو قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی اور بنو قریظہ قریش کی امداد سے دست کش ہو گئے۔ (مفصل قصہ فتح الباری ص ۳۰۹ ج ۷ اور زرقانی ص ۱۱۶ ج ۲ و ص ۱۱۴ ج ۲ اور تاریخ طبری ص ۵۰ ج ۳ میں مذکور ہے)۔

عمرو بن عبدود اور نوفل کے قتل ہو جانے کے بعد قریش کے بقیہ سوار شکست کھا کر واپس ہوئے۔ مسند احمد میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم نے حصار کی شدت اور سختی کا ذکر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا دعا مانگو۔

اللھم استر عوراتنا وآمن روعاتنا.　　اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا۔ اور ہمارے خوف کو دور کر۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ یہ دعا فرمائی۔ [۵]

اللھم منزل الکتاب ومجری السحاب وھازم الاحزاب اھزمھم وانصرنا علیھم (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا تمنوا لقاء العدو)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور قریش اور غطفان پر ایک سخت ہوا مسلط کی کہ جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے، رسیاں اور طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں، گرد و غبار اڑ اڑ کر آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا۔ اسی بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۵۔ مسند احمد اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے مسجد احزاب میں ہاتھ اٹھا کر اور کھڑے ہو کر دعا مانگی اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ زوال کے بعد۔ ۱۲ زرقانی ص ۱۲۰ ج ۲

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ (الاحزاب، آیۃ ۹)

اے ایمان والو یاد کرو اللہ کے اس انعام کو جو تم پر اس وقت ہوا کہ جب کافروں کے بہت سے لشکر تمہارے سروں پر آ پہنچے پس اس وقت ہم نے تمہارے دشمنوں پر ایک آندھی بھیجی اور تمہاری مدد کیلئے آسمان سے ایسے لشکر اتارے جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا سے فرشتے مراد ہیں جنہوں نے کافروں کے دلوں کو مرعوب اور خوفزدہ بنایا اور مسلمانوں کے دلوں کو قوی مضبوط کیا۔ اس طرح کفار کا دس ہزار لشکر وہاں سے سراسیمہ ہو کر بھاگا۔ کما قال تعالےٰ۔

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا۔ (زرقانی صـ۱۲۲ ج ۲) [1]

اور اللہ تعالےٰ نے کافروں کو مع ان کے غیظ و غضب کے واپس کر دیا اور ذرہ برابر کسی بھلائی کو حاصل نہ کر سکے اور اللہ نے اہلِ ایمان کی طرف سے لڑائی میں کفایت کی اور اللہ تعالیٰ بڑا توانا اور غلبہ والا ہے

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھکو حکم دیا کہ جا کر قریش کی خبر لاؤں، میں نے عرض کیا میں کہیں پکڑا نہ جاؤں، آپ نے فرمایا:

انك لن تؤسر — البتہ تحقیق تو ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔

اور بعد ازاں میرے لئے یہ دُعا فرمائی:

اللهم احفظه من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته۔

اے اللہ اس کو آگے سے اور پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اُوپر سے اور نیچے سے حفاظت فرما۔

---

[1] الاحزاب، آیۃ ۲۵

آپ کی دعا سے میرا تمام خوف دور ہو گیا اور نہایت شاداں اور فرحاں روانہ ہوا۔ جب جانے لگا تو یہ فرمایا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا۔ میں ان کے لشکر میں پہنچا تو ہوا اس قدر تیز تھی کہ کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی اور تاریکی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ کوئی چیز دکھلائی نہیں دیتی تھی۔ اتنے میں حذیفہؓ نے ابو سفیان کو یہ کہتے سنا اے گروہ قریش یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہمارے جانور ہلاک ہو گئے۔ بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس ہوا نے ہم کو سراسیمہ اور پریشان بنا دیا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا بہتر یہ ہے کہ فوراً لوٹ چلو۔ اور یہ کہہ کر ابو سفیان اونٹ پر سوار ہو گیا۔

حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اس کو تیر سے مار ڈالوں لیکن آپ کا ارشاد یاد آ گیا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا۔ اس لئے میں واپس آ گیا۔ زرقانی ص۱۱۱ ج ۲

جب قریش واپس ہوئے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

الآن نغزوهم ولا يغزوننا نحن نسير اليهم ۰ (بخاری شریف)	اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے ہم ہی ان پر حملہ کرنے کے لئے چلیں گے یعنی کفر اب اتنا کمزور ہو گیا کہ اب اس میں اتنی قوت

نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی اقدام کر سکے اور اسلام فقط اپنا دفاع کرے بلکہ اس کے برعکس اب اسلام اتنا قوی ہو گیا ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں ابتداءً اقدام کریگا اور جارحانہ حملہ آور ہوگا۔

(تنبیہ) جو لوگ اسلام میں اقدامی جہاد کے منکر ہیں وہ بخاری کے روایت کے ان الفاظ کو خوب بغور پڑھ لیں۔

اور جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی اور زبانِ مبارک پر یہ کلمات تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ

ـــــــــــــــ
ــلے۔ یہ لفظ صحیح بخاری کی روایت میں نہیں بلکہ ابن اسحٰق کی روایت سے لیا گیا ہے۔ باقی روایت صحیح بخاری کی ہے۔۱۲

اللہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۹)

ابن سعد اور بلاذری کہتے ہیں کہ محاصرہ پندرہ دن رہا۔ واقدی کہتے ہیں یہی قول سب سے زیادہ راجح ہے۔ سعد بن مسیب فرماتے ہیں۔ چوبیس دن رہا۔ اس غزوہ میں مشرکین میں کے تین آدمی قتل ہوئے نوفل بن عبداللہ۔ عمرو بن عبدود۔ منبہ بن عبید اور چھ آدمی مسلمانوں میں کے شہید ہوئے۔

(۱)۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲)۔ انس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳)۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵)۔ ثعلبۃ بن عنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶)۔ کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور دو نام حافظ دمیاطی نے اضافہ کیے

(۷)۔ قیس بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸)۔ عبداللہ بن ابی خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوہ بنی قریظہ

ذی قعدہ ۵ھ[1] یوم چہارشنبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ غزوۂ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو جبرئیل امین ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف[2] لائے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا آپ نے ہتھیار اُتار دیئے آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ جبرئیل امین نے کہا فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور میں خود بنی قریظہ کی طرف جا رہا ہوں اور ان کو جا کر متزلزل کرتا ہوں۔[3]

---

[1] ۔ زرقانی صفحہ ۱۲۶ ج ۲۔ [2] ۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ جبرئیل امین موضع جنائز یعنی وہ جگہ جو آپ نے نماز جنازہ کے لیے مسجد سے علیحدہ بنوائی تھی اس کے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ طبقات صفحہ ۵۳ ج ۲۔ معلوم ہوا کہ جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھنی چاہیے ورنہ جنازہ کے لیے مسجد سے علیحدہ جگہ بنانے کی کیا حاجت تھی۔

[3] ۔ البدایۃ والنہایۃ، ج: ۴، ص: ۱۱۶ ۔ ابن ہشام ج ۲، ص: ۲۴۵

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بنی قریظہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین پہلے سے معاہدہ تھا جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو بنی قریظہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے۔ اللہ عزوجل نے جب احزاب کو شکست دی تو بنی قریظہ قلعوں میں گھس گئے جبرئیل امین فرشتوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں آپ نے فرمایا میرے اصحاب ابھی تھکے ہوئے ہیں جبرئیل امین نے کہا آپ اس کا خیال نہ کریں روانہ ہو جائیں میں ابھی جا کر ان کو متزلزل کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے کوچہ بنی غنم تمام گرد و غبار سے بھر گیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وہ غبار کہ جو حضرت جبرئیل کی سواری سے کوچہ بنی غنم میں اٹھا تھا وہ اب تک میری نظروں میں ہے گویا کہ اس وقت میں اس غبار کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ بخاری شریف

جبرئیل امین تو روانہ ہوئے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے حکم دیا کہ کوئی شخص سوائے بنی قریظہ کے کہیں نمازِ عصر نہ پڑھے۔ راستہ میں جب نماز عصر کا وقت آیا تو اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ بعض نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہ تھا۔ کہ نماز قضا کر دی جائے بلکہ مقصود تعجیل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر اظہار ناراضی نہیں فرمایا (بخاری شریف) اس لئے کہ نیت ہر ایک کی بخیر تھی۔

فائدہ:

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا اور جس نے اجتہاد اور استنباط کیا۔ اس کو بھی اجر ملا لیکن جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کر کے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر ادا نہ کی حتیٰ کہ وقت عصر نکل گیا تو ان لوگوں کو فقط ایک فضیلت حاصل ہوئی یعنی حکم نبوی کی تعمیل کا اجر ملا اور جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیا۔

اور سمجھا کہ منشاء نبوی یہ نہیں کہ نماز عصر قضا کر دی جائے بلکہ مقصود جلد پہنچنا ہے اس لئے نماز عصر راستہ ہی میں پڑھ لی۔ ان لوگوں کو اس اجتہاد اور استنباط کی بدولت دو فضیلتیں حاصل ہوئیں ایک فضیلت حکم نبوی کی تعمیل کی۔ اور دوسری فضیلت صلوٰۃ وسطیٰ (نماز عصر) کی محافظت کی (جو درحقیقت بے شمار فضائل کو متضمن اور شامل ہے جس کی محافظت کا حکم قرآن کریم میں آیا ہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى اور حدیث میں ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی اس کے اعمال حبط ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر الفاظ پر عمل کرنے والوں پر اگرچہ اظہار ناراضی نہیں فرمایا اس لئے کہ نیت بخیر تھی لیکن جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیا ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔ (فتح الباری ص۳۱۶ ج ۷)

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو رایت اسلام دے کر روانہ فرمایا جب حضرت علی وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا گالیاں دیں (جو ایک مستقل اور ناقابل عفو جرم ہے)

اور اس کے بعد آنحضرت خود بہ نفس نفیس روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنی قریظہ کا محاصرہ کیا پچیس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا اس اثناء میں ان کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کر کے یہ کہا کہ میں تین باتیں تم پر پیش کرتا ہوں ان میں سے جس ایک کو چاہو اختیار کر لو تا کہ تم کو اس مصیبت سے نجات ملے۔

اوّل یہ کہ ہم اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئیں اور اس کے متبع اور پیرو بن جائیں۔

فو اللہ لقد تبین لکم انہ لنبی مرسل وانہ للذی تجدونہ فی کتابکم فتأمنون علی دمائکم واموالکم وابنائکم ونسائکم

کیونکہ خدا کی قسم تم پر یہ بات بالکل واضح اور روشن ہو چکی ہے کہ وہ بلا شبہ اللہ عزوجل کے نبی اور رسول ہیں اور تحقیق یہ وہی نبی ہیں جن کو تم توریت میں لکھا پاتے ہو۔ اگر ایمان لے آؤ گے تو تمہاری جان اور مال بچے اور عورتیں

سب محفوظ ہو جائیں گے۔

بنی قریظہ نے کہا کہ ہم کو یہ منظور نہیں۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑیں گے۔ کعب نے کہا اچھا اگر یہ منظور نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے بے فکر ہو جاؤ اور شمشیر بکف ہو کر پوری ہمت اور تن دہی کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کرو اگر ناکام رہے تو بچوں اور عورتوں کا کوئی غم نہ ہوگا اور اگر کامیاب ہو گئے تو عورتیں بہت ہیں ان سے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ بنو قریظہ نے بلا وجہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے زندگی کا تلف کیا ہے۔ کعب نے کہا اچھا اگر یہ منظور نہیں تو تیسری بات یہ ہے کہ آج ہفتہ کی شب ہے عجب نہیں کہ محمد اور ان کے اصحاب غافل اور بے خبر ہوں اور ہماری جانب سے بایں وجہ مطمئن ہوں کہ یہ دن یہود کے نزدیک محترم ہے اس میں وہ حملہ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی اس بے خبری اور غفلت سے یہ نفع اٹھاؤ کہ یکایک ان پر شب خون مارو، بنو قریظہ نے کہا اے کعب تجھکو معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے بندر اور سور بنائے گئے پھر تو ہمکو اسی کا حکم دیتا ہے، الغرض بنو قریظہ نے کعب کی ایک بات کو نہ مانا

ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے بنی قریظہ کے حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے ان کو یہ امید ہوئی کہ شاید وہ اس آڑے وقت میں ہماری کوئی مدد کر سکیں اس بنا پر بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ابو لبابہؓ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم ان سے مشورہ کریں آپ نے ابو لبابہؓ کو اجازت دی۔ ابو لبابہ کو دیکھ کر سب جمع ہو گئے، بچے اور عورتیں ان کو دیکھکر رونے لگے یہ دیکھکر ابو لبابہ کا دل بھر آیا۔ بنو قریظہ نے جب ان سے یہ دریافت کیا کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منظور کر لیں اور آپ کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں۔ ابو لبابہؓ نے کہا ہاں بہتر ہے لیکن حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کئے جاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تمہارے قتل کا ہے۔ ابو لبابہ اپنی جگہ سے ابھی ہٹے نہ تھے فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے اللہ عز وجل اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی اور سیدھے وہاں سے مسجد نبوی میں پہنچے اور اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ عز وجل میری توبہ قبول نہ فرمائے گا اس وقت تک اس جگہ سے نہ نکلوں گا

اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ بنی قریظہ میں کبھی قدم نہ رکھوں گا اور جس شہر میں اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے اس کو کبھی نہ دیکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو یہ ارشاد فرمایا اگر وہ سیدھا میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن جب وہ ایسا کر گزرا ہے تو میں اس کو اپنے ہاتھ سے نہ کھولوں گا جب تک اللہ عزوجل اس کی توبہ نازل نہ فرمائے۔[۵۱]

بالآخر مجبور ہو کر بنو قریظہ اس پر آمادہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے۔

جس طرح خزرج اور بنو نضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے۔ اسی طرح اوس اور بنو قریظہ میں حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے اوس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ خزرج کے التماس پر حضور نے بنی نضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی طرح کا معاملہ ہماری استدعا پر بنو قریظہ کے ساتھ فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا فیصلہ تم ہی میں کا ایک شخص کردے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کردیں وہ ہمیں منظور ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب خندق میں زخمی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں ان کے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ حمار پر سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ کے قریب پہنچے تو یہ فرمایا:

قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُم[۵۲] — اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو

جب اتار کر بٹھا دیئے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے سعدؓ نے کہا میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں کے لڑنے والے یعنی مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور بچے اسیر کر کے لونڈی اور غلام بنائے جائیں اور اُن کا تمام مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

بعد ازاں حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی۔

۵۱۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۴۷؛ البدایۃ والنہایہ ج: ۴، ۱۱۹

۵۲۔ اور یا یہ معنی لئے جائیں کہ اپنے سردار کے اتارنے کے لئے اٹھو کیونکہ وہ بیمار تھے۔ ۱۲

اے اللہ تجھکو خوب معلوم ہے کہ مجھ کو اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں کہ اس قوم سے جہاد کروں جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور حرم سے اس کو نکالا۔ اے اللہ میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے پس اگر قریش سے ابھی لڑنا باقی ہے تو مجھکو زندہ رکھ تاکہ تیری راہ میں اُن سے جہاد کروں اور اگر تو نے لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اسی کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ دُعا کا ختم کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش ہل گیا۔ رواہ البخاری اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے تمام دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے اور آسمانوں کے فرشتے ان کی رُوح کے چڑھنے سے مسرور ہوئے (رواہ الحاکم) فتح الباری، مناقب سعد بن معاذؓ

اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے جو اس سے قبل کبھی آسمان سے نازل نہ ہوئے تھے (ذکرہ ابن عائذ) ورواہ البزار واسنادہ جید[۵]

چنانچہ انصار میں سے کسی نے اس بارے میں یہ شعر کہا ہے!

وَمَا اهْتَزَّ عَرْشُ اللّٰہِ مِنْ مَوْتِ هَالِكٍ سَمِعْنَا بِهٖ اِلَّا لِسَعْدٍ اَبِیْ عَمْرٍو

(استیعاب لابن عبد البر ص۲۲ ج ۲ ترجمہ سعد بن معاذؓ)

ہم نے سوائے سعد بن معاذ کے اور کسی مرنے والے کے لئے کبھی نہیں سنا کہ عرش خداوندی اس کے مرنے سے ہلا ہو۔ اور ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم روض الانف ص۱۹۳ ج۲

تمام بنی قریظہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور ایک انصاری عورت کے مکان میں ان کو محبوس رکھا گیا اور بازار میں ان کے لئے خندقیں کھدوائی گئیں بعد ازاں دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ حیی بن اخطب اور سردار بنی قریظہ کعب

۵۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۴، ص: ۱۲۸

بن اسد کی بھی گردن ماری گئی۔ حیی بن اخطب (جس کے کہنے سے کعب ابن اسد سردار بنی قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی اور معاہدہ توڑا) جب آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ واللہ میں اپنے نفس کو آپ کی دشمنی کے بارے میں ملامت نہیں کرتا لیکن حق یہ ہے کہ خدا جس کی مدد نہ کرے اس کا کوئی مددگار نہیں پھر لوگوں کی طرف دیکھا اے لوگو کچھ مضائقہ نہیں اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے جو سزا مقدر کی تھی اور جو مصیبت ان کے لئے لکھ دی تھی وہ پوری ہوئی یہ دیکھ کر حیی بیٹھ گیا اور اس کی گردن ماری گئی عورتوں میں سوائے ایک عورت کے کوئی عورت قتل نہیں کی گئی جس کا یہ جرم تھا کہ اس نے کوٹھے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے خلاد بن سوید شہید ہوئے۔

۱۲۔ ابن ہشام اس عورت کا نام بنانہ تھا حکم قرظی کی بیوی تھی۔ عیون الاثر ص۸۰، ج ۲

ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان میں حضرت جابر سے باسناد صحیح مروی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی اور سبایا بنی قریظہ یعنی قیدیوں کو فروخت کرنے کے لئے نجد اور شام کی طرف بھیجا گیا اور ان کی قیمت سے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے اور جو مال و اسباب بنی قریظہ سے غنیمت میں ملا تھا وہ مسلمانوں پر تقسیم کیا گیا۔[1]

بنی قریظہ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ
اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ
قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَّ
اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ
وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔[2]

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے اور اللہ نے تم کو وارث بنایا ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تم نے ابھی تک قدم بھی نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[1] زرقانی، ج ۲ ص: ۱۳۰　[2] الاحزاب، آیۃ: ۲۶

تنبیہ: بنی قریظہ کے متعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ عین تورات کے مطابق تھا جس پر ان کا ایمان تھا۔ چنانچہ تورات سفر استثنار باب بستم آیت دھم میں ہے۔

جب تو کسی شہر کے پاس لڑنے کے لئے آپہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام کر۔ اگر وہ صلح منظور کرے اور تیرے لئے دروازہ کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند قدوس تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر مگر عورتوں[۱] اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور تو اپنے دشمنوں کی لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو[۲]

اور ابو لبابہؓ مسجد کے ستون سے بندھے ہوئے تھے صرف نماز اور قضاء حاجت کے لئے کھول دیئے جاتے تھے۔ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں اسی طرح رہوں گا یہاں تک مر جاؤں یا اللہ عزوجل میری توبہ قبول فرمائیں چھ روز کے بعد سحر کے وقت ان کی توبہ نازل ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر میں تھے۔ حضرت ام سلمہ نے آپ سے اجازت لے کر ان کو بشارت سنائی اور مبارک باد دی۔ مسلمان دوڑے کہ ان کو کھولیں۔ ابو لبابہؓ نے کہا میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے اس وقت نہ کھلوں گا چنانچہ آپ جب صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

نکتہ: ابو لبابہ رضی اللہ عنہ پر ندامت کی کیفیت طاری ہوئی کہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ ڈالا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دستِ مبارک سے آکر نہ کھولیں اس وقت تک اس ستون سے بندھا رہوں گا اگرچہ میری موت آ جائے یہ ایک خاص کیفیت اور خاص حالت تھی جو کبھی کبھی خداوند ذو الجلال کے محبین و مخلصین پر طاری ہوتی ہے

---

[۱] یعنی ان سب کو اپنا غلام اور اپنی کنیز بناؤ ۱۲۔ [۲] کما قال تعالیٰ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۱۲۔

اسی کو اصطلاح میں حال کہتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول نے پسند فرمایا حق جل شانہ نے ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الی اخیر الآیات[1] اور ان کی توبہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ابولبابہ بیس دن تک مسجد کے ستون سے بندھے رہے جب آیت نازل ہوئی تو خود نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مسجد میں تشریف لے گئے اور ابولبابہ کو بشارت سنائی اور خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

معلوم ہوا کہ جوشِ محبت میں اس قسم کے احوال اور کیفیات کا طاری ہونا عند اللہ اور عند الرسول مستحسن اور پسندیدہ ہے اس کا انکار کسی طرح مناسب نہیں ایسی کیفیات اور حالات کا طاری ہونا عقلاً عشق اور محبت کے لوازم میں سے ہے جو لوگ حضرات صوفیہ کرام کے حال اور وجد کے منکر ہیں گمان ایسا ہوتا ہے کہ ان کا دل جوشِ محبت سے خالی ہے، جب آدمی کو جوش آتا ہے تو اپنا ہوش نہیں رہتا ہانڈی کے نیچے جب آگ زیادہ ہوگی تو اُبال کا آنا لازمی امر ہے بہرحال وجد اور حال کا انکار ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے میں جب آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا تو صدیق اکبر نے عائشہ صدیقہ سے کہا کہ اے بیٹی اُٹھ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر۔ عائشہ صدیقہ نے کہا

انا لا اشکر الا ربی — میں تو سوائے خدا کے کسی کا شکر نہ کروں گی

یہ بھی شکر اور وجد کی ایک کیفیت تھی کہ خداوند ذو الجلال کے اس بے مثال انعام کو دیکھ کر ایسا سرور طاری ہوا کہ اس نے اس درجہ مخمور بنا دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ سے بھی انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ صاحب حال معذور ہے ورنہ درحقیقت یہ سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کی برکت تھی نزول برارت کی وجہ سے عائشہ صدیقہ پر

---

[1] سورۂ انفال، آیتہ: ۱۵۲

ایک سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی اس حالت میں یہ کلمات زبان سے نکل گئے۔ (ہٰذا توضیح ما افادہ الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی فی مدارج النبوۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح

اسی سال یعنی ۵ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔

قال قتادة والواقدي وبعض اهل المدينة تزوجها عليه السلام سنة خمس زاد بعضهم في ذي القعدة قال الحافظ البيهقي تزوجها بعد بني قريظة وقال خليفة بن خياط وابو عبيدة ومعمر بن المثنى وابن مندة تزوجها سنة ثلاث والاول اشهر وهو الذي سلكه ابن جرير وغير واحد من اهل التاريخ البداية والنهاية ج۴ ص۱۴۵

قتادہ اور واقدی اور بعض علماء مدینہ کا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے ۵ھ میں نکاح کیا اور بعض نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ماہ ذی قعدہ میں کیا اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت زینب سے نکاح بعد غزوۂ بنی قریظہ کے کیا اور خلیفہ بن خیاط اور ابو عبیدہ اور معمر اور ابن مندہ یہ کہتے ہیں کہ ۳ھ میں نکاح کیا اور پہلا قول یعنی ۵ھ میں نکاح کا ہونا یہی زیادہ مشہور ہے اور اسی کو ابن جریر اور بہت سے مؤرخین نے اختیار کیا ہے۔

حضرت زینب کے نکاح کا مفصل قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا۔

نزول حجاب

اور حضرت زینب ہی کے ولیمہ میں آیت حجاب نازل ہوئی یعنی یہ آیت کریمہ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ۔ یہ سورۂ احزاب کی آیت ہے اس

آیت کو آیتِ حجاب کہتے ہیں کہ عورت ایسے شخص کے سامنے نہ آئے کہ جس سے اس کا نکاح جائز ہو اور سورۂ نور میں جو آیتیں نازل ہوئیں یعنی قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا الیٰ قولہ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ۔ یہ آیتیں دربارۂ سترِ عورت نازل ہوئیں یہ آیاتِ ستر کہلاتی یعنی بدن کے کتنے حصّہ کو ہر وقت مستور اور پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اور بدن کے کتنے حصّہ کا کھلا رکھنا جائز ہے مثلاً گھر میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا واجب نہیں ان اعضاء کو اگر ہر وقت گھر میں بھی مستور رکھنا واجب اور فرض ہو تو دشواری ہو جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے سامنے چاہے کھول لیا کرو۔ اگر چہرہ کھولنے کی سب کے سامنے اجازت ہو تو پھر حجاب اور پردہ کے حکم نازل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس کی تفصیل بھی ان شاء اللہ حضرت زینب ہی کے قصہ میں آئے گی۔

۶ھ

سریۂ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ بسوئ قرطاء[1]

۱۰ محرم الحرام ۶ھ

۱۰ محرم الحرام ۶ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سواروں کو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں قرطاء کی جانب روانہ فرمایا۔ جا کر ان پر چھاپہ مارا۔ دس آدمی قتل ہوئے باقی بھاگ گئے۔ ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ سب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انیس۱۹ دن کے بعد ۲۹ محرم کو یہ لوگ مدینہ پہنچے خمس نکال کر مالِ غنیمت آپ نے غانمین پر تقسیم فرمایا تقسیمِ غنائم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے معادل قرار دیا[2]

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ سردار بنی حنیفہ ثمامہ بن اثال

---

[1] قرطاء۔ قبیلہ بنی بکر کی ایک شاخ ہے، مدینہ منورہ سے سات دن کے راستہ پر ہے مقام ضریہ میں بستے تھے۔ ۱۲ زرقانی صفحہ ۱۴۲ ج ۲

[2] طبقات ابن سعد۔ ج ۲، ص: ۵۶

کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں لائے آپ نے اُن کو مسجد کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔
(تا کہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کا نظارہ کریں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور
ان کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی تھی۔ اُن کے انوار و برکات اندر ہی اندر دلوں کی ظلمتوں
اور تاریکیوں کو صاف کرتے تھے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے ثمامہ میری نسبت
تمہارا کیا گمان ہے ثمامہ نے کہا میرا گمان آپ کے ساتھ اچھا ہے۔

ان تقتل تقتل ذا دم وان تنعم	اگر آپ قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں گے جو قتل
تنعم علی شاکر وان کنت تريد	کا مستحق ہے اور اگر انعام و احسان فرمائیں تو ایک شکر
المال فسل منه ما شئت ۔	گزار پر انعام و احسان ہوگا اور اگر مال مطلوب ہے
	تو جتنا چاہیں عطا کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُن کر خاموش گزر گئے دوسرے روز پھر ادھر سے گزرے اور ثمامہ
سے دریافت فرمایا اے ثمامہ میری نسبت تمہارا کیا گمان ہے۔ ثمامہ نے آپ کا تلطف محسوس کر کے پہلا
اور تیسرا جملہ حذف کر دیا اور صرف اس قدر کہا۔

ان تنعم تنعم علی شاکر	اگر احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا۔

آپ سُن کر پھر خاموش گزر گئے۔ تیسرے روز پھر اس طرف سے گزرے اور وہی سوال فرمایا ثمامہ
نے کہا میرا گمان وہی ہے جو میں کل عرض کر چکا ہوں۔

آج ثمامہ نے ان تنعم تنعم علی شاکر کو بھی حذف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے خُلُقِ جمیل اور عفو و کرم
پر چھوڑ دیا۔ آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ خود ثمامہ
سے آپ نے یہ فرمایا۔

قد عفوت عنك يا ثمامة واعتقتك	اے ثمامہ میں نے تجھ کو معاف کیا اور آزاد کیا۔

ثمامہ رہا ہوتے ہی مسجد کے قریب کے ایک نخلستان تھا وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد میں آئے

اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے محمد اس سے پیشتر آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھکو دنیا میں مبغوض نہ تھا اور آج آپ کے چہرہ سے زیادہ روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھکو محبوب اور پیارا نہیں اور اس سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھکو مبغوض نہ تھا اور آج سب سے زیادہ آپ ہی کا دین مجھ کو محبوب ہے اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مبغوض نہ تھا اور آج آپ کے شہر سے زیادہ مجھ کو کوئی شہر محبوب نہیں۔ میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا کہ آپ کے سوار مجھکو گرفتار کر لائے اب جو ارشاد ہو۔ آپ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا اور بشارت دی۔ (یعنی تم صحیح اور سلامت رہوگے کوئی تم کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا)

ثمامہؓ جب مکہ آئے تو کسی کافر نے کہا کہ ثمامہ تو بے دین ہو گیا۔ ثمامہ نے کہا۔ ہرگز نہیں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں یعنی میں بے دین نہیں ہو گیا اس لئے کہ کفر اور شرک کوئی دین نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ خیال ہے۔ بلکہ میں تو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہو گیا ہوں اور اپنے آپ کو اسی کے حوالہ اور سپرد کر دیا ہے۔ خدا کی قسم میں کبھی تمہارے مذہب کی طرف رجوع نہ کروں گا اور خوب سمجھ لو کہ یمامہ سے جو غلہ تمہارے پاس آتا ہے اب ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر غلہ کا آنا بند کر دیا تو قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ثمامہ کو لکھ بھیجیں کہ غلہ بھیجنا بدستور جاری کر دیں۔ آپ نے ثمامہ کو خط لکھوا کر روانہ فرمایا کہ غلہ نہ روکیں (بخاری شریف وفتح الباری ص ۹۸ ج ۸ باب وفد بنی حنیفہ)

مسئلہ: جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لئے غسل مستحب ہے۔ کذا فی فتح القدیر

ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب اہل یمامہ مرتد ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ آئتیں لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ حٰمٓ	یہ کتاب اتاری گئی ہے اُس اللہ کی جانب سے جو غالب ہے
تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ	اور دانا ہے اور گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا
الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ	قبول کرنے والا اور مجرموں کو سخت سزا دینے
شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ	والا اور دوستوں کو بڑا انعام دینے والا ہے اس کے
اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ٥ [1]	سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔

اور بعد ازاں لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا بھلا انصاف تو کرو کہ اس کلامِ معجز نظام کو مسیلمہ کذاب کے ہذیان سے کیا نسبت۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حقانیت اور اخلاص میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات اثر کر گئے تین ہزار آدمی مسیلمہ کذاب کا ساتھ چھوڑ کر آغوشِ اسلام میں آگئے۔ (زرقانی ص۱۴۴ ج۴)

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ جب اہل یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ثمامہؓ نے لوگوں کو مسیلمہ کذاب کے اتباع سے روکا اور یہ فرمایا:

ایاکم وامرا مظلما لا نور فیہ	اے لوگو تم اپنے کو اس تاریک امر سے بچاؤ اس میں
وانہ لشقاء کتبہ اللہ عزوجل علی	کہیں نور کا نام و نشان نہیں البتہ تحقیق یہ شقاوت
من اخذ بہ منکم وبلاء علی من	اور بدبختی ہے جس کو اللہ عزوجل نے ان لوگوں کے
لم یاخذ منکم یا بنی حنیفۃ	حق میں لکھ دیا ہے جنھوں نے اس کو قبول کیا اور

ابتلاء اور امتحان ہے ان لوگوں کے حق میں جنھوں نے اسے اختیار نہیں کیا اے بنی حنیفہ اس نصیحت کو خوب سمجھ لو۔

لیکن حضرت ثمامہ نے جب یہ دیکھا کہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور لوگ کثرت سے اُس کے متبع ہو گئے۔ تو جو مسلمان ان کے ساتھ تھے اُن سے فرمایا خدا کی قسم میں اس شہر میں ہرگز نہ رہوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہے جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے۔ ثمامہؓ مسلمانوں

---

[1] سورۂ مومن، آیۃ: ۳۔

کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور جاکر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے اور اس بارے میں حضرت ثمامہ نے کچھ اشعار کہے ؎

دعانا الی ترك الدیانة والهدیٰ مسیلمة الكذاب اذجاء یسجع

مسلمہ کذاب نے ہم کو دین اور ہدایت کے چھوڑنے کی طرف ہم کو بلایا جس وقت کہ وہ کاہنوں کے سے سجع کہتا تھا

فیا عجبا من معشر قد تتابعوا له فی سبیل الغی والغی اشنع

تعجب ہے ان لوگوں سے جنھوں نے اس کے اتباع سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا حالانکہ گمراہی بہت ہی بری چیز ہے۔ کذا فی الاستیعاب لابن عبد البر ترجمہ ثمامہ رضی اللہ عنہ

غزوہ بنی لحیان

ربیع الاول ۶ھ

یکم ربیع الاول ۶ھ کو آپ بنفس نفیس عاصم بن ثابت اور اور خبیب بن عدی اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ بنو لحیان آپ کی خبر پاتے ہی بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں چھوٹی چھوٹی مہیں روانہ کیں۔ جن میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دس سوار دے کر روانہ فرمایا۔ بلا جدال و قتال آپ واپس ہوئے اور زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔ آیبون تائبون عابدون لربنا حامدون اعوذ باللہ من وعثاء السفر وکآبة المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۵۶ ج ۲ زرقانی صفحہ ۱۴۲ ج ۲۔

غزوہ ذی قرد

ربیع الاول ۶ھ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے جو بلاد غطفان کے قریب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور آپ کی اونٹنیاں پکڑ کرلے گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر متعین تھے ان کو قتل کر ڈالا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو پکڑ کرلے گئے۔

سلمہ بن اکوع اطلاع ملتے ہی ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر یا صباحاہ کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گونج اٹھا۔ سلمہ بن اکوع بڑے تیر انداز تھے، دوڑ کر ان کو پانی کے ایک چشمہ پر جا پکڑا۔ ان پر تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

انا ابن الاکوع　　　والیوم یوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔

یہاں تک تمام اونٹنیاں اُن سے چھڑا لیں اور تیس یمنی چادریں اُن سے الگ چھینیں۔

ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانسو یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے وہاں پہنچے اور آپ اپنے روانہ ہونے سے پہلے بھی چند سوار روانہ فرما چکے تھے، ان لوگوں نے پہلے پہنچ کر اُن کا مقابلہ کیا۔ دو آدمی مشرکین میں کے مارے گئے ایک مسعدۃ بن حکمہ جس کو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور دوسرا ابان بن عمر کو جس کو عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مسلمانوں میں سے مُحرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب اخرم ہے[1]۔ عبدالرحمٰن بن عیینہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

---

[1] دیباچہ پچھلے صفحہ کا ہے اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ربیع الاوّل ۶ھ میں ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر سے تین روز پہلے ہوا مگر تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ ۶ھ حدیبیہ سے پہلے ہوا تفصیل کیلئے فتح الباری صفحہ ۳۳ ج ۷ کی مراجعت کریں۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ سب سے آگے اخرم تھے اور ان کے پیچھے ابو قتادہ تھے میں نے اخرم کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور کہا کہ تنہا نہ جاؤ۔ کہیں تم کو ہلاک نہ کر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا انتظار کرو۔ اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے سلمہ اگر تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جنت اور جہنم کو حق سمجھتا ہے تو میرے اور شہادت کے مابین حائل نہ ہو۔ سلمہ نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی، اخرم آگے بڑھے اور مقابلہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن عیینہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ بعد ازاں ابو قتادہ نے آگے بڑھ کر عبدالرحمٰن کے ایک نیزہ مارا جس نے اس کا کام تمام کیا۔ (اصابہ صفحہ ۳۶۵ ج ۳۔ ترجمہ محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ۔ وطبقات ابن سعد صفحہ ۶۰ ج ۲)۔

سلمہ بن اکوع نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا یارسول اللہ میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں، اگر سو آدمی مجھ کو مل جائیں تو سب کو گرفتار کر لاؤں آپ نے فرمایا:

یا ابن الاکوع ملکت فاسجح — اے ابن اکوع جب تو قابو پائے تو نرمی کر۔[ف]

مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شبانہ روز وہیں مقیم رہے اور صلوٰۃ الخوف پڑھی اور پانچ دن کے بعد مدینہ واپس ہوئے۔ زرقانی ص ۱۵۴ ج ۲

سریہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بسوی غمر[ف]

اسی ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ بن محصن کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ غمر کی جانب روانہ کیا لیکن وہ لوگ خبر پاتے ہی بھاگ گئے جب وہاں کوئی نہ ملا تو شجاع بن وہب کو ادھر اُدھر تلاش میں روانہ کیا تو ان سے ان کو ان کے مویشیوں کا کچھ پتہ نہ چلا انھیں میں کا ایک شخص ان کے ہاتھ لگ گیا، اُس کو پکڑ لائے اور اس سے پتہ دریافت کیا، وہاں پہنچ کر چھاپہ مارا دو سو اونٹ غنیمت میں ملے۔ (طبقات ابن سعد ص ۶۱ ج ۲)

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوی ذی القصہ[ف]

ربیع الآخر ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ کی طرف بنی ثعلبہ اور بنی عُوال کے مقابلہ میں روانہ فرمایا۔ رات کو پہنچے اور پہنچ کر سو گئے۔ غنیم پہاڑوں میں چھپ گیا۔ جب یہ سو گئے تو سو آدمیوں نے آکر شب خون مارا اور سب کو شہید کر ڈالا۔ محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے، ایک مسلمان ادھر سے گزرا اور محمد بن مسلمہ کی لاش کو اُٹھا کر مدینہ لایا۔

ف۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۳۵۳۔ ف۔ غمر ایک چشمہ کا نام ہے۔ ۱۲

ف۔ ذی القصہ ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۲ زرقانی

سریہ ابوعبیدہ بن الجراح سوئے ذی القصّہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتقام لینے کے لئے ابوعبیدہ کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ ذی القصہ کی طرف روانہ فرمایا۔ پہنچ کر ان پر حملہ کیا۔ شکست کھا کر بھاگ گئے ابوعبیدہ ان کے مویشی پکڑ لائے اور مدینہ واپس ہوئے اس کو سریہ ذی القصہ ثانی کہتے ہیں۔

سریۂ جموم

ربیع الآخر ۶ھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو جموم کی جانب جو مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے، بنی سلیم کے مقابلہ میں روانہ فرمایا، وہاں پہنچ کر ایک عورت مل گئی جس نے ان کا پتہ دیا۔ کچھ قیدی اور کچھ اونٹ اور کچھ بکریاں وہاں سے لے کر دو دن کے بعد واپس ہوئے[1]

سریۂ عیص

جمادی الاولیٰ ۶ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کارواں تجارت شام سے واپس آرہا ہے اس اطلاع کے ملنے پر آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر سواروں کے ہمراہ مقام عیص کی طرف روانہ فرمایا۔

یہ مقام مدینہ سے چار دن کے راستہ پر ہے، ساحل کے قریب واقع ہے۔ یہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے ہیں۔

مسلمانوں نے پہنچ کر سب قافلہ والوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے تمام مال ومتاع پر قبضہ کر لیا سب کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے، قیدیوں میں آپ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے، آپ کی صاحبزادی

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۲، ص: ۶۲ - ۶۳ زرقانی ج ۲، ص: ۱۵۵

حضرت زینب نے ان کو پناہ دی اور آپ نے بھی ان کو پناہ دی اور ان کا مال و اسباب واپس کیا۔[1] حضرت ابو العاص کی واپسی اور ان کے اسلام کا مفصل قصہ غزوۂ بدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سریہ طَرَف

(جمادی الاُخریٰ)

طَرَف ایک چشمہ کا نام ہے، مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے، زید بن حارثہ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے اس چشمہ کی طرف روانہ فرمایا۔ غنیم بھاگ گیا اور زید بن حارثہ کچھ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔[2]

سریہ حِسمیٰ

(جمادی الآخری ۶ھ)

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ، حضور کا والا نامہ لے کر قیصر روم کے پاس گئے تھے وہاں سے واپس آرہے تھے قیصر کے دیے ہوئے ہدایات اور تحائف آپ کے ہمراہ تھے جب حسمیٰ کے قریب پہنچے تو ہُنَید جُذامی نے قبیلۂ جذام کے چند آدمیوں کو لے کر ڈاکہ مارا صرف ایک پرانی اور بوسیدہ چادر چھوڑ دی باقی کپڑے اور سامان سب چھین لیا۔ رفاعۃ بن زید جُذامی (جو مشرف باسلام ہو چکے تھے) جب ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ چند مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے کر پہنچا اور ہُنَید سے وہ تمام سامان چھین کر حضرت دحیہ کو واپس دلایا، وحیۂ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع کی۔ آپ نے پانسو صحابہ کو زید بن حارثہ کی سرکردگی میں حسمیٰ کی طرف روانہ کیا، یہ لوگ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے، صبح کو پہنچتے ہی ایکدم ان پر چھاپہ مارا، ہنید اور اس کے بیٹے کو قتل کیا۔ سو عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے۔ ایک ہزار اونٹ اور پانچ

[1-2] طبقات ابن سعد ج ۲، ص: ۶۲، ۶۳ [3] حسمیٰ۔ وادی القریٰ کے قریب موضع ہے جہاں قبیلۂ جذام آباد تھے ابن سعد اور ابن سید الناس کہتے ہیں کہ یہ سریہ جمادی الاخریٰ ۶ھ میں روانہ کیا گیا اور حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اس لیے کہ حدیبیہ سے واپسی ہی کے بعد دحیہ کلبی کو قیصر روم کے پاس والا نامہ دے کر روانہ فرمایا ہے۔ زرقانی ص ۱۵۸ ج ۲۔

ہزار بکریاں ہاتھ لگیں، چونکہ اُنہی کے ساتھ رفاعۃ بن زید کے لوگ بھی رہتے تھے جو مسلمان تھے غلطی سے ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو گئے، رفاعۃ بن زید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت علی کو ان کے ہمراہ روانہ کیا کہ زید کو حکم دیں کہ تمام قیدی چھوڑ دیئے جائیں اور سب مال واپس کر دیا جائے حتیٰ کہ نمدہ اور کجاوہ واپس دے دیا جائے۔[۱]

سَرِیَّہ وادی القریٰ[۲] (رجب ۶ھ)

ماہ رجب میں زید بن حارثہ کو بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا، چند مسلمان شہید ہوئے اور زید بن حارثہ زخمی ہوئے۔

سَرِیَّہ دومۃ الجَنْدَل (شعبان ۶ھ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور معاذ بن جبلؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ اور ابوسعید خدریؓ اور دس جوان میں سب آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک نوجوان انصاری حاضرِ خدمت ہوا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور عرض کیا

یارسول اللہ ای المؤمنین افضل — کہ یارسول اللہ سب سے بہتر کونسا مسلمان ہے۔

آپ نے فرمایا۔

احسنھم اخلاقا — جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں

بعد ازاں اُس نے سوال یہ کیا۔

فای المؤمنین اکیس — کون مسلمان سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہے۔

---

[۱]۔ ابن سعد، ج: ۲، ص: ۶۳ ۔ زرقانی ج ۲: ص: ۱۵۸

[۲] وادی القریٰ ایک موضع مدینہ منورہ سے قریب، شام کے راستہ میں پڑتا ہے۔ ۱۲ زرقانی

آپ نے فرمایا :

اکثرھم للموت ذکرا واکثرھم	جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے اور کہنے والا اور
استعدادا لہ قبل نزول بہ	موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری
اولئک ھم الاکیاس ۔	کرنے والا ایسے ہی لوگ سمجھدار اور ہوشیار ہیں ۔

انصاری نوجوان تو ساکت ہو گیا اور آپ مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا پانچ خصلتیں نہایت خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پناہ دے اور ان کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔

(۱)۔ جس قوم میں بے حیائی کھلم کھلا پھیل جائے تو اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں کہ جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوتی تھیں۔

(۲)۔ جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی اور مشقتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

(۳)۔ جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتی ان سے بارش روک لی جاتی ہے ،اگر جانور نہ ہوتے تو بالکل بارش سے محروم کر دئے جاتے ۔

(۴)۔ اور جو قوم اللہ عزوجل اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اجنبی دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ غیر قوم کے لوگ ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے لیتے ہیں۔

(۵)۔ اور جب پیشوا اور حکام کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں اور متکبر اور سرکش ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ آپس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ میں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں تیار ہو جاؤ ،اگلے روز جب نماز سے فارغ ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور اپنے سامنے بٹھلایا اور دست مبارک سے ایک سیاہ عمامہ ان کے سر پر باندھا اور چار انگشت کا شملہ پیچھے چھوڑا اور فرمایا اے ابن عوف اسی طرح عمامہ باندھا کرو اس طرح بہت بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ بعد ازاں حضرت بلال کو حکم دیا کہ ایک جھنڈا لاکر عبدالرحمٰن بن عوف کو دیں اور پھر آپ نے اللہ عزوجل

کی حمد و ثنا کی اور اپنے اوپر درود پڑھا اور عبدالرحمٰن بن عوف سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جھنڈا لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاؤ۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے قتال کرو۔ خیانت اور غدر نہ کرنا کسی کے ناک اور کان نہ کاٹنا کسی بچے کو نہ قتل کرنا۔ یہ اللہ کا عہد ہے اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

سات سو آدمیوں کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہاری دعوت کو قبول کریں اور اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تأمل نہ کرنا۔

عبدالرحمٰن بن عوف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تین روز تک برابر ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے تیسرے روز دومۃ الجندل کے رئیس اصبغ بن عمر نے اسلام قبول کیا۔ جو کہ مذہباً عیسائی تھا۔ اور اس کے ساتھ اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی پیشین گوئی کے مطابق۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح وہاں کے رئیس اصبغ کی بیٹی تُماضر سے ہوا عبدالرحمٰن اس کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن جو کبار تابعین اور جلیل القدر حفاظ میں سے ہیں، وہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے[1]

سریّہ فدک (شعبان ۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنی سعد بن بکر نے یہود خیبر کی امداد کے لئے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے تو آپ نے حضرت علیؓ کو سو آدمیوں کے ہمراہ فدک کی طرف روانہ فرمایا۔ راستہ میں ان کو ایک شخص ملا۔ ڈرانے اور دھمکانے سے معلوم ہوا کہ بنی سعد کا جاسوس ہے، امن دے کر اس سے پتہ دریافت کیا۔ اس نے ان کا ٹھیک ٹھیک پتہ بتلایا اسی کے مطابق پہنچ کر ان پر حملہ کیا۔ بنو سعد تو بھاگ گئے اور مسلمان پانسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر واپس ہوئے[2]

---

[1] زرقانی، ج ۲، ص: ۶۳ — طبقات ابن سعد ج: ۲: ص: ۱۵

سریہ اُمّ قِرفہ (رمضان المبارک ۶ھ)

ام قرفہ ایک عورت کی کنیت ہے جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا، یہ عورت قبیلۂ بنی فزارہ کی سردار تھی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مال تجارت لے کر شام کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے، بنی فزارہ کے لوگوں نے ان کو مار کر زخمی کیا۔ اور تمام سامان چھین لیا۔ زید مدینہ واپس آ گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر زید کی سرکردگی میں روانہ کیا جو کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ [1]

سریہ عبد اللہ بن عتیک برائے قتل ابی رافع بن حقیق یہودی

ابو رافع یہودی کے قتل کا مفصل واقعہ ۳ھ کے واقعات میں ذکر ہو چکا ہے۔ ہمارا مقصد اس وقت صرف یہ بتلانا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ابو رافع کے قتل کا واقعہ ۳ھ میں پیش آیا اور بعض کے نزدیک ۴ھ میں پیش آیا اور بعض کے نزدیک ۶ھ میں۔ تفصیل کیلئے زرقانی کی مراجعت کریں۔ [2]

سریہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شوال ۶ھ)

ابو رافع کے قتل ہو جانے کے بعد یہود نے اُسَیر بن رزام کو اپنا امیر اور سردار بنا لیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے تیاریاں شروع کیں اور قبیلۂ غطفان اور دیگر قبائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو عبد اللہ بن رواحہ کو تین آدمیوں کے ساتھ تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا۔ عبد اللہ بن رواحہ نے آکر خبر دی کہ واقعہ صحیح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس آدمیوں کو عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھ روانہ فرمایا کہ ان کو بلا کر لائیں تاکہ ان سے زبانی گفتگو کریں۔

---

[1] زرقانی، ج ۲، ص: ۱۶۴ [2] ایضاً ،، ۱۶۵

اسیر بن رزام نے بھی تیس آدمی ہمراہ لیے اور روانہ ہوا ایک ایک اونٹ پر دو دو آدمی تھے ایک یہودی اور ایک مسلمان راستہ میں آکر ان لوگوں کی نیت بدلی۔ اُسیر بن اور عبداللہ بن اُنیس دونوں ایک اونٹ پر تھے، اُسیر نے دو مرتبہ ان پر تلوار چلانی چاہی۔ مگر عبداللہ بن انیس متنبہ ہوگئے دو مرتبہ درگزر فرمایا۔ اُسیر نے جب تیسری بار یہ حرکت کی تو طرفین سے جنگ چھڑ گئی۔ تمام یہودی قتل کر دیئے گئے۔ ان میں کا صرف ایک آدمی بچا جو بھاگ گیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بحمد اللہ کوئی قتل نہیں ہوا۔ صرف عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے زخم آیا۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد نجاکم اللہ من القوم الظالمین — اللہ تعالیٰ نے تم کو ظالموں سے نجات دی۔

اور عبداللہ بن انیس کے زخم پر لعاب مبارک لگا دیا۔ فوراً اچھا ہوگیا اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

سریۂ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ سوئے عُرَنیین (شوال ۶ھ)

قبیلۂ عُکل اور عُرَینہ کے چند لوگ مدینہ میں آئے اور اسلام ظاہر کیا۔ چند روز کے بعد آپ سے یہ عرض کیا کہ ہم اہل مویشی ہیں اب تک دودھ پر ہمارا گزارا رہا ہے غلہ کے ہم عادی نہیں مدینہ کی آب ہوا ہم کو موافق نہیں اس لئے اگر ہم کو شہر سے باہر صدقات کے اونٹوں میں رہنے اور ان کے دودھ پینے کی اجازت دے دیں تو بہتر ہے۔

آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور شہر سے باہر چراگاہ میں صدقات کے اونٹ رہتے تھے۔ وہاں رہنے اور ان کا دودھ پینے کی اجازت دے دی چند روز میں یہ لوگ تندرست اور بڑے قوی اور توانا ہوگئے۔ اس وقت یہ شرارت سوجھی کہ اسلام سے مرتد ہوئے اور آپ کے چرواہے کو قتل اور اس کے ہاتھ اور پیر ناک اور کان کاٹے۔ اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۶ھ[1] میں کرز بن جابر فہری ؓ کو تقریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ سب گرفتار کئے گئے۔ آپ نے ان سے قصاص اور بدلہ لینے کا حکم دیا، اور جس طرح سے ان لوگوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا اسی طرح سے وہ قتل کئے گئے لیکن آیندہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ کوئی مجرم اگرچہ کتنا ہی سخت جرم کیوں نہ کرے ہرگز ایسی سزا نہ دی جائے ابتداءً تو پہلے ہی سے کسی سخت سے سخت دشمن کا مثلہ کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا لہٰذا اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر کے مثلہ کرے تو اس کے قصاص میں کافر کو صرف قتل کیا جائے گا مثلہ نہ کیا جائے گا۔[2]

بعثِ عمرو بن امیہ ضَمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوسفیان بن حرب نے ایک روز قریش کے بھرے مجمع میں یہ کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو جا کر محمد کو قتل کر آئے ان کے ہاں کوئی پہرہ نہیں محمد بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں ایک اعرابی نے کہا کہ میں اس کام میں بڑا ماہر ہوں، اگر تم میری امداد کرو تو میں اس کام کو کر آؤں ابوسفیان نے اس کو ایک اونٹنی دی اور خرچ دیا اور امداد کا وعدہ کیا وہ اعرابی اپنا خنجر لے کر مدینہ روانہ ہوا حضور اس وقت مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف فرما تھے اس اعرابی کو سامنے سے آتے دیکھ کر فرمایا یہ کسی فاسد نیت سے آ رہا ہے۔ اُسَید بن حضیر ؓ اٹھے اور اس اعرابی کو پکڑا۔ جو خنجر کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا وہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، آپ نے فرمایا کہ سچ بتلا کس نیت سے آیا ہے۔ اس نے کہا اگر مجھکو امن عطا ہو تو عرض کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھکو امن دیا۔ اعرابی نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف کیا۔ وہ اعرابی یہ معاملہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور یہ کہا۔

یا محمد واللہ ما کنت ما افرق	اے محمد میں کسی سے ڈرنے والا نہ تھا مگر آپ کو
الرجال فما هو الا ان رأيتك	دیکھتے ہی یہ حالت ہوئی کہ عقل جاتی رہی اور

---

[1] یہ واقدی اور ابن سعد اور ابن حبان کا قول ہے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ واقعہ حدیبیہ کے بعد اور فتح خیبر سے پہلے ہوا۔ تفصیل کے لئے زرقانی ج۲ ص[illegible] کی مراجعت کریں۔ [2] زرقانی ج ۲ ص ۱۶۹

فذهب عقلي ومنفت نفسي ثم اطلعت على ما هممت به مما لم يعلمه احد فعرفت انك ممنوع وانك على حق وان حزب ابي سفيان حزب الشيطان فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبسم

دل کمزور پڑ گیا، پھر مزید براں یہ کہ آپ میرے ارادہ پر مطلع ہو گئے جس کا کسی کو علم نہیں، پس میں نے پہچان لیا کہ آپ مامون اور محفوظ ہیں اور یقیناً آپ حق پر ہیں اور ابوسفیان کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔ آپ یہ سنکر مسکرانے لگے۔

اس کے بعد وہ اعرابی چند روز آپ کی خدمت میں رہا اور پھر آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوا پھر اس کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا کہ کہاں گیا۔

بعد ازاں آپ نے عمرو بن امیہ ضمری اور سلمۃ بن اسلم انصاری کو مکہ روانہ فرمایا کہ اگر موقعہ پڑے تو ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ جب یہ دونوں مکہ میں داخل ہوئے تو یہ ارادہ کیا کہ مسجد حرام میں حاضر ہو کر بیت اللہ کا پہلے طواف کر لیں حرم میں داخل ہونا تھا کہ ابوسفیان نے ان کو دیکھ لیا اور چلا کر کہا کہ دیکھو یہ عمرو بن امیہ ہے ضرور کسی شر کے لئے آیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عمرو بن امیہ شیطان کے نام سے مشہور تھا۔ اہلِ مکہ نے اس خیال سے کہ عمرو بن امیہ ہم کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اس ڈر سے اس کے لئے کچھ لوگ پیرہ پر جمع کر دیا۔ عمرو نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ابوسفیان کا قتل تو اب ممکن نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر نکل جائیں۔ چل کر راستہ میں عبداللہ بن مالک تیمی کو قتل کیا، آگے چل کر دیکھتے کیا ہیں کہ بنی الدیل کا ایک کانا شخص لیٹا ہوا یہ شعر گا رہا ہے۔

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَا دُمْتُ حَيًّا ۔۔۔ وَلَسْتُ أَدِيْنُ دِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَا

جب تک میری زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہ ہوگا اور نہ مسلمانوں کے دین کو کبھی اختیار کروں گا۔

عمرو[1] نے اس شعر پڑھنے والے پر ایک وار کیا جس سے اس کا کام تمام ہوا۔ آگے چلے تو قریش

---

[1] ۔ ایک روایت میں ہے کہ عمرو نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا میں قبیلۂ بنی بکر کا ہوں عمرو نے کہا مرحبا اس کے بعد وہ شخص لیٹ گیا اور پھر یہی شعر گانا شروع کیا۔ عمرو نے پہلے تو ایک تیر اس کی دوسری آنکھ میں مارا کہ جو صحیح و سالم تھی بعد میں تلوار سے کام تمام کیا۔ زرقانی۔

کے دو جاسوس ملے جن کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے تجسس کے لئے بھیجا تھا ان میں سے ایک قتل کیا اور دوسرے کو گرفتار کرکے بارگاہ نبوی میں لاکر پیش کیا اور تمام واقعہ آپ کو سنایا، آپ سن کر ہنس پڑے اور مجھے دعائے خیر دی۔ زرقانی ص۱۶۷ ج ۲

عُمْرَةُ الحُدَيْبِيَة

یکم ذی القعدۃ الحرام ۶ھ

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، محب طبری فرماتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور باقی حصہ حل میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے کچھ اصحاب مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کرکے بعض اصحاب نے سر منڈایا اور بعض نے کترایا (رواہ البیہقی فی الدلائل)

یہ خواب سنتے ہی دلوں میں جو بیت اللہ کی محبت اور شوق کی چنگاری دبی ہوئی تھی وہ بھڑک اٹھی۔ اور زیارت بیت اللہ کے شوق نے سب کو بے چین اور بے تاب بنا دیا۔

یوم دوشنبہ یکم ذی القعدۃ الحرام ۶ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد فرمایا۔ تقریباً[۱] پندرہ[۲] سو مہاجرین اور انصار آپ کے ہمراہ تھے ذوالحلیفہ پہنچ کر ہدی کے قلادہ ڈالا اور اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور بسر بن سفیان کو جاسوس بنا کر قریش کی خبر معلوم کرنے کے لئے آگے روانہ فرمایا۔ چونکہ ارادہ جنگ کا نہ تھا اس لئے کسی قسم کا سامان حرب اور سلاح جنگ ساتھ نہیں لیا۔ صرف اتنے ہتھیار ساتھ رکھے جتنا کہ مسافر کو ضروری اور لازمی

---

[۱] فتح الباری ص۳۳۹ ج۷، زرقانی ص۱۶۹ ج۲ [۲] اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ مشہور چودہ سو کا ہے جیسا کہ صحیحین میں براء بن عازب سے مروی ہے اور صحیحین ہی میں جابر بن عبداللہ سے پندرہ سو کا قول مروی ہے۔ تفصیل کیلئے زرقانی ص۱۸۱ ج ۲ کی مراجعت کی جائے۔

ہے اور وہ بھی نیام میں (فتح الباری کتاب الشروط و طبقات ابن سعد ص ۶۹ ج ۲)۔

جب آپ غدیر اشطاط پر پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آکر آپ کو یہ اطلاع دی کہ قریش نے آپ کی خبر پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور آپ کے مقابلہ کے لئے تُل گئے ہیں اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خالد بن الولید بطور مقدمۃ الجیش کے دو سو سواروں کو لے کر مقام عمیم میں پہنچ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر پاتے ہی وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے نکل کر مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ اس مقام سے جب آپ نے اپنے ناقہ کو مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو وہ ناقہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے ناقہ کو اٹھانے کی غرض سے حَلْ حَلْ[۵۱] کہا ہر چند ناقہ کو اٹھانا چاہا مگر ناقہ اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ لوگوں نے کہا خَلَأَتِ الْقَصْوَآءُ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ (اونٹنی بیٹھ گئی) آپ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں لیکن اللہ عزوجل نے اس کو روکا ہے۔ اور بعد ازاں یہ فرمایا قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریش مجھ سے جس ایسے امر کی درخواست کریں گے کہ جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوتی ہو میں ضرور اس کو منظور کروں گا یہ کہہ کر اونٹنی کو کرچا دیا۔ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی وہاں سے ہٹ کر آپ نے حدیبیہ پر آکر قیام فرمایا۔ گرمی کا موسم تھا پیاس کی شدت اور پانی کی قلت تھی، گڑھے میں جو تھوڑا بہت پانی تھا وہ کھینچ لیا گیا۔ صحابہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ پانی نہیں رہا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیا کہ اس گڑھے میں گاڑ دیا جائے، اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا، تمام لشکر سیراب ہوگیا۔[۵۲]

حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد آپ نے خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹ پر سوار کرکے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کردیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے، جنگ کے لئے نہیں آئے

۵۱۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے مگر ٹکڑے ٹکڑے۔ مفصل حدیث کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب الخ میں مذکور ہے ۱۲۔

۵۲۔ فتح الباری ج ۵، ص: ۲۴۲ - ۲۴۵

اہلِ مکہ نے اُن کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر بچا دیا۔ حضرت خراش اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہلِ مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں۔ اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور رؤسا مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو اور جو مسلمان کہ میں اپنے اسلام کا اعلان و اظہار نہیں کر سکتے اُن کو یہ بشارت سنا دو، کہ گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر اور غالب کرے گا۔ عثمان بن عفان اُپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔

سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تم اگر چاہو تو تنہا طواف کر سکتے ہو، حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عثمان کو روک لیا۔

حضرت عثمان وہاں روک لئے گئے اور ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنیؓ قتل کر دیے گئے۔

بَیْعَۃُ الرِّضْوَانْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں اُن سے بدلہ نہ لے لوں گا یہاں سے حرکت نہ کروں گا اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں فروکش تھے بیعت لینی شروع کر دی کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد و قتال کریں گے۔ مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابوسنان اسدی نے بیعت کی۔ معجم طبرانی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے ابوسنان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایئے آپ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرتا ہے ابوسنان نے کہا اس چیز پر جو میرے دل میں ہے، آپ نے فرمایا تیرے دل میں کیا ہے۔ ابوسنان نے کہا یا رسول اللہ میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزوجل آپ کو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں، آپ نے اُن کو بیعت فرمایا اور اسی پر سب نے بیعت کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سلمۃ بن اکوع نے تین مرتبہ بیعت کی ابتداء میں اور درمیان میں اور اخیر میں اور جب بیعت سے فارغ ہوئے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے (رواہ البخاری)

داہنا ہاتھ آپ کی طرف تھا اور بایاں ہاتھ حضرت عثمان کی جانب سے تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو ذکر کے فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا۔[1]

اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں جس کا اللہ تعالٰی نے سورۂ فتح میں ذکر فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَہَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝[2]

تحقیق اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جس وقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالٰی نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی فتح

---

[1] زرقانی، ج ۲، ص ۲۰۷ - ۲۰۸ [2] سورۃ الفتح، آیۃ ۱۹

عطا فرمائی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی غنیمتوں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔ (فتح الباری ص ۳۴۵ ج ۷)

قبیلۂ خزاعہ اگرچہ ہنوز مشرف باسلام نہ ہوا تھا لیکن ہمیشہ سے آپ کا حلیف اور خیر خواہ اور راز دار تھا مشرکین مکہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے اس سے آپ کو مطلع کیا کرتا تھا۔ اس قبیلہ کے سردار بُدیل بن ورقاء قبیلۂ خزاعہ کے چند آدمیوں کو اپنی ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قریش نے نواحی حدیبیہ میں پانی کے بڑے بڑے چشموں پر آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر عظیم جمع کیا ہے کہ آپ کو کسی طرح مکہ میں داخل نہ ہونے دیں اور دودھ والی اونٹنیاں ان کے ساتھ ہیں (یعنی طویل قیام کا ارادہ ہے۔ کھاتے پیتے رہیں اور مقابلہ کے لئے ڈٹے رہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم فقط عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت صلح کی مقرر کر دوں اس مدت میں ایک دوسرے سے کوئی تعرض نہ کرے اور مجھ کو اور عرب کو چھوڑ دیں۔ اگر اللہ کے فضل سے میں غالب ہوا تو وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں اور فی الحال چند روز کے لئے تم کو آرام ملے اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو تمھاری تمنا پوری ہو گی لیکن میں تم سے یہ کہے دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے اس دین کو غالب کر کے رہے گا اور اس دین کے ظہور اور غلبہ فتح اور نصرت کا جو وعدہ اس تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا، یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ بُدیل آپ کے پاس اٹھ کر قریش کے پاس گئے اور یہ کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے ایک بات سن کر آیا ہوں اگر چاہو تو تم پر پیش کروں جو احمق اور نادان تھے انھوں نے یہ کہا ہمیں ضرورت نہیں ہم ان کی کوئی بات سننا نہیں۔

چاہتے مگر جوان میں ذی رائے اور سمجھدار تھے انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔

بُدیل نے کہا تم لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لڑائی کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے کہا بے شک وہ لڑائی کے ارادہ سے نہیں آئے لیکن مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا۔ اے قوم کیا میں تمھارے لئے بمنزلہ باپ کے اور تم میرے لئے بمنزلہ اولاد کے نہیں۔ لوگوں نے کہا بے شک کیوں نہیں عروہ نے کہا کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی رکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، عروہ نے کہا اس شخص نے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) تمھاری بھلائی اور بہتری کی بات کہی ہے۔ میرے نزدیک اس کو ضرور قبول کرلینا چاہئے اور مجھ کو اجازت دو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر اس بارے میں گفتگو کروں لوگوں نے کہا بہتر ہے۔

عروہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فرمایا کہ جو بُدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ نے کہا اے محمد تم نے سنا بھی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود ہلاک اور برباد کیا ہو۔ علاوہ ازیں اگر دوسری صورت پیش آئی (یعنی قریش کو غلبہ ہوا) تو میں دیکھتا ہوں کہ چیل یعنی مختلف قوموں کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے عروہ کو گالی دے کر یہ فرمایا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے کہا یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا ابوبکر ہیں۔ عروہ نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا تو ضرور جواب دیتا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کردی اور جب کوئی بات کہتے تو رسول اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرۃ بن شعبہ (یعنی عروہ کے بھتیجے) مسلح تلوار لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔ بارگاہِ نبوی میں اپنے چچا کی یہ جرأت گوارا نہ ہوئی اور فوراً عروہ سے کہا۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی داڑھی سے ہٹالے، ایک مشرک کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ کو مس کر سکے۔ مغیرہ چونکہ خود وغیرہ پہنے

ہوئے تھے اس لئے عروہ نے ان کو پہچانا نہیں اور غصّہ ہو کر آپ سے دریافت کیا یہ کون ہے آپ نے فرمایا یہ تمھارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اب عروہ نے مغیرہ کو پہچانا اور کہا۔ او غدار۔ کیا میں نے تیری غداری اور فتنہ پردازی کو رفع نہیں کیا۔

مغیرہ نے مسلمان ہونے سے پہلے چند رفقاء کے ساتھ سفر کر کے مقوقس شاہ مصر کے پاس گئے بادشاہ نے بہ نسبت مغیرہ کے دوسرے رفقاء کو زیادہ انعامات دیئے جس سے مغیرہ کو بہت رنج ہوا اور راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے اور شراب پی کر خوب غفلت کی نیند سوئے مغیرہ نے موقع پا کر ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر بھاگ آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوئے آپ نے فرمایا۔ اسلام تو قبول کرتا ہوں مگر مال سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ وہ دھوکہ اور دغا سے لیا گیا ہے۔ عروہ نے ان آدمیوں کی دیت دے کر قصّہ کو رفع دفع کیا۔

بعد ازاں عروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ صحابہ کی حسن عقیدت اور صدق اخلاص کا ایسا عجیب و غریب منظر دیکھا کہ جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اس حکم کو بجالاؤں جب کبھی آپ کے دہن مبارک سے تھوک یا بلغم نکلتا ہے تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتا ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے چہروں سے مل لیتے ہیں۔ جب آپ وضوء فرماتے ہیں تو آپ کے غُسالہ وضُو پر بھی لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، قریب ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ کے جسم سے کوئی بال گرنے نہیں پاتا تھا کہ فوراً اس کو لے لیتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ایک سناٹا ہو جاتا ہے، گویا کہ ہر شخص سراپا گوش بنا ہوا ہے کسی کی مجال نہیں کہ نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

گویا کہ بزبان حال یہ عروہ کی اس بدگمانی کا جواب تھا جو اس نے ابتداء میں آپ کے جان نثاروں کے متعلق ظاہر کی تھی کہ اگر قریش کو غلبہ ہوا تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، یہ اخلاص و عقیدت محبت و عظمت کا حیرت انگیز منظر عروہ کی حضرات صحابہ کے ساتھ بدگمانی کا شافی اور کافی جواب تھا کہ جن کی شیفتگی اور وارفتگی اور محبت و عقیدت کا یہ حال ہو بھلا وہ آپ کو چھوڑ کر

کہیں بھاگ سکتے ہیں۔

عروہ جب آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو قریش سے جاکر کہا اے قوم واللہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر خدا کی قسم عقیدت و محبت تعظیم و اجلال کا یہ عجیب و غریب منظر کہیں نہیں دیکھا۔

(یہ منظر نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہے آپ خاتم الانبیاء تھے عقیدت و محبت کا یہ حیرت انگیز منظر آپ پر ختم ہو گیا)

ایک روایت میں ہے کہ عروہ نے یہ کہا کہ اے قوم میں نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا مگر محمد جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ بادشاہ نہیں معلوم ہوتے۔ رواہ ابن ابی شیبۃ مرسلاً[1]

عروہ نے صاف طور سے تو نہیں کہا کہ آپ نبی ہیں مگر اشارۃً یہ تبلا دیا کہ یہ شان بادشاہوں کی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے پیغمبروں کی ہوتی ہے

عروہ کی یہ گفتگو سن کر حبشیوں کے سردار حُلیس بن علقمہ کنانی نے کہا مجھ کو اجازت دو کہ میں آپ سے مل کر آؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُلیس کو دور سے آتے دیکھ کر یہ فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں حلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستہ ہی سے واپس ہو گیا اور جاکر قریش سے یہ کہا قسم ہے رب کعبہ کی یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکا جا سکتا۔

قریش نے کہا بیٹھ جا تو تو جنگلی آدمی ہے سمجھتا بوجھتا نہیں حُلیس کو غصہ آگیا اور کہا اے گروہ قریش خدا کی قسم ہم نے تم سے اس کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے اس کو بیت اللہ سے روکا جائے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں حُلیس کی جان ہے۔ اگر تم محمد کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں تمام حبشیوں کو لے کر تم سے یکلخت علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا اچھا آپ خفا نہ ہوں بیٹھئے ذرا ہم غور کرلیں بعد ازاں مجمع میں سے مکرز بن

[1] زرقانی ج ۲ ص ۱۹۲

شخص اٹھا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ہو کر آتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرز کو آتے دیکھ کر فرمایا۔ یہ آدمی بُرا ہے حدیبیہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ مکرز نے پچاس آدمیوں کو لے کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور مکرز فرار ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا۔

مکرز آپ سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کرنے کے لئے پہنچ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو آتے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا:

قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ ۔۔۔ البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔[۵]

اور یہ فرمایا کہ قریش اب صلح کی طرف مائل ہو گئے ہیں اس شخص کو صلح کے لئے بھیجا ہے سہیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب شرائط صلح طے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے کا حکم دیا۔

عرب کا قدیم دستور یہ تھا سرنامہ پر بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا کرتے تھے، اس بنا پر سہیل نے کہا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں جانتا۔ قدیم دستور کے مطابق باسمک اللّٰھم لکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہی لکھو اور پھر فرمایا کہ یہ لکھو۔

ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ ۔۔۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔

---

[۵] یعنی پورا سہل تو نہیں ہوا لیکن کچھ نہ کچھ سہل ہو گیا یہ من تبعیضیہ کا ترجمہ ہے جو قد سھل لکم من امرکم میں لفظ من ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کو پسند فرماتے تھے اس لیے سہیل کی آمد سے نیک فالی لی اور سہیل کی آمد کو سہولت کے حق میں فال نیک سمجھا مگر لفظ سہیل چونکہ سہل کی تصغیر ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لئے فال حسن میں مِنْ تبعیضیہ کا اضافہ فرمایا تاکہ اصل ماخذ اور یہ فال حسن، دونوں دلالتِ تقلیل میں مشترک ہو جائیں ۔ زرقانی صفحہ ۱۹۴ ج ۲

بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھیئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر، اُن کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھدو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علی نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُس لفظ کو مٹایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محمد بن عبداللہ لکھنے[1] کا حکم دیا۔ شرائط صلح حسب ذیل تھے۔

شرائطِ صلح

(۱)۔ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔

(۲)۔ قریش میں کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائیگا وہ واپس کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔

(۳)۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

(۴)۔ اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

(۵)۔ محمد امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

(۶)۔ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں۔

---

[1] بعض روایات میں تکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ آیا ہے وہ اسناد مجازی پر محمول ہے یعنی امر بالکتابت یعنی کتابت کا حکم دیا جیسا کہ کتب الی قیصر وکسریٰ میں اسناد مجازی ہے اس لئے کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا امی ہونا واضح ہے اور اس واقعہ میں حضرت علی کے ہاتھ صلح نامہ کا لکھوانا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، وقد قال قائلہم فی ذالک شعراً ؎
برئت ممن شری دنیا باخرۃ ۔ وقال ان رسول اللہ قد کتبا ۱۲ زرقانی صفحہ ۱۹۷ ج ۲

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے بنو خزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ پا بزنجیر قید سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو پہلے سے مشرف با سلام ہو چکے تھے اور کفار مکہ طرح طرح کی ان ایذائیں پہنچا رہے تھے۔ سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے کہ جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا یعنی لکھے جانے اور دستخط ہو جانے کے بعد سے اُس پر عمل شروع ہونا چاہیے۔ آپ نے بار بار سہیل سے کہا کہ ابو جندل کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے مگر سہیل نے نہیں مانا۔ بالآخر آپ نے ابو جندل کو سہیل کے حوالہ کر دیا۔

مشرکین مکہ نے ابو جندل کو طرح طرح سے ستایا تھا اس لئے ابو جندل نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا افسوس اے گروہ اسلام میں کافروں کے حوالہ کیا جا رہا ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ابو جندل کو تسلی دی اور یہ فرمایا:

یا ابا جندل اصبر واحتسب فانا	اے ابو جندل صبر کرو اور اللہ سے امید رکھو ہم
لا نغدر وان اللہ جاعل لک	خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین رکھو اللہ
فرجا ومخرجا۔	تعالیٰ عنقریب تمہاری نجات کی کوئی صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی شاق گذری حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمر نے کہا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور وہ میرا معین اور مددگار ہے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ، صدیق اکبر کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں بعد میں میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادم ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور صدقہ اور خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کیے۔

گفتگوئے عاشقاں در کار رب   جوشش عشقست نے ترک ادب

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہو کر ہماری طرف آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی میں اس کے لیے نجات کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔ (علاوہ ازیں بحمد اللہ ایسی صورت پیش بھی نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو)

الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔[1]

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں کر سکے آپ کسی سے کچھ نہ

---

[1] مسلمانوں میں سے ابوبکر بن ابی قحافہ عمر بن الخطاب عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب کاتب عہد نامہ عبد الرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے اور مشرکین کی طرف سے متعدد آدمیوں کے دستخط ہوئے منجملہ ان کے حویطب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص کے دستخط ہوئے اور صلحنامہ کا ایک نسخہ آپ کے پاس رہا اور ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس رہا۔ طبقات ابن سعد ص۷۱ ج ۲

فرمائیں۔ باہر تشریف لے جایئے اور قربانی کرکے سر منڈایئے خودبخود آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کردی۔

حق تعالٰی شانہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو جزائے خیر دے جن کی صائب رائے نے یہ عقدہ حل کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر عاطر سے اس تکدر کو دُور فرمایا جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صائب اور نہایت صحیح تھا اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہؓ کا یہ مشورہ بھی نہایت صائب اور موجب خیر و برکت ہوا۔

یہ تمام واقعات ہم نے بخاری اور فتح الباری سے لئے ہیں جو بحمد اللہ تعالٰی نہایت مستند اور معتبر ہیں تطویل کی وجہ سے حوالہ روایات کو ترک کردیا، چونکہ یہ تمام واقعات ایک ہی باب میں مذکور ہیں اس لئے صرف فتح الباری کے حوالہ کافی سمجھتے ہیں تفصیل اور حوالہ اگر درکار ہے تو فتح الباری کتاب الشروط از ص۲۴۵ ج ۵ تا ص۲۵۶ ج ۵ کی مراجعت کریں۔

یہ تمام واقعات مع شیٔ زائد زرقانی شرح مواہب میں بھی مذکور ہیں مگر ان کی ترتیب فتح الباری کی ترتیب سے مغایر ہے۔ ہم نے ان واقعات میں فتح الباری کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے فتح الباری کا حوالہ دیا۔

تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو سورۂ فتح نازل ہوئی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الی آخر السورۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کرکے انا فتحنا لک فتحا مبینا الی آخر السورۃ سنائی صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالٰی نے فتح مبین فرمایا سن کر ازراہ تعجب آپ سے دریافت کیا یا رسول کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد والحاکم)

امام زہری فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح

نصیب نہیں ہوتی ۔آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکتے ہیں صلح کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا۔ اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور وہ علانیہ طور پر احکام اسلام بجالانے لگے ۔آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع ملا۔مسائل اسلامیہ پر گفتگو اور مناظرہ کی نوبت آئی ۔قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے [۱]

اسلام تو مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال کا معدن اور سرچشمہ اور تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ کرام بھی فضائل و فواضل محاسن و شمائل کے زندہ تصویر تھے۔ اب تک عناد اور منافرت اور بغض اور عداوت کی آنکھیں ان کے ادراک سے مانع بنیں۔

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی دلفریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور　　کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

صلح سے پیشتر کفار مکہ ولکن لا یشعرون کا مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمان کا نور ان سے پوشیدہ اور چھپا ہوا تھا۔ صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دور ہوئی تو اب ذی شعور نے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نور ان کو نظر آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ پہنچ گئے تو ابو بصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید و بند سے بھاگ کر مدینہ پہنچے قریش نے فوراً ہی دو آدمی انکے لینے کیلئے پیچھے روانہ کئے آپ نے از رُوئے معاہدہ ابو بصیرؓ کو ان دونوں آدمیوں کے حوالہ کر دیا اور ابو بصیر سے فرمایا کہ میں خلاف عہد نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ ابو بصیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو مشرکین کی طرف واپس کئے دیتے ہیں جو مجھکو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھکو ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا صبر کرد

---

[۱] ۔ فتح الباری ج ۵ ، ص: ۲۵۴ ۔ زرقانی ج ۲ : ص : ۲۱۰

اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھو عنقریب اللہ تعالیٰ تمھاری نجات کی صورت پیدا فرمائے گا۔ یہ دونوں آدمی ابوبصیر کو لے کر روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو کھجوریں ساتھ تھیں وہ کھانے لگے۔ ابوبصیرؓ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمھاری تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہا ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے، بارہا میں اس کو آزما چکا ہوں ابوبصیرؓ نے کہا ذرا مجھکو بھی دکھلاؤ۔ اس شخص نے تلوار ابوبصیر کو دے دی۔ ابوبصیرؓ نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا شخص یہ واقعہ دیکھتے ہی فوراً بھاگا اور سیدھا مدینہ پہنچا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جانے والا ہوں۔

اس کے بعد ابوبصیرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا، آپ تو مجھکو ان کے حوالہ فرما چکے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے مجھکو اُن سے نجات دی یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھکو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے یہ جو کچھ میں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو۔ ابوبصیر سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھکو پھر کفار کے حوالہ کر دیں گے اس لئے مدینہ سے نکل کر ساحل بحر پر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے۔ مکہ کے بیکس اور بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا۔ تو چھپ چھپ کر ابوبصیرؓ کے پاس پہنچنے لگے اور سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندل بھی وہیں پہنچ گئے اس طرح ستر[1] آدمیوں کا ایک جتھا وہاں جمع ہو گیا قریش کا جو قافلہ وہاں سے گزرتا اس سے تعرض کرتے۔ اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گزر اوقات کرتے۔ قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدمی بھیجے کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ

---

[1] علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ تین سو آدمی جمع ہو گئے ہیں جیسا کہ زہری اور موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے (زرقانی ص ۲۰۳ ج ۲)

لے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ابو بصیر اور ان کی جماعت کو مدینہ بلالیں۔ اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپ نے ایک والا نامہ ابو بصیرؓ کو لکھوا کر روانہ کیا۔ جس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا اس وقت ابو بصیر اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ آپ کا والا نامہ ابو بصیرؓ کو دے دیا گیا پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابو بصیرؓ جان بحق تسلیم ہوئے اور والا نامہ اُن کے سینہ پر تھا۔ (کما رواہ السہیلی ص ۲۳۴ ج ۲) اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھ میں تھا (کما ذکرہ الحافظ فی الفتح)

ابو جندل بن سہیل نے ابو بصیر کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ اُن کو دفن کیا اور قریب میں ایک مسجد بنائی اور بعد ازاں ابو جندل اپنے تمام رفقاء کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اس شخص کے قتل کی خبر پہنچی جس کو ابو بصیر نے قتل کیا تھا۔ وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا۔ سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے۔ ابو سفیان نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابو بصیر کو تمہارے قاصد کے حوالہ کر دیا۔ اور ابو بصیر نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ از خود قتل کیا۔ اور اس دیت کا مطالبہ ابو بصیر کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابو بصیر ان کے دین پر نہیں (فتح الباری کتاب الشروط)

معاہدہ کے بعد جو مسلمان مرد مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو از روئے معاہدہ واپس کر دیا بعد چندے کچھ مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مکّہ سے مدینہ پہنچیں اہلِ مکہ نے از روئے معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے اُن کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہیں۔ لا یاتیہ رجل الخ نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ رَجُلٌ کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہو سکتا ہے۔ مشرکین مکّہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے

انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ	اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کرکے
الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ	تمھارے پاس آئیں تو ان کا امتحان کرلو (کہ کس لئے
اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ	ہجرت کرکے آئی ہیں) پس اگر امتحان کرکے تم کو یہ معلوم
مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ	ہوجائے کہ یہ واقعی میں مؤمن ہیں تو پھر ان کو کافروں
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ	کی طرف واپس مت کرو یہ عورتیں اُن کافروں
لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ	کی طرف واپس مت کرو یہ عورتیں اُن کافروں
عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافران کے لئے
اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ	حلال ہیں۔ اور اُن کافروں نے جو خرچ کیا ہے
الْكَوَافِرِ وَسْــٴَـلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْــٴَـلُوْا	وہ ان کو ادا کردو۔ اور تمھارے لئے کوئی حرج نہیں
مَاۤ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ یَحْكُمُ	ان مہاجر عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو
بَیْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ وَاِنْ فَاتَكُمْ	اور اے مسلمانو تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی
شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا	مت رکھو اور طلب کرلو کافروں سے جو تم نے خرچ
الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا	کیا ہے اور کافر مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا ہے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ؕ	یہ اللہ کا حکم ہے جو تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے

اور اگر تمھاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں کی طرف چلی جائے پھر تمھاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انھوں نے اپنی بیبیوں پر خرچ کیا تھا اس کی برابر ان کو دے دو اور ڈرو اس خدا سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد کفار بھی خاموش ہوگئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا

ﮯ۔ سورۃ الممتحنۃ، آیۃ: ۱۰، ۱۱

فوائد و لطائف اور مسائل و احکام

(۱)۔ بادشاہ اسلام اور ذی رائے مسلمان اگر کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع و مصلحت سمجھیں تو صلح کرلینا جائز ہے۔ ایسی صلح بھی معنی جہاد ہے کیونکہ مقصود جہاد سے کفر اور کافروں کے شر کو دفع کرنا ہے جو معنیً اس صلح سے حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ — اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں۔ مگر اعتماد[1] اور بھروسہ اللہ عزوجل پر رکھیں یعنی صلح پر بھروسہ نہ کریں۔

(۲)۔ اگر صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع نہ ہو تو ہرگز صلح کرنا جائز نہیں اس لئے ایسی صلح مسلمانوں کی تذلیل اور فریضۂ جہاد و قتال کی تعطیل کا باعث ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْآ اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ، وَاللّٰهُ مَعَكُمْ — پس مت سستی کرو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

یعنی جہاد پر قدرت رکھتے ہوئے کافروں سے صلح جائز نہیں اور صلح کے معنی ترک قتال کے ہیں نہ کہ اتحاد کے اسی وجہ سے فقہاء نے صلح کے لئے لفظ موادعت کا استعمال کیا ہے اور موادعت کے معنی لغت میں ایک دوسرے کو جنگ اور قتال سے چھوڑ دینے کے ہیں۔

(۳)۔ عند الضرورت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لے کر تینوں طرح صلح جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ دیئے اور لئے معاہدہ فرمایا اور اس وقت یہ صلح فرمائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے اور نصاریٰ نجران سے مال ٹھہرا کر صلح فرمائی اور غزوۂ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری سے مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا مفصل قصہ غزوۂ احزاب کے بیان میں گزر چکا

[1] سبحان اللہ یہ اللہ کا کلام ہے کہ مسئلہ صلح کے ساتھ توکل علی اللہ کا مسئلہ بھی بیان کیا جارہا ہے۔ ۱۲ منہ عفا عنہ

ہے معلوم ہوا کہ تینوں طرح صلح جائز ہے۔

(۴)۔ اہلِ اسلام اور اہلِ کفر میں جب کسی مدّت معیّنہ کے لئے صلح طے پا جائے تو اس کا لکھ لینا مناسب ہے۔ اس لئے کہ جو عقد اور معاملہ ایک عرصہ تک ممتد ہو حق جل و علا نے احتیاطاً اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔

قال تعالیٰ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ[1] — اے ایمان والو جب کسی ادھار کا معاملہ کرو مدّت معیّنہ تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔

ہاں جو معاملہ اور جو عقد فوری اور وقتی ہو زمانہ آئندہ پر محوّل نہ اس کی کتابت ضروری نہیں۔

کما قال تعالیٰ۔ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا[2] — مگر جو معاملہ دست بدست ہو رہا ہو تو اگر اس کو نہ لکھو تو کوئی حرج نہیں۔

معلوم ہوا کہ جو معاملہ ایسا نہ ہو اس کے نہ لکھنے میں حرج ہے یعنی اس کا لکھ لینا ضروری اور لازمی ہے۔ (شرح السیر الکبیر ص ج ۴)

(۵)۔ عہدنامہ کی دو نقلیں ہونی چاہئیں تاکہ ہر فریق کے پاس ایک ایک نسخہ محفوظ رہے۔

(۶)۔ اور ہر ایک نقل پر فریقین کے سربرآوردہ لوگوں کے دستخط ہونے چاہئیں جیسا کہ حدیبیہ میں جو عہدنامہ مرتب ہوا اس پر فریقین کے دستخط ہوئے اور ایک نقل آپ کے پاس اور ایک نقل سہیل بن عمرو کے پاس رہی۔

(۷)۔ شرائطِ صلح میں سے کسی شرط کے خلاف کرنا بدعہدی اور عہدشکنی ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل اور ابو بصیر کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ہم عہد کر چکے ہیں اس کے خلاف نہ کریں گے۔

(۸)۔ اگر کسی ایک علاقہ کا مسلمان فرمانروا کسی سے کوئی معاہدہ کرے تو دوسرے علاقہ کا فرمانروا اور دوسرے علاقہ کے مسلمان اس کے پابند نہ ہوں گے۔ جو مسلمان مکہ سے مدینہ بھاگ کر آیا رسول اللہ

[1] البقرۃ آیت نمبر

صلی اللہ علیہ وسلم نے از روئے معاہدہ ان کو مشرکین مکہ کے حوالہ کر دیا۔ آپ پر فقط اسی حد تک پابندی تھی کہ دارالاسلام یعنی مدینہ منورہ میں ایسے شخص کو ٹھہرنے نہ دیں۔

ابو بصیر اور ابو جندل رضی اللہ عنہما نے جس جگہ جاکر پڑاؤ ڈالا وہ حدود مدینہ سے بالکل خارج تھا۔ ابو بصیرؓ کی جماعت نے جو کچھ کیا وہ حدود مدینہ سے باہر کیا نیز آپ کے حکم اور اجازت سے نہیں کیا۔ (فتح الباری و زاد المعاد)

(۹)۔ ابو بصیرؓ نے جس عامری شخص کو قتل کیا وہ محض اپنے دین اور ایمان اور جان بچانے کے خاطر کیا اس لئے کہ ابو بصیر جانتے تھے کہ مکہ جانے کے بعد پھر طرح طرح سے ستایا جاؤں گا۔ اور کفر اور شرک پر مجبور کیا جاؤں گا۔ اس بنا پر انھوں نے اس عامری کو قتل کر کے اپنی جان اور اپنے ایمان کو بچایا (روض الانف ص ۲۳۴ ج ۲)

(۱۰)۔ جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئے تو اس کا نکاح شوہر سے فسخ ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی مرد مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام میں چلا آئے تو اس کا نکاح اس کافرہ بیوی سے فسخ ہو جاتا ہے

(۱۱)۔ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کافر عورتوں کی عصمت کو روک کر نہ رکھو۔ یعنی ان کو چھوڑ دو اور ازدواجی تعلق ان سے منقطع کر دو اور مسلمان کو روا نہیں کہ ایک مشرکہ عورت کو اپنے نکاح میں رکھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنی دو مشرکہ بیبیوں کو جو مکہ میں تھیں انکو طلاق دے دی ایک کا نام قریبہ تھا جس نے بعد میں معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کیا اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جس نے بعد ابو جہم سے نکاح کیا [۱]

اس سے حضرات صحابہ کے ایمان و اخلاص کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے کسی تعلق اور محبت کی ذرہ برابر پروانہ تھی اور کہاں سے ہوتی ان کے دلوں میں تو ایک اللہ عزوجل کی محبت اتنی سما چکی تھی، کہ اب دوسرے کے لئے گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ　　اللہ تعالیٰ نے کسی کے دو دل نہیں بنائے۔

---

[۱]۔ فتح الباری ج ۵، ص ۳۶۱ ۲ے الاحزاب آیت نمبر ۴

(۱۲)۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے لا یسقط من شعرہ شئی الا اخذوہ۔ یعنی جسد اطہر سے جو جو بال گرتا تھا حضرات صحابہ اس کو کمال محبت اور غایت عظمت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لے کر تبرک کا اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ تبرک بآثار الصالحین جائز اور درست ہے (فتح الباری ص۲۵ ج۵)

وقال تعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ [۱]

بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی سے طالوت کی بادشاہت کی دلیل پوچھی تو یہ علامت بیان فرمائی کہ اس کے ساتھ ایک صندوق ہوگا جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے تبرکات ہوں گے یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے عصا اور کپڑے اور جوتے اور توریت کی کچھ تختیاں ہوں گی اور تبرکات کے صندوق کے حامل فرشتے ہوں گے جس کو دیکھ کر اہل ایمان کو اس کی بادشاہت کا یقین آجائے گا اور ظاہر ہے کہ جو شخص قابل تعظیم اور قابل محبت ہوگا تو اس کے آثار کی تعظیم درحقیقت اسی شخص کی تعظیم ہے اور صحابہ کرام کا حضور پُرنور کی زرہ اور تلوار پیالہ اور انگشتری کو بطور تبرک استعمال کرنا صحیح بخاری میں مذکور ہے جس پر امام بخاری نے کتاب الخمس میں ایک باب رکھا ہے باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عصاہ وسیفہ وقدحہ وخاتمہ ومن شعرہ ونعلہ الخ ص۴۳۸ ج ۱ اور مسئلہ تبرک بآثار الصالحین کی اگر تحقیق درکار ہے تو جذب القلوب اور شفا قاضی عیاض اور سید سمہودی کی کتاب کو دیکھیں۔

(۱۱)۔ واقعہ حدیبیہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو طرح فضل و کمال ظاہر ہوا۔ اول تو اس طرح سے کہ اس صلح سے تمام صحابہ حتیٰ کہ فاروق اعظم بھی مغموم اور رنجیدہ تھے مگر صدیق اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مطمئن تھے۔ دوم یہ کہ جب عمر بن الخطاب نے اپنا اضطراب حضرت ابوبکرؓ سے جاکر بیان کیا تو ابوبکرؓ نے حرف بحرف لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا [۲]

---

[۱] البقرہ، آیۃ: ۲۴۸ [۲] زاد المعاد ج ۲، ص: ۱۲۸

(۱۴)۔ امام شافعی رحمہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حل میں ہے اور کچھ حرم میں ہے۔ امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تو حل میں تھا مگر نمازیں حدود حرم میں آکر ادا فرماتے تھے۔

لہٰذا جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے کہ وہ حرم کے قریب ہو تو نمازیں حدود حرم ہی میں پڑھنی چاہئیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کا یہی عمل تھا۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک لاکھ نمازوں کا ثواب مسجد حرام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حدود حرم میں جہاں کہیں بھی نماز ادا کرے گا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔[۱]

(۱۵)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کو نحر اور حلق کا حکم دیا اور صحابہ نے اس میں ذرا توقف کیا تو آپ نے ام المؤمنین ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے مشورہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا فہم اور فراست اور تقویٰ اور دیانت قابلِ اطمینان ہو۔

(۱۶)۔ سہیل بن عمرو کے اصرار سے آپ نے بجائے بسم اللہ کے باسمک اللّٰھم لکھنا منظور فرمایا اگرچہ بسم اللہ کا لکھنا اولیٰ اور انسب و افضل تھا مگر چونکہ باسمک اللّٰھم بھی حق اور درست تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیٰ اور انسب و افضل پر اصرار نہ فرمایا۔

۱۷۔ بیعت کی فضیلت

بیعت کی حقیقت۔ بیعت عقبہ کے بیان میں گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیعت بیع سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اپنے نفس کو بمعاوضہ جنت اللہ عزوجل کے ہاتھ فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔ نفس مبیع ہے اور جنت اس کا ثمن ہے انسان۔ بائع ہے اور اللہ عزوجل مشتری ہے تمام عقلاء کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ بیع ہو جانے کے بعد مبیع ملکِ بائع سے نکل کر۔ ملکِ مشتری میں داخل ہو جاتی ہے۔ مشتری ہی تمام تصرفات کا مالک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مؤمن بیعت کر لینے کے بعد اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا۔

[۱] زاد المعاد ج ۲ ص: ۱۲۸

اس لئے مومن کو چاہیئے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے کوئی تصرف نہ کرے۔

مگر یہ معاملہ حق جل و علا سے براہِ راست نہیں ہوتا۔ حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ اور ان کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ نے جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کی تو اصل بیعت اللہ عزوجل سے تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔ کما قال تعالیٰ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ [۱]

تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں جز این نیست کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

صحیح بخاری میں سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من یضمن لی ما بین لحییہ ورجلیہ اضمن لہ الجنۃ

کون ہے جو اپنے جبڑوں اور پیروں کے درمیان کا ذمہ دار بنے یعنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذمہ لے تو میں اس کے لئے جنت کا کفیل اور ضامن ہوں۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو ثمن یعنی جنت کا ضامن قرار دیا ہے کہ اگر اہل ایمان اس کی ضمانت اور ذمہ داری کریں کہ زبان اور شرمگاہ میں کوئی تصرف اللہ عزوجل کی مرضی کے خلاف نہ کریں گے جو ہمارا مشتری ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مبیع (نفس) کا ثمن اور قیمت یعنی جنت دلانے کا کفیل اور ضامن ہوتا ہوں۔

اس حدیث میں یضمن اور اضمن کا لفظ اسی بیع کی طرف مشیر ہے اس لئے کہ ضمانت اور کفالت بیع ہی میں ہوتی ہے۔ مبیع میں اگر کوئی عیب نکلے تو مشتری کو خیار عیب کی وجہ سے اس کے رد کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن مشتری اگر مبیع کے عیب کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ رضیت میں راضی ہو گیا تو خیار عیب ساقط ہو جاتا ہے اور بیع بالکل مکمل ہو جاتی ہے مشتری کی جانب سے رد اور فسخ کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

---

[۱] سورۃ الفتح، آیۃ : ۱۰

حضرات صحابہ نے جب درخت کے نیچے آپ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔[1]　　البتہ تحقیق اللہ تعالٰے راضی ہوا ان مؤمنین سے جنھوں نے درخت کے نیچے آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

اپنا خیارِ عیب ساقط فرمایا۔ اور یہ ظاہر کر دیا کہ ان حضرات نے اللہ عزّوجل سے معاملۂ بیع کیا ہے وہ کبھی فسخ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰے نے تو اپنی رضا ظاہر فرما کر اپنا خیار ساقط فرمایا ہی ہے لیکن حضرت صحابہ بھی رضینا باللہ کہہ کر اپنا خیار ساقط کر چکے ہیں۔ کما قال تعالٰے

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ　　اللہ تعالٰے ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

اگرچہ خدا تعالٰے کی طرف سے کسی عیب کا امکان نہیں لیکن صحابہ نے رضیت کہہ کر فسخ اقالہ کے امکان کو بھی ختم کر دیا غرض یہ کہ طرفین اپنی اپنی رضا اور خوشنودی ظاہر کر کے اپنا اپنا خیار ساقط کر چکے ہیں بیع بالکل مکمل ہو چکی۔ حضرات صحابہ اپنے نفوس اللہ عزّوجل کے حوالہ اور سپرد کر چکے۔ بمقتضائے وعدۂ الٰہی ان کے نفوس کا ثمن (یعنی جنّت) اللہ کے ذمہ واجب ہو چکا ہے حضرات صحابہ کے سوا سب کا معاملہ خطرہ میں ہے۔ معلوم نہیں کس کس کی مبیع کو خیارِ عیب کے بناء پر رد کیا جائے گا اور بہت سے لوگ تو دنیا ہی میں اللہ عزّوجل سے اپنی بیع کا اقالہ کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے آکر کہا تھا۔

اقلنی بیعتی　　میری بیعت واپس کر دیجیے۔

اصطلاح فقہاء میں اقالہ متعاقدین کے حق میں فسخ اور ثالث کے حق میں بیع جدید ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی بدنصیب حق جل وعلاء سے اپنی بیعت کا اقالہ کرتا ہے تو اس کے اور حق تعالٰی کے مابین تو فسخ بیع ہوتا ہے اور ثالث یعنی شیطان کے حق میں بیع جدید ہوتی ہے

امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے۔

---

[1] سورۃ الفتح، آیۃ : ۱۸

لا ربوا بین المولی وعبدہ — غلام اور آقا کے مابین سود نہیں۔

اس لئے کہ خود غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ سب مولیٰ ہی کی ملک ہے ہم چونکہ غلام سے بڑھ کر غلام ہیں آخر اُس خداوند ذوالجلال کے بندہ ہی ہیں اور بندے بھی ایسے بندے کہ کسی طرح اس کی عبدیت سے آزاد نہیں ہو سکتے اور نہ بحمد اللہ ہم اس کی عبدیت سے آزاد ہونا چاہتے ہیں اس لئے وہ خداوند ذوالجلال ہم سے ایک حسنہ نیکی پر کم از کم دہ گونہ سود دیتا ہے یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ۔

الحاصل

جن حضرات نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے دلوں کو سکینت اور طمانیت کی بیش بہا دولت سے معمور کیا اور فتح قریب اور مغانم کثیرہ کا ان سے وعدہ فرمایا۔ کما قال تعالیٰ۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا [1]

تحقیق اللہ راضی ہوا مومنین سے جس وقت کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے پس جانا اللہ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس اتاری اللہ نے ان پر اپنی تسکین اور انعام میں دی قریب فتح اور بہت سی غنیمتیں جو آئندہ حاصل کریں گے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور سورۂ توبہ میں بیعت کو فوز عظیم فرمایا۔ کما قال تعالیٰ

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ [2]

پس خوشیاں کرو اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور یہ بڑی ہی کامیابی کا معاملہ ہے۔

---

[1] الفتح، آیۃ: ۱۸
[2] توبہ، آیۃ: ۱۱۱

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام پر اور کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر اور کبھی ترکِ منکرات پر مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ زنا اور چوری نہ کریں گے۔ اولاد قتل نہ کریں گے۔ کسی پر بہتان نہ باندھیں گے اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور کبھی اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے۔ پانچوں نمازیں ٹھیک ٹھیک ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے۔ اپنے امیر اور والی کی اطاعت کریں گے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دے کسی سے سوال نہ کریں گے۔ والدین کے ساتھ احسان کریں گے۔ وغیر ذالک ان امور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت لینا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مسلّم ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری صفحہ ۶ تا صفحہ ۱۴ اور کنز العمال صفحہ ۲۵ ج اوّل فصل خامس فی احکام البیعۃ کی مراجعت کریں۔

ان آیاتِ صریحہ اور احادیث صحیحہ کے بعد بیعت کے مسنون اور مستحسن اور موجب خیر و برکت میں ہونے میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کتاب اور حکمت کے معلّم اور اُمت کے دلوں کے مُزکّی یعنی صیقل اور جلا کرنے والے تھے اسی طرح اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ بھی تھے جو بیعت آپ نے خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے لی، وہ خلفاء کے لئے سُنت ہوئی اور جو بیعت آپ نے معلّم الکتاب والحکمۃ اور مُزکّی ہونے کی حیثیت سے لی۔ وہ علماء ربّانیین اور اہل اللہ اور عارفین کے لئے سُنّت ہوئی۔

(۱۸) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ غائبانہ بیعت بھی صحیح ہے۔

(۱۹) سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا تین بار بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بیعت کی تجدید اور اس کا تکرار مسنون اور مستحب ہے۔

(۲۰)۔ حدیبیہ میں جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حق جل شانہ نے بلا کسی قید و شرط کے اُن سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ اور فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ سے ان کے دل اخلاص کو بیان فرمایا اور فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ

عَلَيْهِمْ سے ان کے اطمینان اور ایقان قلب کو بیان فرمایا کہ ان کے قلوب بالکلیہ مطمئن ہیں۔ اضطراب کا کہیں نام ونشان نہیں اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ راضی ہوا اور جس کے دل پر سکینت وطمانیت کو نازل فرمایا ایسا شخص نہ فی الحال منافق اور نہ فی المآل مرتد ہو سکتا ہے احادیث میں اُن کے بہت فضائل آئے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

اور آیۂ مذکورہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ سے اُن کا مؤمن مخلص اور اللہ کا مرضی اور پسندیدہ ہونا صاف ظاہر ہے۔ حضرات شیعہ۔ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ کو ذرا غور سے پڑھیں کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہ اُن کے دلوں کے اخلاص کو ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عمل تقیہ کے بنا پر نہ تھا بلکہ اخلاص اور صدق نیت سے تھا فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ کے بعد تقیہ کا احتمال باقی نہیں رہتا جب خدا تعالیٰ نے اُن کے دلی اخلاص کی شہادت دیدی تو اب نفاق اور تقیہ کا احتمال ختم ہوا۔ اور اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً سے دور تک سلسلہ کلام چلا گیا ہے جس میں انہیں حضرات سے فتح خیبر اور مَغَانِمَ كَثِيْرَةً اور فتوحات عظیمہ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ بھی انہی مخلصین سے تھا معلوم ہوا کہ جن حضرات پر یہ مغانم تقسیم کئے گئے وہ اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے تھے۔

بادشاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط

حق جل شانہ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین اور موجب سکینت وطمانیت فرمایا بے شک وہ فتح مبین اور موجب سکینت وطمانینت ہوئی اس لئے کہ فتح کے معنی لغت میں کسی بند چیز کے کھول دینے کے ہیں عرب کی مخالفت کی وجہ سے اب تک دعوت اسلام اور تبلیغ احکام کا دروازہ بند تھا اس صلح نے اس دروازہ کو کھول دیا۔ اب وقت آیا کہ اللہ عزوجل کا پیغام اُس کے تمام بندوں کو پہنچادیا

جائے اور اسلام کے عظیم الشان دسترخوان پر دنیا کو دعوت اور صلائے عام دی جائے کہ اگر اس دسترخوان کے لذائذ و طیبات فوائد اور ثمرات سے لطف اندوز ہوں۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام کے دسترخوان پر آکر بیٹھ گئے۔ وہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک ایک کرکے تمام مکارم اخلاق اور تمام محاسن آداب فضائل و فواضل۔ محامد و شمائل کا کوئی لون ایسا نہیں کہ جو اس دسترخوان پر نہو۔ ایسا پاک اور صاف لطیف اور شفاف دسترخوان ہے کہ کسی ظاہری اور باطنی فحشاء اور منکر کا ذرہ برابر بھی کہیں دھبہ اور نشان نہیں۔ دنیا سے ہاتھ دھوکر اور اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر کھانا شروع کیا ابھی ایک ہی دو لون چکھے تھے کہ زبان نے فوراً ہی اسلام کا مزہ اور ایمان کی حلاوت اور شیرینی کو محسوس کرلیا۔ اور سمجھ گئے کہ روح کی غذا تو یہ ہے۔ اسی غذا سے روح زندہ رہ سکتی ہے۔ کفر اور شرک کی نجاست اور گندگی کھاکر روح کا زندہ رہنا ناممکن اور محال ہے۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس ہوکر ماہ ذی الحجۃ الحرام ۶ھ میں بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجنے کا قصد فرمایا۔ صحابہ کو جمع کرکے خطبہ دیا۔

ایہا الناس۔ اے لوگو میں تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تمام دنیا کو یہ پیام پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ کہ اگر قریب بھیجنے کو کہا تو راضی ہوگئے اور اگر کہیں دور جانے کا حکم دیا تو زمین پر بوجھل ہوکر بیٹھ گئے۔

حضرات صحابہ جو کہ اطاعت اور جان نثاری اخلاص اور وفاشعاری کے سخت سے سخت امتحان میں ہر موقع پر درجہ اعلیٰ میں کامیابی کی سند اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا زریں تمغہ حاصل کرچکے تھے۔ بھلا وہ کب اس موقع سے چوکنے والے تھے دل وجان سے تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہوگئے اور ایک مناسب مشورہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ یارسول اللہ۔ ملوک اور سلاطین جس خط پر مہر نہ ہو اس کو قابل وثوق اور اعتماد نہیں سمجھتے حتیٰ کہ ایسے خط کو پڑھتے تک نہیں۔ آپ نے صحابہ کے مشورہ سے ایک مہر کندہ کرائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا مگر صنعت حبشہ کی تھی محمد رسول اللہ اس مہر پر کندہ تھا۔ (محمد رسول اللہ) (محمد رسول اللہ) سب سے نیچے لفظ محمد تھا اور سب سے

اُوپر لفظ اللہ تھا۔ اور لفظ رسول درمیان میں تھا۔ تاریخ طبری ج۳ ص۸۶، زرقانی ص۳۳۴ ج۳

اور سلاطین اور امراء کے نام خطوط روانہ فرمائے اُن کو حق کی دعوت دی اور اس سے آگاہ کر دیا کہ رعایا کی گمراہی کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ یہ خطوط ۶ھ کے اخیر میں ماہ ذی الحجہ میں قصہ حدیبیہ کے بعد روانہ کئے گئے اور بعض اہلِ سیر کے نزدیک ۷ھ میں روانہ کئے گئے ممکن ہے کہ حضور پر نور نے شاہان عالم کے نام خطوط بھیجنے کا ارادہ تو ۶ھ کے اخیر میں فرمایا ہو اور پھر ۷ھ میں خطوط روانہ کئے ہوں[1]

اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ غزوۂ موتہ کے بعد خطوط روانہ فرمائے مگر اس پر سب متفق ہیں کہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے یہ خطوط روانہ کئے گئے۔

یعنی اس مدت کے مابین خطوط کا سلسلہ جاری رہا واللہ اعلم۔

(۱) قیصر روم کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد عبد الله ورسوله الى هرقل عظيم الروم - سلام على من اتبع الهدى - امّا بعدُ فانى ادعوك بدعاية الاسلام اَسْلِمْ تَسْلَمْ يؤتك الله اجرك مرتين فان توَلّيتَ فان عليك اثم الاريسيين ويآ اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله	یہ خط ہے۔ محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا بڑا شخص ہے سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ اما بعد میں تجھکو دعوت دیتا ہوں۔ اُس کلمہ کی جو اسلام کی طرف لانے والا ہے یعنی کلمہ طیبہ کی۔ اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عطا کرے گا جیسا کہ اہل کتاب سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے (اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ) پس اگر تو اسلام سے روگردانی کرے تو تمام

[1] - مدارج النبوۃ ج ۲، ص: ۲۹۴

ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ٥

رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ تجھ پر ہوگا کیونکہ تیرے اتباع تیرا اسلام کے قبول سے مانع ہے اور اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے وہ یہ کہ سوائے اللہ کے کسی چیز کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک گردانیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب اور معبود نہ بنائیں پس اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں یعنی اللہ کے حکم کے تابع ہو چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے یہ والا نامہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر قیصر روم کی طرف روانہ فرمایا۔ قیصر روم اس وقت فارس پر فتحیابی کے شکریہ میں حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ محرم ۷ھ میں بیت المقدس پہنچے اور امیر بصریٰ کے توسط سے قیصر روم کے دربار میں پہنچ کر آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ [۱]

اور والا نامہ پیش کرنے سے پہلے ایک مختصر سی تقریر فرمائی وھو ھذا۔

قیصر روم کے دربار میں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی تقریر

اے قیصر روم۔ جس نے مجھ کو آپ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا ہے وہ آپ سے کہیں بہتر ہے اور جس ذات بابرکات نے ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا وہ سب ہی سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ لہٰذا جو کچھ عرض کروں اس تواضع کے ساتھ سنیئے اور اخلاص سے اس کا جواب دیجئے۔ اگر تواضع کے ساتھ نہ سنیں گے تو اس کا حقہ سمجھ نہیں سکیں گے اور اگر جواب میں اخلاص نہ ہوگا تو وہ جواب عادلانہ اور منصفانہ نہ ہوگا۔

قیصر روم۔ فرمایئے۔

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ نبینا وعلیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔

---

[۱] فتح الباری۔ ج ۱، ص: ۳۵۔

قیصر روم۔ ہاں۔ بے شک نماز پڑھا کرتے تھے۔

وحیہ کلبیؓ۔ میں آپ کو اس ذات پاک کی طرف بلاتا ہوں جس کے لئے حضرت مسیح نمازیں پڑھتے اور جس کے سامنے جبین نیاز ٹیکتے تھے اور جس نے حضرت مسیح کو بطن مادر میں بنایا اور جس نے اُن تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور بعدازاں میں آپ کو اُس نبی اُمّی کی طرف بلاتا ہوں جس کی حضرت موسیٰ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہما السّلام نے بشارت دی ہے اور آپ کو اس کا کافی اور شافی علم اور پوری خبر ہے اگر آپ اس دعوت کو قبول کریں تو آپ کے لئے دنیا اور آخرت دونوں ہیں۔ ورنہ آخرت تو آپ کے ہاتھ سے جاتی ہی رہے گی اور دنیا میں دوسرے لوگ آپ کے شریک ہوں گے اور یقین جانئے کہ آپ کا ایک پروردگار ہے جو منکرین کو کچل ڈالتا ہے اور اپنی نعمتوں کو بدلتا رہتا ہے۔

قیصر روم نے آپ کا والا نامہ وحیہ کے ہاتھ سے لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور بوسہ دیا۔ اور کھول کر اس کو پڑھا اور کہا سوچ کر کل اس کا جواب دوں گا۔ روض الانف ص ۳۵۵ ج ۲

اور اپنے خدام کو یہ حکم دیا کہ جو لوگ آپ کی قوم کے میرے ملک میں آئے ہوئے ہوں ان کو حاضر کیا جائے تا کہ اُن سے احوال معلوم کروں۔ اتفاق سے ابوسفیان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس وقت بغرض تجارت شام آئے ہوئے تھے بمقام غزہ میں مقیم تھے۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، قیصر کے آدمی ان کو غزہ سے جا کر لائے اور دربار میں حاضر کیا، بڑی شان و شوکت سے دربار منعقد کیا علماء روم اور قسیسین اور رہبان سب حاضر تھے۔

جماعت عرب سے اوّل مخاطب ہو کر یہ دریافت کیا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون شخص ہے، ابوسفیان نے کہا میں۔ قیصر روم نے کہا تم میرے قریب ہو جاؤ اور باقی قریش کی جماعت کو ان کے پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہا کہ میں اُن سے کچھ دریافت کروں گا۔ اگر جھوٹ بولیں تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔ بعدازاں حسب ذیل گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

ص ۔ تا کہ حیات اور منہ دیکھے کا لحاظ تکذیب سے مانع نہ ہو۔ ۱۰ فتح الباری۔

قیصر۔ تم میں ان کا نسب کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ وہ بڑے عالی نسب ہیں ان کے نسب سے بڑھ کر کسی کا نسب نہیں۔[۵۱]

قیصر۔ کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا تم لوگوں نے ان کو دعوائے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے پایا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ ان کے پیرو کس قسم کے لوگ ہیں امراء اور دولت مند ہیں یا غرباء اور کمزور۔

ابوسفیان۔ اکثر غرباء اور ضعفاء۔

قیصر۔ ان کے متبعین روز بروز بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں۔

ابوسفیان۔ دن بدن زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

قیصر۔ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے بیزار اور متنفر ہو کر مرتد یعنی ان کے دین سے پھر بھی جاتا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں[۵۲]

قیصر۔ کیا وہ خلاف عہد بھی کرتے ہیں۔

۵۱۔ پہلا جملہ صحیح بخاری کی روایت کا ترجمہ ہے اور دوسرا جملہ مسند بزار کی روایت کا ترجمہ ہے۔ قال ہو فی حسب مالا یفضل علیہ احد فتح الباری ج۱ ص۲۔

۵۲۔ اسلام کو برا سمجھ کر کوئی شخص بھی آج تک اسلام سے نہیں پھرا۔ ہاں زن اور زر کی طمع میں کچھ حریص اور طامع اور بے پرست اسلام سے مرتد ہوئے جو قابل التفات نہیں اسلام بحمد اللہ اس سے منزہ ہے کہ زن و زر کے ذریعے کسی کو دعوت دے۔ حیدرآباد میں ایک عیسائی میرا ہمسایہ اور ہم محلہ تھا میرے پاس آتا جاتا تھا پچپن سال کی عمر تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس کو قسم دے کر دریافت کیا کہ تم اللہ کو حاضر ناظر جان کر سچ بتلاؤ کہ اتنی عمر میں تم نے کوئی ایک مسلمان بھی ایسا دیکھا ہے کہ دین اسلام کو برا سمجھ کر عیسائی بنا ہو۔ اس نے جواب دیا خدا کی قسم ایک مسلمان بھی ایسا نہیں دیکھا جو بھی عیسائی ہوتا ہے وہ فقط روپیہ اور عورتوں کے لالچ میں عیسائی ہوتا ہے اور وہ بھی فقط نام کا، باقی عقائد میں اس کے کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔ فقط روپیہ اور میم کی خاطر وہ اپنے کو عیسائی کہتا ہے مگر مذہب اسلام کی رو سے ایسا شخص کافر و مرتد ہے۔ ۱۲

ابوسفیان۔ کبھی نہیں آج تک انھوں نے کبھی عہد شکنی نہیں کی لیکن آجکل ہمارے اور اُن کے مابین ایک مدت صلح ٹھہری ہے معلوم اس میں کیا کرتے ہیں ابوسفیان کہتے ہیں کہ سوائے ایک بات کے مجھے کسی اور بات لگانے کا کہیں موقع نہیں ملا۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے۔

فواللہ ما التفت الیہا منی — ابوسفیان کہتے ہیں خدا کی قسم قیصر نے میری اس بات کی طرف جو میں نے اپنی طرف سے ملائی۔ ذرہ برابر بھی التفات نہیں کیا۔

قیصر۔ کبھی تم ان سے لڑے بھی ہو۔

ابوسفیان۔ ہاں۔

قیصر۔ لڑائی کیسی رہی۔

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب ہوئے اور کبھی ہم۔

قیصر۔ وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔

ابوسفیان۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور کفر اور شرک کے تمام مراسم جو تمھارے آباء و اجداد کرتے تھے ان سب کو یکلخت چھوڑ دو۔ اور نماز اور زکوٰۃ اور سچائی اور پاک دامن اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

قیصر۔ ترجمان سے مخاطب ہو کر کہا ان سے کہہ دو کہ میں نے اوّل تم سے اُن کا نسب دریافت کیا تم نے کہا کہ وہ نہایت عالی نسب اور شریف خاندان سے ہیں بے شک انبیاء ایسے ہی خاندان سے بھیجے جاتے ہیں جو حسب نسب میں سب سے بالا ہو۔ پھر میں نے تم سے یہ دریافت

لہ۔ یہ ترجمہ ہے ہل قاتلتموہ کا قیصر نے ابتداءً قتال کو قریش کی طرف منسوب کیا اور یہ نہیں کہا ہل قاتلکم کیا آپ نے تم سے کبھی لڑائی کی ہے قیصر نے آپ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھ کر ابتداءً قتال کو قریش کی طرف منسوب کیا نیز اللہ کا پیغمبر قوم سے کبھی ابتداء بالقتال نہیں کرتا اوّل ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے جب وہ حق کو نہیں سنتے اور ہٹ دھرمی سے انبیاء کے مقابلہ پر آ جاتے ہیں تب حضرات انبیاء ان سے جہاد و قتال کا سلسلہ شروع فرماتے ہیں۔

(فتح الباری ص۳۱ ج ۱)

کیا کہ اُن کے خاندان میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے۔ تم نے کہا نہیں۔ اگر اُن کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس طریق سے اپنے باپ دادا کا گیا ہوا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ تم نے اُن کو جھوٹا تو نہیں پایا۔ تم نے کہا نہیں جس سے میں یہ سمجھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں پر تو جھوٹ نہ باندھے اور معاذ اللہ، اللہ پر جھوٹ باندھے۔ میں نے تم سے یہ دریافت کیا کہ کیسے لوگوں نے ان کا اتباع کیا تم نے کہا کہ ضعفاء اور غرباء نے۔ بے شک حضرات انبیاء کے اتباع اور پیروی کرنے والے اکثر ضعفاء[۱] اور غرباء ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے پیرو بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے تم نے کہا۔ بڑھتے جاتے ہیں بیشک ایمان کا یہی حال ہے اس کے پیرو روز بروز بڑھتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض اور بیزار ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے، تم نے کہا نہیں۔ بے شک ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی شیرینی اور حلاوت اور اس کی فرحت و مسرت دلوں میں سما جائے تو پھر کسی طرح نہیں نکلتی، میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں تم نے کہا نہیں۔ بے شک پیغمبروں کی یہی شان ہوتی ہے وہ کبھی بدعہدی نہیں کرتے، میں نے تم سے لڑائی کے متعلق دریافت کیا تم نے کہا کبھی وہ غالب اور کبھی ہم غالب بیشک انبیاء کے ساتھ ابتلاءً اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے کبھی غالب ہوتے ہیں اور کبھی مغلوب تاکہ ان کے متبعین کے صدق اور اخلاص کا امتحان ہوتا رہے لیکن انجام کار غلبہ اور فتح انھیں کو ہوتا ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا وہ تم کو کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔ تم نے کہا اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم دیتے شرک اور بت پرستی سے منع کرتے ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ اور سچائی اور پاک دامنی وغیرہ کا حکم کرتے ہیں اگر یہ تمام چیزیں جو تم نے بیان کی ہیں صحیح ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہے۔ اور وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہوگا جہاں میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ مجھ کو معلوم تھا کہ یہ نبی ظاہر ہونے والے ہیں۔ لیکن یہ گمان نہ تھا کہ تم میں

---

[۱] یعنی مغرور اور متکبر نہیں ہوتے مال و دولت کے نشہ سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب تکبر اور غرور اور نخوت سے خالی ہوتے ہیں اس لئے حق بات کو سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔

سے ظاہر ہوں گے مجھے اُن سے ملنے کی بڑی تمنا ہے، اگر میں آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں تو آپ کے قدم دھلایا کروں۔ بعدازاں آپ کا والانامہ تمام مجمع کو پڑھ کر سنایا گیا۔

خط کا سنانا تھا کہ ایک شور برپا ہو گیا اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں اُس وقت ہم سب کو باہر نکال دیا گیا۔ باہر آنے کے بعد میں نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ آپ سے روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے، اسی روز سے مجھکو یقین کامل ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے مجھکو اسلام کی توفیق دی (بخاری شریف فتح الباری)[1]

امام زہری فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ابن الناطور نصاری کے ایک بڑے[2] عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ جو قیصر کے اس دربار میں شریک تھا۔ کہ قیصر نے اس دربار کے بعد رومتہ کے ایک بڑے عالم کو جس کا نام ضغاطر رومی تھا آپ کے بارے میں خط لکھا۔ یہ شخص آسمانی کتابوں سے بخوبی واقف تھا۔ خط لکھوانے کے بعد بیت المقدس سے حمص کی جانب روانہ ہوا بادشاہ حمص میں تھا کہ اس کا جواب آیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔ میں نے ان کی تصدیق کی اور میں ان کا اتباع کروں گا، ان کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تم ضرور اُن کی تصدیق کرو اور ان کا اتباع قبول کرو بادشاہ نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور تمام بطارقہ روم کو جمع کیا اور تمام دروازے بند کرا دیئے اور خود ایک جھروکے اور بالاخانہ میں بیٹھا اور وہاں سے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے یہ کہا۔

یا معشر الروم انی قد جمعتکم لخیر	اے گروہ روم تحقیق میں نے تم کو ایک عظیم الشان خیر
انہ قد اتانی کتاب ھذا الرجل یدعونی	کے لئے جمع کیا ہے وہ یہ کہ میرے پاس اس شخص کا ایک خط

---

[1] اس حدیث کو امام بخاریؒ نے متعدد ابواب میں ذکر فرمایا ہے حافظ عسقلانی نے دو باب میں اس حدیث پر مفصل کلام فرمایا ایک بدءالوحی ص۳۲ ج اول تا ص۴۲ ج اول اور دوسرے کتاب التفسیر سورۂ آل عمران ص۱۷۱ ج۸ تک ص۱۷۵ ج۸

[2] اس عالم کا نام ابن الناطور ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے دیکھو فتح الباری ص۳۲ ج ۱)

الی دینہ وانہ واللہ للنبی الذی کنا	آیا ہے جس میں اس نے مجھکو اپنے دین کی دعوت دی ہے
ننتظرہ ونجدہ فی کتبنا فھلموا فلنتبع	اور البتہ تحقیق خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں
ولنصدقہ فتسلم لنا دنیانا وآخرتنا	اور جن کو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں پس آؤ اور ہم

سب مل کر اُن کا اتباع اور ان کی تصدیق کریں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سلامت رہیں۔

یہ سنتے ہی تمام بطارقہ روم جلّا اُٹھے اور نکلنے کی غرض سے اُٹھ کر بھاگے دیکھا کہ دروازے بند ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ واپس بلاؤ۔ واپس بلاکر یہ کہا میں تم کو آزمانا چاہتا تھا تمھاری دینی شدّت اور مضبوطی اور مذہبی پختگی دیکھکر مجھ کو مسرت ہوئی یہ سُن کر سب خوش ہوگئے اور بادشاہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے بعد ازاں قیصر نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلاکر یہ کہا۔ خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ تمھارے دوست نبی مرسل ہیں مجھکو اندیشہ ہے کہ رُوم کے لوگ مجھکو قتل نہ کر ڈالیں اگر مجھکو یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور اُن کا اتباع کرتا۔ تم ضغاطر۔ رُوم کے اسقف اعظم کے پاس جاؤ وہ بہت بڑا عالم ہے مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے، نیز رومیوں میں اس کی عظمت و وقعت مجھ سے بہت زائد ہے۔ تم اُس کے پاس جاؤ اور اُپنے پیغمبر کا حال بیان کرو۔ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضغاطر کے پاس پہنچے اور آپ کا تمام حال بیان کیا۔ ضغاطر[۵] نے کہا خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں ہم اُن کی شان اور صفت آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں یہ کہہ کر ایک حجرہ میں گیا اور سیاہ کپڑے جو پہلے سے پہنے ہوا تھا اُن کو اُتار کر سپید کپڑے بدلے اور عصا لے کر کنیسہ میں آیا اور سب کو مخاطب کرکے یہ کہا،

یامعشر الروم انہ قد جاءنا کتاب	اے گروہ روم۔ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے
من احمد یدعونا فیہ الی اللہ عزوجل	ایک خط آیا ہے جس میں ہم کو اللہ عزوجل کی طرف بلایا۔

۵ے۔ حافظ عسقلانی کو فتح الباری میں اس بارے میں تأمل ہے کہ ضغاطر اور روم کا عالم دو شخص ہیں یا ایک شخص اور ضغاطر ہی رومیہ کے عالم کا نام ہے لیکن طبری کے اس سیاق سے جو ہم نے پیش کیا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

وانی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ	میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
وان احمد عبدہ و رسولہ	نہیں اور احمد مجتبیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

یہ سنتے ہی تمام لوگ اس پر ٹوٹ پڑے یہاں تک اسے مار کر چھوڑا۔ دحیہ رضی اللہ عنہ نے لوٹ کر یہ تمام حال قیصر سے بیان کیا۔ قیصر نے کہا مجھکو بھی یہی خوف ہے کہ لوگ میرے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے (تاریخ طبری ص۳ ج۴ و ص۸ البدایۃ والنہایۃ از ص۲۶۲ تا ص۲۶۵ ج۴۔ الجواب الصحیح ص۹۴ ج۱ و فتح الباری ص۲۲ ج۱)[۵]

معجم طبرانی میں ہے کہ قیصر روم نے دحیہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ میں خوب جانتا اور پہچانتا ہوں کہ آپ نبی ہیں جیسا کہ ضغاطر نے کہا لیکن میں اگر ایسا کروں تو میری سلطنت جاتی رہی اور روم کے لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔

لیکن قیصر نے آپ کے اس ارشاد پر نظر نہیں کی۔

اَسْلِمْ تَسْلَمْ	اسلام لا سلامت رہے گا

اگر اسلام لے آتا تو دنیا اور آخرت دونوں اس کی سلامت رہتیں۔

تکمیل

قیصر روم نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ آپ کے والا نامہ کو سونے کے قلمدان میں رکھا۔ امیر سیف الدین منصوری فرماتے ہیں کہ مجھکو ایک مرتبہ شاہ منصور نے کچھ ہدایات دے کر شاہ مغرب کے پاس بھیجا۔ شاہ مغرب نے ایک سفارش کی غرض سے مجھکو شاہ فرنج کے پاس روانہ کیا جو قیصر روم کی اولاد میں سے تھا۔ جب میں نے شاہ فرنج کے پاس سے واپسی کا ارادہ کیا تو ٹھہرنے کی بابت اصرار کیا اور یہ کہا اگر آپ ٹھہر جائیں تو ایک عظیم الشان اور نادر چیز دکھلاؤں گا۔ میں ٹھہر گیا۔ ایک

---

[۵] یہ تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ تاریخ طبری اور الجواب الصحیح میں مذکور ہے مگر اس واقعہ کے کچھ اجزاء فتح الباری میں بھی مذکور ہے اس لئے حوالہ میں فتح الباری کا نام بھی شامل کر دیا گیا ۱۲۔

صندوق منگایا جس پر سونے کے پتر جڑے ہوئے تھے، اس میں سے ایک سونے کا قلمدان نکالا اور اس کو کھولا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو حریر میں لپٹا ہوا تھا۔ اکثر حروف اس خط کے اڑ چکے تھے بادشاہ نے کہا۔ یہ آپ کے پیغمبر کا خط ہمارے دادا قیصر کے نام جو وراثۃً ہم تک پہنچا ہے اور ہمارے دادا نے یہ وصیت کی تھی جب تک یہ والا نامہ تمہارے پاس محفوظ رہے گا۔ اس وقت تک سلطنت باقی رہے گی۔ لہٰذا اپنی سلطنت کی وجہ سے ہم اس خط کی بیحد حفاظت اور تعظیم و تکریم کرتے اور نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ [1]

فوائد ولطائف

(۱)۔ خط کی ابتداء اللہ عزوجل کے نام سے ہونی چاہیے، جیسا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام جب والا نامہ تحریر فرمایا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اس کی ابتدا فرمائی۔

(۲)۔ خط بھیجنے والا اپنا نام پہلے لکھے اور مکتوب الیہ کا نام بعد میں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام پہلے لکھوایا۔ اور بعد میں شاہ روم کا۔ حضرات صحابہ کا یہی معمول تھا کہ جب آپ کو خط لکھتے تو پہلے اپنا نام لکھتے (کذا فی شرح البخاری للامام النووی ص ۹۶)

لیکن ضروری اور واجب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور خالد بن الولید کو ایک جگہ بھیجا وہاں پہنچ کر دونوں حضرات نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا حضرت علی نے تو آپ کا نام مبارک پہلے لکھا اور اپنا بعد میں اور حضرت خالد نے اپنا نام پہلے لکھا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر جائز ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ نے جب حضرت معاویہؓ اور عبدالملک بن مروان کو خط لکھا تو پہلے حضرت معاویہ اور عبدالملک کا نام لکھا اور علیٰ ہذا زید بن ثابتؓ نے جب حضرت معاویہ کو خط لکھا تو انھوں نے بھی حضرت معاویہ ہی کا نام پہلے لکھا۔ [2]

---

[1] زرقانی ج ۳، ص: ۳۴۲ [2] فتح الباری ج ۸، ص: ۱۶۸

(۳)۔ آپ نے اپنے نام کے ساتھ عبداللہ کا لفظ اضافہ فرمایا اس میں نصاریٰ کے عقیدۂ فاسدۂ الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف اشارہ تھا کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام معاذ اللہ خدا نہ تھے بلکہ اللہ کے بندے اور اُس کے محترم رسول تھے جن کو اللہ نے اپنی طرف اٹھایا نیز اشارہ اس طرف بھی تھا کہ جتنے پیغمبر بھی آئے سب کے سب اس کا اقرار کرتے تھے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ معاذ اللہ خدا نہیں۔

(۴)۔ الی ہرقل عظیم الروم۔ ہرقل کے بعد عظیم الروم کا لفظ بڑھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب کفار سے مکاتبۃ اور مراسلت کی جائے تو مناسب القاب سے ان کو خطاب کیا جائے۔ (شرح البخاری للنوویؒ)

(۵)۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ سلام ہو اللہ کا اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے یعنی نہیں تو نہیں یہ جملہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے اشارہ اس طرف ہے کہ کافر کو مطلقاً السلام علیک نہ لکھا جائے بلکہ سلام علی من اتبع الہدی لکھنا چاہیے کہ تم پر سلام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ہدایت کا اتباع کرو اسی وجہ سے قرآن کریم اس کے بعد یہ جملہ آیا ہے وَاَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور حدیث نبوی میں سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی کے بعد جو یہ جملہ آیا ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ الخ سو یہ جملہ وَاَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی کے قائم مقام ہے۔

(۶)۔ اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین۔ اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھکو دو اجر عطا کرے گا۔

ایک اجر اپنے سابق نبی پر ایمان لانے کی وجہ سے اور ایک اجر نبی آخر الزماں پر ایمان لانے کی وجہ سے کما قال تعالیٰ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ۔

(۷)۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ۔ اگر تو نے اسلام سے روگردانی کی تو تمام رعایا کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

اس لئے کہ جو شخص کسی کی گمراہی یا ہدایت سے باز رہنے کا سبب بنے اس کا گناہ بھی اس کے سر رہے گا۔ قال تعالیٰ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ

(۸)۔ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط دے کر تنہا روانہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ خط حجت اور معتبر ہے نیز خبر واحد حجت اور سند ہے اگر خبر واحد معتبر نہیں تو تنہا دحیہؓ کو بھیجنے سے کیا فائدہ (کذا قالہ الامام النوویؒ فی شرح البخاری)

(۹)۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستور الحال کی روایت معتبر ہے جب تک کوئی قرینہ اس کے کذب اور خطا کا نہ ہو اس لئے کہ حضرت دحیہ ہرقل کے حق میں مستور الحال تھے۔

(۱۰)۔ ہرقل خوب جانتا تھا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے لیکن اسلام نہیں لایا جس سے معلوم ہوا کہ ایمان۔ نام۔ جاننے اور پہچاننے کا نہیں۔ بلکہ ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے لہٰذا جو شخص آپ کو نبی جانتا ہو مگر مانتا نہ ہو تو وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں۔ اسی وجہ سے علماء محققین کا قول یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ہرقل شاہ روم اسلام نہیں لایا مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ہرقل نے تبوک سے ایک خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جس میں یہ لکھا کہ میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جھوٹا ہے ابھی تک اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

(۲) خسرو پرویز کسریٰ شاہ ایران کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من جانب محمد رسول اللہ بجانب
من محمد رسول الله الی کسریٰ عظیم	کسریٰ شاہ فارس۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت
فارس سلام علی من اتبع الهدی	کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
وآمن بالله ورسوله وشهد	لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
ان لا اله الا الله وحده لا شریك	وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ

له وان محمدا عبده ورسوله	علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔
ادعوك بدعاية الله عزوجل	میں تجھکو اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق اس دین کی
فانی انا رسول الله الی الناس له	دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام
كلهم لانذر من كان حيا ويحق	لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اس شخص کو جس کا
القول على الكافرين اسلم تسلم	دل زندہ ہے اور پوری ہو حجت اللہ کی کافروں
فان توليت فعليك اثم المجوس.	پر اسلام لا سلامت رہے گا اور اگر تو نے روگردانی
	کی تو تمام مجوس کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو یہ والا نامہ دے کر روانہ فرمایا۔ کسریٰ آپ کے والا نامہ کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور خط کو چاک کر ڈالا اور یہ کہا کہ یہ شخص مجھ کو یہ خط لکھتا ہے (کہ مجھ پر ایمان لے آؤ) حالانکہ یہ شخص میرا غلام ہے۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے آکر آپ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کسریٰ کا ملک ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہوگیا، اور کسریٰ نے باذان گورنر یمن کو لکھا کہ فوراً دو قوی آدمی حجاز روانہ کرو کہ وہ اس شخص کو کہ جس نے ہم کو یہ خط لکھا ہے گرفتار کر کے میرے سامنے لائیں۔

باذان نے فوراً دو آدمیوں کو آپ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جب یہ دونوں آدمی باذان کا خط لے کر بارگاہ نبوت میں پہنچے تو آپ کی خداداد عظمت وہیبت سے تھر تھر کانپنے لگے اسی حالت میں باذان کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا خط سنکر آپ مسکرائے اور دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ کل آنا۔ اگلے روز یہ دونوں شخص حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا۔ آج شب میں فلاں وقت اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا۔ اور شیرویہ نے

له۔ کما قال تعالیٰ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ ۱۲

که۔ اس والا نامہ میں یؤتیك الله اجرك مرتين نہیں تحریر فرمایا اس لئے کہ کسریٰ آتش پرست تھا کسی آسمانی کتاب اور پیغمبر برحق کا نام لیوا نہ تھا۔ اس لئے وہ دو اجر کا مستحق نہ تھا۔ زرقانی ص۳۴۳ ج ۳

کسریٰ کو قتل کر ڈالا۔ یہ شب سہ شنبہ کی شب تھی دس راتیں ماہ جمادی الاولیٰ ۷ھ کی گزر چکی تھیں
آپ نے فرمایا تم واپس چلے جاؤ۔ اور باذان سے جاکر یہ سب حال بیان کر دو اور فرمایا کہ باذان سے
یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کی پہنچی ہے باذان نے
سن کر یہ کہا کہ یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں اگر یہ خبر صحیح ہے تو خدا کی قسم وہ بلاشبہ نبی ہیں چنانچہ
اس خبر کی تصدیق ہو گئی باذان مع اپنے خاندان اور رفقاء اور احباب کے مشرف باسلام ہو گیا۔ اور
اپنے اسلام سے حضور پر نور کو مطلع کیا[1]

(۴) نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامۂ مبارک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ من محمد
رسول اللّٰہ الی النجاشی ملک الحبشۃ
سلام علیک اما بعد فانی احمد الیک
اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک
القدوس السلام المؤمن المھیمن
واشھد ان عیسی بن مریم روح اللّٰہ
وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ
الحصینۃ فحملت بعیسی فخلقہ اللّٰہ
من روحہ ونفخہ کما خلق اٰدم بیدہ
وانی ادعوک الی اللّٰہ وحدہ لا شریک
لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی
وتؤمن بالذی جاءنی فانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد اللہ کے رسول کی جانب سے
نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سلام ہو تجھ پر۔ اما بعد
میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود
نہیں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے تمام عیبوں سے پاک
ہے امن دینے والا اور سب کا نگہبان گواہی دیتا ہوں
کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے اللہ کی خاص روح اور اس کا
کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف القا
کیا پس حاملہ ہوئیں عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ
نے ان کو اپنی خاص روح اور نفخ سے پیدا کیا
جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے بے چون و چگون ہاتھ سے
بلا ماں باپ کے پیدا کیا میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا
ہوں جو ایک ہے کوئی اس کا کوئی شریک نہیں اور

[1] البدایہ والنہایہ۔ ج ۴، ص: ۲۶۸ — ۲۷۲ — زرقانی ج ۳، ص: ۳۴۲

رسول اللہ وانی أدعوك وجنودك	اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی محبت کی طرف
الی اللہ تعالٰی نقد بلغت ونصحت	اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف کہ
فاقبلوا النصیحتی والسلام علی	جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی
من اتبع الھدیٰ۔	قرآن) اس پر ایمان لا بتحقیق میں اللہ کا رسول ہوں

میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور نصیحت کی۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ نے آپ کا خط پہنچایا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر یہ کہا: اے اصحمہ[1] مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ امید ہے کہ آپ غور سے سنیں گے ہمیں آپ پر اعتماد اور اطمینان اور آپ سے حسن ظن ہے ہم نے جب کبھی آپ سے کسی خیر اور بھلائی کی امید کی ہیں وہ بھلائی آپ سے حاصل ہوئی۔ آپ کے سایہ امن میں ہم کو کبھی خوف وہراس نہیں پیش آیا انجیل جس کا حجت ہونا آپ کی زبانی معلوم ہوا ہے وہ ہمارے اور آپ کے مابین شاہد عادل ہے جس کی شہادت رد نہیں کی جا سکتی۔ اور ایسا قاضی اور حاکم ہے کہ جو اپنے فیصلہ میں عدل اور انصاف سے تجاوز نہیں کرتا۔ اگر آپ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ تو آپ اس نبی امی کے حق میں ایسے ہی ثابت ہوں گے جیسا کہ یہود عیسٰی علیہ السلام کے حق میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصد اور سفیر اوروں کے پاس بھی روانہ فرمائے ہیں لیکن بہ نسبت دوسروں کے تم سے زیادہ امید ہے۔

نجاشی کا جواب

نجاشی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے

[1] یہ اس نجاشی کا نام تھا ۱۲۔

اسی طرح راکب الجمل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ کی نبوت ورسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین اور اذعان میں اضافہ نہ ہوگا (جیسا کہ بعض صالحین کا مقولہ ہے۔ لوکشف الغطاء ماازددت یقیناً۔ اگر پردہ بھی اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی)

اور آپ کے والا نامہ کو آنکھوں سے لگایا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی اور آپ کے والا نامہ کا جواب لکھوایا۔

نجاشی کی طرف سے آپ کے والا نامہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الی مُحَمَّد رسول الله من النجاشی الاصحم بن ابجر سلام علیك یا نبی الله ورحمة الله وبركاتهٗ۔ الحمد الله الذی لا اله الا هو الذی هدانی للاسلام اما بعد فقد بلغنی كتابك یارسول الله فما ذكرت من امر عیسیٰ فورب السماء والارض ان عیسیٰ ما یزید علی ماذكرت ثُفْرُوقاً انه كما قلت وقد عرفنا مابعثت به الینا وقد قربنا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول الله صادقا مصدقا وقد بایعتك وبایعت ابن عمك و اسلمت علی یدیه لله رب العالمین وقد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی جانب نجاشی اصحم بن ابجر کی جانب سے۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے پیغمبر اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کی آپ پر میں تعریف کرتا ہوں اُس ایک خدا کی جس نے مجھکو اسلام کی ہدایت اور توفیق مرحمت فرمائی — یا رسول اللہ۔ آپ کا والا نامہ پہنچا۔ عیسیٰ علیہ السّلام کی بابت جو کچھ آپ نے ذکر کیا قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کے عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں بلاشبہ انکی شان وہی ہے جو آپ نے ذکر کی جو دین دے کر آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہم اُس کو پہچان لیا اور آپکے ابن عم اور اُن کے رفقاء کی مہمانی کی پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق کئے ہوئے رسول ہیں میں نے

بعثت الیک بابنی ارھا ابن الاصحم	آپ سے اور آپ کے ابن عم سے بیعت کی اور ان
بن الابجر فانی لا املک الا نفسی	کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا
وان شئت ان اٰیتک فعلت یا رسول	آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیجتا
فانی اشھد ان ما تقول حق والسلام	ہوں۔ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اگر اشارہ
علیک یا رسول اللہ ۔	ہو تو میں خود خدمت میں حاضر ہوں یا رسول اللہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ بالکل حق ہے سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول۔

نجاشی نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن وہ کشتی راستہ میں غرق ہو گئی۔[1]

یہ وہی نجاشی ہے کہ جس کی طرف مسلمانوں نے ۵ھ نبوی میں ہجرت کی اس کا نام اصحمہ ہے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور رجب ۹ھ میں اس نے وفات پائی جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کی وفات کی خبر دی اور عیدگاہ میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

اس کے وفات کے بعد جو دوسرا نجاشی اس کا جانشین ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا ایک خط اس کے نام بھی روانہ فرمایا۔ جس کو امام بیہقی نے ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے وہ خط یہ ہے۔

من النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم	از جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطرف نجاشی عظیم
الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشۃ	حبشہ۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے
سلام علی من اتبع الھدیٰ واٰمن	اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور شہادت
باللہ ورسولہ وشھد ان لا الہ الا	دے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اسکے

[1] ۔ زاد المعاد ج ۳، ص: ۶۰ ۔ ہدایۃ الحیاریٰ لابن قیم ص: ۴۴۔ زرقانی، ج: ۳، ص: ۳۴۳ تا ۳۴۵

الله وحده لاشريك له لم يتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية الله فاني انا رسوله فاسلم تسلم يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون فان ابيت فعليك اثم النصارى من قومك ۔

بیوی ہے اور نہ اولاد۔ اور گواہی دے کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں میں تجھکو اللہ کی دعوت دیتا ہوں تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں اسلام لا سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک صاف اور سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر رو گردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اے نجاشی اگر تو نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا تو تیری قوم کے تمام نصاریٰ کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

اس نجاشی کا اسلام ثابت نہیں ہوا اور نہ اس کا نام معلوم ہوا حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ یہ نجاشی۔ اُس نجاشی کے علاوہ ہے کہ جو حضرت جعفر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا آہ کلامہ بعض لوگوں کو التباس ہو گیا اور دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا۔ صحیح مسلم کی روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی دو ہیں اس دوسرے خط میں جو نجاشی کے ساتھ اصحم کا لفظ مذکور ہے وہ راوی کا وہم ہے اصحم پہلے نجاشی کا نام ہے راوی نے دونوں کو ایک سمجھ کر اس خط میں بھی اصحم کا لفظ غلطی سے بڑھا دیا۔ (راالتفصیل فی الزرقانی ص ۳۴۶ ج ۳)

(۴) مُقوقِس شاہ مصر و اسکندریہ کے نام نامۂ مُبارک

بسم الله الرحمن الرحيم ۔ من محمد عبد الله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام على من

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے میں تجھکو اسلام

اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوك	کی دعوت دیتا ہوں اسلام لا سلامت رہیگا اور
بدعایة الاسلام اسلم تسلم	اللہ تعالیٰ تجھکو دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تو نے
یؤتك الله اجرك مرتین فان	اس دعوت سے اعراض کیا تو تمام قبط کے حق نہ
تولیت فعلیك اثم القبط یا اهل	قبول کرنے کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ ایسی
الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و	سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین
بینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك	مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی عبادت
به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا	نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور
من دون الله فان تولوا فقولوا	اور ہم میں کا بعض۔ بعض کو سوائے خدا کے رب نہ
اشهدوا بانا مسلمون ۝	بنائے بس اگر اس سے اعراض کریں تو کہدو کہ گواہ

رہو کہ ہم مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

مہر لگا کر۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو دیا کہ وہ شاہ مصر کے پاس روانہ ہوں حاطبؓ آپ کا والا نامہ لیکر روانہ ہوئے اول مصر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہ اسکندریہ میں ہے۔ اسکندریہ پہنچے، دیکھا کہ بادشاہ ایک جھروکے میں بیٹھا ہوا ہے جو لب دریا واقع ہے نیچے سے وہ نامۂ مبارک اشارہ سے تبلایا بادشاہ نے اندر بلانے کا حکم دیا۔ حاطبؓ اندر پہنچے اور آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ توقیر اور عظمت کے ساتھ آپ کے والا نامہ کو لیا اور پڑھا۔ (زرقانی صفحہ ۔ ج ۳)

حضرت حاطب راوی ہیں کہ بعد ازاں شاہ اسکندریہ نے بطور مہمان مجھکو ایک مکان میں ٹھہرا دیا۔ ایک روز تمام بطارقہ یعنی زعماء اور قائدین کو جمع کر کے مجھکو بلایا۔ اور یہ کہا کہ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں سمجھ کر جواب دینا۔ حاطبؓ نے کہا بہتر ہے مقوقس نے کہا جن کا تم خط لے کر آئے ہو کیا وہ نبی نہیں ہیں۔ حاطبؓ نے کہا کیوں نہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں مقوقس نے کہا اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو جس وقت ان کی قوم نے ان کو مکہ سے نکالا تو اس وقت ان کے حق میں بددعا

کیوں نہ کی کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔

حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہ تھے مقوقس نے کہا۔ بے شک وہ اللہ کے رسول تھے حاطب نے کہا کہ جب وہ اللہ کے رسول تھے تو جس وقت ان کے دشمنوں نے ان کو سولی دینے کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح نے اس وقت ان کے حق میں کیوں بد دعا نہ کی کہ اللہ عزوجل ان کو ہلاک کر دیتا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ مقوقس نے کہا بے شک تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس سے آیا ہے۔ [1]

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی دربار مقوقس میں تقریر

مقوقس۔ حضرت حاطب کے اس حکیمانہ جواب کو سن خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت حاطب نے بادشاہ کو مخاطب کر کے ایک تقریر فرمائی۔

آپ کو معلوم ہے کہ ایک شخص اس شہر مصر میں پہلے گزرا ہے کہ جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں ہی رب اعلیٰ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پکڑا اور سزا دی اور ہلاک اور برباد کیا تم کو چاہیے کہ اس سے عبرت حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں۔ ایک دین ہے جو تمہارے دین سے کہیں بہتر ہے وہ دین اسلام ہے جس کے متعلق خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ تمام ادیان اس کے سامنے مضمحل ہو جائیں گے اس پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر لوگوں کو اس دین کی دعوت دی اس بارے میں قریش سب سے زیادہ سخت اور یہود سب سے زیادہ دشمن اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب ثابت ہوئے۔ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینا بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الخصائص الکبریٰ ج ۲، ص ۱۴۔ زرقانی ج ۳، ص ۳۴۸

کی بشارت دی دونوں میں کوئی تفاوت نہیں اور ہمارا تم کو قرآن کی طرف بلانا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ تم اہل توراۃ کو انجیل کی طرف بلاتے ہو۔ جو قوم کسی نبی کو پائے وہ قوم اس نبی کی امت ہے ان کے ذمہ لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں اور اے بادشاہ تو بھی انھیں لوگوں میں سے جنھوں نے اس نبی کا زمانہ پایا ہے۔ ہم تم کو دین مسیحی سے روکتے نہیں بلکہ حکم دیتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اتباع کرو۔

بادشاہ کا جواب

مقوقس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے میں غور اور فکر کیا تو یہ پایا کہ وہ پسندیدہ چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسند چیزوں سے منع کرتے ہیں قابل نفرت چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور قابل رغبت چیزوں سے منع نہیں کرتے۔ جادوگر اور گمراہ نہیں۔ کاہن اور جھوٹے نہیں۔ نبوت کی علامتیں ان میں پاتا ہوں مثلاً ان کا غیب کی خبریں دینا اور اس بارے میں پھر غور کروں گا۔ اور آپ کے والا نامہ کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں بند کرکے اپنے خازن کو حکم دیا کہ اس کو حفاظت سے رکھیں اور ایک کاتب کو بلا کہ عربی زبان میں آپ کے والا نامہ کے جواب لکھنے کا حکم دیا وہ جواب یہ تھا۔

مقوقس شاہ مصر کی طرف سے والا نامہ کا جواب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط محمد بن عبد الله من المقوقس عظیم القبط سلام علیک ۔ اما بعد فقد قرأت کتابک وفهمت ما ذكرت فيه وما تدعو	بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس سردار قبط کی جانب سے سلام ہو آپ پر۔ اما بعد ۔ میں نے آپ کا خط پڑھا اور سمجھا اور اس کے مضمون کو اور اس چیز کو جس کی طرف آپ نے دعوت

لہ ۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود آپ کی بشارت دی ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ اور آپ کے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ آپ کا اتباع عین حضرت مسیح علیہ السلام کے حکم کا اتباع ہے ۱۲

اليه وقد علمت ان نبيا قد بقي و كنت اظن ان يخرج من الشام وقد اكرمت رسولك وبعثت اليك بجاريتين لهما من القبط مكان عظيم و كسوة و اهديت اليك بغلة لتركبها والسلام

دی ہے سمجھا۔ میں یقین جانتا ہوں کہ ایک نبی باقی رہ گیا ہے۔ میرا گمان یہ تھا کہ شاید اس کا خروج شام سے ہو میں نے آپ کے قاصد کا اکرام اور احترام کیا دو باندیاں اور کچھ کپڑے اور خچر ہدیۃً آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ والسلام

ایک جاریہ کا نام ماریہ قبطیہ تھا یہ آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے، دوسری کا نام سیرین تھا جو حسان بن ثابت کو عطا ہوئیں اور خچر کا نام دُلدُل تھا۔

مقوقس نے آپ کے قاصد کا اکرام و احترام کیا اور آپ کے والا نامہ کی نہایت توقیر و تعظیم کی اور اقرار کیا کہ بے شک آپ وہی نبی ہیں جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے۔ لیکن ایمان نہیں لایا، نصرانیت پر قائم رہا۔ حاطب بن ابی بلتعہ جب آپ کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا تو یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ملک اور سلطنت کی وجہ سے اسلام نہیں قبول کیا اور اس کا ملک اور سلطنت باقی نہیں رہ سکتی چنانچہ مصر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے فتح کیا۔ (الجواب الصحیح للحافظ ابن تیمیہ ص۹۹ ج۱ اول تا ص۱۰۰ ج۱ اور زرقانی ص۳۴۴ ج۳ روض الانف ص۳۵۵ ج۲ و ہدایۃ الحیاری ص۴۳)

مقوقس۔۔ اس سے پیشتر آپ کے حالات مغیرہ بن شعبہ سے معلوم کر چکا تھا۔ مغیرہ مشرف باسلام ہونے سے پہلے بنی مالک کے چند آدمیوں کے ساتھ مقوقس کے پاس گئے تھے، اس وقت مقوقس نے ان لوگوں سے آپ کے حالات دریافت کئے۔ مغیرہ نے کہا وہ بالکل ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو ہمارے آبائی اور جدی دین کے بھی خلاف ہے اور بادشاہ کے دین کے بھی خلاف ہے۔

مقوقس۔۔ ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

مغیرہ۔۔ اکثر نوجوانوں نے ان کا اتباع کیا اور بوڑھوں نے مخالفت کی اور مخالفین سے

لڑائی کی نوبت آئی کبھی فتح ہوئی اور کبھی شکست

مقوقس۔ وہ کس چیز کی طرف تم کو بلاتے ہیں۔

مغیرہ۔ ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں، جن بتوں کی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس۔ کیا نماز کے لئے کوئی وقت اور زکوٰۃ کے لئے کوئی مقدار معین ہے۔

مغیرہ۔ دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

بیس مثقال سونے میں نصف مثقال یعنی مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔

مقوقس۔ زکوٰۃ لے کر کیا کرتے ہیں۔

مغیرہ۔ فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں صلہ رحمی اور ایفاء عہد کا حکم کرتے ہیں زنا اور سود اور شراب کو حرام بتاتے ہیں غیر اللہ کے نام پر جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو نہیں کھاتے۔

مقوقس۔ بیشک وہ نبی مرسل ہیں تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں عیسٰی علیہ السّلام بھی انہیں باتوں کا حکم دیتے تھے اور اس سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام بھی انھیں باتوں کی تلقین فرماتے تھے اور انجام کار آپ ہی کو غلبہ ہوگا، یہاں تک کہ کوئی آپ کا مزاحم نہ رہے گا اور منتہائے بر و بحر تک آپ کا دین پہنچے گا۔

مغیرہ۔ ساری دنیا بھی اگر آپ پر ایمان لے آئے تو ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔

مقوقس۔ تم لوگ نادان اور بے عقل ہو۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ ان کا نسب کیسا ہے۔

مغیرہ۔ سب سے بہتر۔

مقوقس۔ حضرات انبیاء اللہ ہمیشہ سب سے اعلیٰ اور اشرف خاندان سے ہوئے ہیں۔

اچھا ان کی سچائی اور راستی کے متعلق کچھ بیان کرو۔

مغیرہ۔ ان کی سچائی اور راستی ہی کی وجہ سے سارا عرب ان کو امین پکارتا ہے۔

مقوقس۔ تم اس بارے میں غور اور فکر کرو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں سے سچ بولے اور

خدا پر جھوٹ بولے۔ نیز یہ تبلاؤ کہ ان کے پیرو اور اتباع کس قسم کے لوگ ہیں۔

مغیرہ۔ نوجوان۔

مقوقس۔ آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء گزرے ان کے اتباع کرنے والے اکثر نوجوان[1] ہی ہوتے ہیں۔ بعدازاں یہ دریافت کیا کہ یثرب کے یہودیوں نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ لوگ اہل تورات ہیں۔

مغیرہ۔ مخالفت کی آپ نے ان میں سے کسی کو قتل کیا اور کسی کو قید اور کسی جلاوطن۔

مقوقس۔ یہود۔ حاسد قوم ہے یہود نے آپ پر حسد کیا ورنہ وہ ہماری طرح آپ کو خوب پہچانتے ہیں۔

مغیرہ۔ یہ سن کر ہم محل سے باہر آگئے اور اپنے دلوں میں یہ کہا۔ کہ شاہانِ عجم بھی آپ کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ سے بہت دور ہیں اور ہم تو آپ کے رشتہ دار اور پڑوسی ہیں ہم اب تک آپ کے دین میں داخل نہیں ہوتے حالانکہ آپ نے ہم کو ہمارے گھروں پر آکر بلایا۔ یہ بات میرے دل میں اثر کر گئی اور میں اسکندریہ ہی میں ٹھہر گیا کوئی گرجا ایسا نہ چھوڑا کہ میں اس میں نہ گیا ہوں اور وہاں

---

[1] کیونکہ اخلاق اور عادات بوڑھوں میں پختہ اور راسخ ہو جاتے ہیں ان کو اپنی عادات اور مراسم کا چھوڑنا بہت شاق ہوتا ہے۔

ان الغصون اذا الاغیتہا اعتدلت ولن تلین اذا الاینتہ خشب

شاخیں جب تک نرم ہوں ان کو سیدھا کیا جا سکتا ہے لیکن لکڑی ہو جانے کے بعد ان کا سیدھا کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کے اکثر نوجوان ابتدار بعثت میں مشرف باسلام ہوئے اور روسا سارا در سرداران قریش فتح مکہ میں اسلام ہوئے۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے اور نوجوانوں کی ایک جماعت نصیحت سننے کے لئے آپ کے اردگرد جمع ہوتی تھی ایک شخص ادھر سے گزرا۔ نوجوانوں کے مجمع کو دیکھ کر اس نے حضرت حذیفہ سے سوال کیا کہ آپ کے گرد نوجوانوں کا مجمع کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ھل الخیر الا فی الشباب جوانوں کا واکس میں خیر ہے کہ وہ نصیحت کو سنیں اور بعدازاں یہ فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو سنا۔ قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم۔ انھم فتیۃ امنوا بربھم۔ قال لفتاہ اتنا غداءنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بنا کر بھیجا مگر جب کہ اس کا شباب اور جوانی مکمل ہو گئی یعنی چالیس سال کو پہنچ گیا۔ کما قال تعالیٰ۔ اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ، کذا فی تنبیہ المغترین للامام الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ صنہ

کے پادریوں سے آپ کی صفت اور شان دریافت نہ کی ہو یہاں تک میں اُن کے اُسقف اعظم (بڑے پادری) سے ملا جو بڑا عابد و زاہد تھا لوگ مریضوں کو اُس کے پاس دُعا کرانے کے لئے لاتے تھے، میں نے اس سے دریافت کیا۔ کیا ابھی کسی نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے اس نے یہ جواب دیا۔

نعم هو آخر الانبياء ليس بينه وبين عيسى بن مريم احد وهو نبي مرسل وقد امرنا عيسى باتباعه وهو النبي الامي العربي اسمه احمد ليس بالطويل ولا بيض ولا بالآدم يعض شعره ويلبس ماغلظ من الثياب ويجتزئ بما لقي من الطعام سيفه على عاتقه ولا يبالي بمن لاقى باشر القتال بنفسه ومعه اصحابه يفدونه بانفسهم هم له اشد حبا من اولادهم يخرج من ارض حرم ويأتي الى حرم يهاجر الى ارض سباخ ونخل يدين بدين ابراهيم عليه السلام	ہاں وہ آخری نبی ہیں۔ اُن کے اور عیسٰی علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں وہ نبی مرسل ہیں عیسٰی علیہ السلام نے ہم کو ان کے اتباع کا حکم دیا وہ نبی امی عربی ہیں نام اُن کا احمد ہے نہ دراز قد ہیں نہ پست قامت بلکہ میانہ قد ہیں آنکھوں میں اُنکی سُرخی ہے نہ بالکل سفید ہیں نہ بالکل گندمی۔ بال ان کے زیادہ ہوں گے موٹے کپڑے پہنیں گے جتنا کھانا میسر آجائے گا اسی پر اکتفا اور قناعت کریں گے۔ تلوار اُن کے کاندھے پر ہوگی کسی مقابلہ کی پرواہ نہ کریں گے، خود جہاد و قتال کریں گے ان کے اصحاب ان کے ساتھ ہوں گے جو دل و جان سے ان پر فدا ہوں گے اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت رکھتے ہوں گے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوگا اور حرم کی طرف ہجرت کرے گا وہ زمین شورہ اور نخلستانی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا پیرو ہوگا۔

مغیرہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ کی کچھ اور صفات بیان کرو اُس نے کہا کہ آپ ازار بند ہوں گے اپنے اطراف اور اعضاء کو دھوئیں گے یعنی وضو کریں گے۔ آپ سے پہلے جس قدر نبی گزرے

وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام عالم کی طرف مبعوث ہوں گے تمام روئے زمین اُن کے لئے مسجد اور طہور ہوگی، جہاں نماز کا وقت آجائے گا وہاں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کریں گے۔ بنی اسرائیل کی طرح کنیسہ اور گرجا کے پابند نہ ہوں گے کہ کلیسا کے سوا کہیں دوسری جگہ نماز ہی درست نہ ہو۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ تمام باتیں میں نے خوب غور سے سُنی اور یاد رکھا اور واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا حلقہ بگوش بنا۔[۱]

(۵) مُنذِر بن ساویٰ شاہ بحرین کے نام نامۂ مبارک

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو۔ منذر ساویٰ کی طرف دعوت اسلام کا خط[۲] دے کر روانہ فرمایا۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کا والانامہ لے کر منذر کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے یہ کہا۔

اے منذر۔ دنیا میں تو بڑا عاقل اور ہوشیار ہے۔ آخرت کے بارے میں نادان اور ذلیل نہ بن یہ مجوسیت (آتش پرستی) بدترین مذہب ہے۔ نہ اس میں عرب کا سا شرف اور کرم ہے اور نہ اہل کتاب کا سا علم۔ اس مذہب والے ان عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کے ذکر ہی سے حیا اور شرم آتی ہے۔ اور اُن چیزوں کو کھاتے ہیں جن کے کھانے سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ دنیا میں اس آگ کی پرستش کرتے ہیں جو قیامت کے دن ان کو کھائے گی اے منذر تو بے عقل اور نادان نہیں۔ تو خوب سوچ لے اور غور کرے۔ جو ذات کبھی جھوٹ نہیں بولتی اس کی تصدیق کرنے اور اس کو صادق اور راستباز سمجھنے میں تجھکو کیا تامل ہے اور جو ذات کبھی خیانت نہیں کرتی اس کے امین سمجھنے میں اور جو ذات کہ اس کی بات میں کبھی خلاف نہیں ہوتا اس پر وثوق اور اعتماد کرنے میں

---

[۱] الجواب الصحیح لابن تیمیہ۔ ص: ۱۰۱ - ۱۰۳، ج ۱۔ خصائص کبریٰ، ج ۲: ص ۱۲۔

[۲] روایات سے یہ تو ثابت ہے کہ آپ نے منذر بن ساوی کے نام دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا لیکن باوجود تتبع اور تلاش کے اس والانامہ کے الفاظ نہیں معلوم ہو سکے۔ زرقانی ص ۳۵۱ ج ۳

تجھ کو کیا تردد ہے، اگر آپ کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے اور یقیناً ایسی ہے تو مجھ سے کہ وہ بلا شبہ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسے رسول ہیں کہ جس چیز کے کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ اس کے متعلق کوئی ذی عقل یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس چیز سے منع فرماتے اور جس چیز کے کرنے سے آپ نے منع فرمایا اس کے متعلق کوئی ذی عقل اور ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس چیز کے کرنے کے کا حکم دیتے، یا جس چیز کو جس حد تک آپ نے معاف فرمایا اس سے زائد معاف فرماتے یا جس چیز کی آپ نے جو سزا تجویز فرمائی اس میں کوئی تخفیف یا کمی فرماتے۔ اس لئے کہ آپ کا ہر امر اور ہر نہی اور آپ کا ہر ارشاد اہلِ عقل اور اہلِ نظر کی انتہائی تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔

(۵) منذر بن ساوی کا جواب

منذر نے کہا میں جس دین پر ہوں میں نے اس میں غور کیا تو اس کو فقط دنیا کے لئے پایا۔ آخرت کے لئے نہیں اور تمہارے دین میں نظر اور فکر کی تو اس کو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے پایا۔ پس مجھکو اس دین کے قبول کرنے سے کیا شئی مانع ہے کہ جس کے قبول کرنے سے زندگی کی تمنائیں اور موت کی راحت حاصل ہوتی ہو اب تک میں اس شخص پر تعجب کرتا تھا جو اس دین (اسلام) کو قبول کرے اور اب اس پر تعجب کرتا ہوں کہ جو اس دین برحق کو رد کرے۔

منذر بن ساوی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والانامہ کا جواب

منذر مشرف باسلام ہوا اور آپ کے والانامہ کا یہ جواب لکھوایا۔

اما بعد یارسول اللہ فانی قرأت کتابک علے اھل البحرین فمنھم من احب	اے رسول اللہ میں نے آپ کا والانامہ اہلِ بحرین کو سنادیا بعضوں نے اسلام کو پسند کیا اور اس میں

۱ - الجواب الصحیح - ج ۱، ص: ۱۱۳

الاسلام واعجبه ودخل فيه ومنهم من كرهه وبارضى يهود ومجوس فاحدث الى فى ذلك امرك.

داخل ہوئے اور بعضوں نے ناپسند کیا اور میرے ملک میں یہودی اور مجوسی رہتے ہیں اس بارے میں آپ اپنا حکم صادر فرمائیں۔

آپ نے یہ جواب لکھوا کر بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ من محمد رسول الله الى المنذر بن ساوى سلام عليك فانى احمد اليك الله الذى لا اله الا هو واشهد ان محمدا رسول الله اما بعد فانى اذكرك الله عزوجل فانه من ينصح فانما ينصح لنفسه وانه من يطع رسلى ويتبع امرهم فقد اطاعنى ومن نصح لهم فقد نصح لى وان رسلى قد اثنوا عليك خيرا. وانى قد شفعتك فى قومك فاترك للمسلمين ما اسلموا عليك وعفوت عن اهل الذنوب فاقبل منهم وانك مهما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقام على يهوديته او مجوسية فعليه الجزية [1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف۔ سلام ہو تم پر میں تیری طرف اُس خدائے پاک کی حمد پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد۔ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد ازاں میں تجھکو اللہ عزوجل یاد دلاتا ہوں اس لئے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ خیر خواہی اور وفاداری کرے وہ حقیقت میں اپنی ذات کی خیر خواہی کرتا ہے اور جس نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی اور انکے حکم کا اتباع کیا پس تحقیق اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی خیر خواہی کی، میرے قاصدوں نے آکر تمھاری تعریف و توصیف کی میں نے تمھاری قوم کے بارے میں تمھاری سفارش قبول کی پس وہ املاک مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ دو جس پر وہ اسلام لائے ہیں اور خطا کاروں کو میں نے معاف کیا اُس سے اسلام یا توبہ قبول کرو اور جب تک تم ٹھیک اور درست رہو گے تو ہم تم کو معزول نہ کریں گے اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے تو اس پر جزیہ ہے۔

---

[1] زاد المعاد ج ۳ ص : ۶۱ ، ۶۲ ۔ زرقانی ج ۳ ص : ۳۵۱

(۶) شاہ عمان کے نام نامۂ مبارک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۃ من محمد بن عبد اللہ ورسولہ الی جَیْفَرْ وعَبْدٍ ابنی الجُلَنْدِی سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوکما بدعایۃ الاسلام اَسْلِمَا تَسْلَمَا فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین وانکما ان اقررتما بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان تقرا بالاسلام فان ملککما زائل عنکما وخیلی تحل بساحتکما وتظھر بنوتی علی ملککما۔ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے محمد بن عبد اللہ رسول اللہ کی طرف سے جُیفر اور عَبد پسران جلندی کی طرف۔ سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اس لیے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو کہ جو زندہ ہو[1] اور ثابت ہو اللہ کی حجت کافروں پر۔ تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمہارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت عنقریب زائل ہونیوالی ہے اور میرے سوار تمہارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے اور میری نبوت ورسالت تمہارے ملک کے تمام ادیان پر غالب آکر رہے گی۔

ذی قعدۃ الحرام ۸ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے والانامہ دے کر پسران جلندی۔ عبد اور جیفر کی طرف روانہ فرمایا۔ عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں آپ کا والانامہ لے کر۔ عمان پہنچا اول عبد سے ملاقات ہوئی۔ نہایت حلیم اور بُردبار اور نیک خو تھے میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ خط دے کر آپ اور آپ کے بھائی کی طرف بھیجا ہے۔ عبد نے کہا کہ اصل رئیس اور بادشاہ میرے بڑے

لہ۔ یعنی دل میں اس کے حیات اور زندگی کے آثار باقی ہوں ورنہ جس کا دل بالکل مردہ ہو چکا ہے اس کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے ۱۲۔ ۔ سہ زاد المعاد ج ۳، ص : ۶۱، ۶۲۔ زرقانی ج ۳: ص ۳۵۲

بھائی جَیفرَ ہیں، میں آپ کو اُن سے ملا دوں گا، یہ خط اُن کے سامنے پیش کر دینا۔ بعد ازاں مجھ سے کہا کہ تم ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دینے آئے ہو۔

عمرو بن العاصؓ:۔ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ بُت پرستی کو چھوڑ دو اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں۔

عَبْد:۔ اے عمرو بن العاص۔ تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو تبلاؤ کہ تمھارے باپ نے کیا کیا ہم انھیں کی اقتدا کریں گے۔

عمرو بن العاصؓ:۔ میرے باپ مر گئے اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور میری تمنا تھی کہ کاش وہ اسلام لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ ایک عرصہ تک میں انھیں کی رائے پر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو اسلام کی ہدایت اور توفیق سے سرفراز فرمایا۔

عَبْد:۔ تم کب مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاصؓ:۔ چند ہی روز ہوئے۔

عَبْد:۔ کہاں مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص:۔ نجاشی شاہ حبشہ کے ہاتھ پر اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عَبْد:۔ نجاشی کے اسلام لے آنے کے بعد اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

عمرو بن العاص:۔ حسب سابق اس کو بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس کے متبع اور پیرو بنے

عَبْد:۔ اساقفہ (پادریوں) اور رہبان نے کیا کیا۔

عمرو بن العاصؓ:۔ سب نے اُس کا اتباع کیا۔

عَبْد:۔ اے عمرو غور کر دیکھ کیا کہہ رہے ہو خوب سمجھ لو کہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بُری خصلت نہیں اور انسان کے لئے جھوٹ سے زیادہ رسوا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

لہ ۔ لطیفہ ۔ عجیب بات ہے کہ ایک صحابی ۔ تابعی کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اس لئے کہ عمرو بن العاص صحابی تھے۔ اور نجاشی تابعی تھا ۱۲۔ زرقانی ص۳۵۴ ج ۳

عمرو بن العاص :۔ حاشا و کلا ر میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا حلال ہے۔
عَبْد :۔ معلوم نہیں کہ ہرقل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام لانے خبر ہوئی یا نہیں۔
عمرو بن العاص :۔ ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا علم ہے۔
عَبْد :۔ تم کو کیسے معلوم ہوا۔
عمرو بن العاص :۔ نجاشی۔ قیصر روم کو خراج ادا کرتا تھا مسلمان ہونے کے بعد خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر قیصر روم مجھ سے ایک درہم بھی مانگے تو وہ بھی نہ دوں گا قیصر روم کو جب نجاشی کی یہ بات پہنچی تو قیصر روم خاموش ہو گیا۔ قیصر کے خاموشی کو دیکھ کر قیصر روم کے بھائی نیاق نے نہایت غصہ سے یہ کہا۔ کہ کیا آپ اپنے اس غلام یعنی نجاشی کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ خراج بھی ادا نہ کرے اور آپ کا مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کرے۔ قیصر نے کہا نجاشی کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرے اس نے اس دین کو پسند کیا خدا کی قسم اگر مجھکو اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین اختیار کرتا۔
عَبْد :۔ بہت تعجب ہو کر۔ اے عمرو کیا کہہ رہے ہو۔
عمرو بن العاصؓ :۔ خدا کی قسم میں نے بالکل سچ کہا ہے
عَبْد :۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارے پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں۔
عمرو بن العاصؓ :۔ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے منع فرماتے ہیں بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ظلم اور تعدی۔ زنا اور شراب خواری بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں۔
عَبْد :۔ کیا ہی اچھی دعوت اور کیا ہی عمدہ تلقین ہے۔ کاش میرا بھائی بھی میرے ساتھ اتفاق کرے اور دونوں مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی تصدیق کریں لیکن ممکن ہے کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کی وجہ سے اس بارے میں تامل کرے۔
عمرو بن العاصؓ :۔ اگر اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بادشاہت کو بدستور

برقرار رکھیں گے اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے امراء اور اغنیاء سے صدقات وصول کریں۔ اور اپنی قوم کے فقراء اور مساکین پر اُن کو تقسیم کریں۔

عَبد:۔ یہ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ یہ بتاؤ کہ صدقات کتنے اور کس طرح لیے جاتے ہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:۔ میں نے تفصیل بتایا کہ سونے اور چاندی میں اتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے اور اونٹ اور بکریاں میں اتنی بعد ازاں عَبد نے مجھ کو اپنے بھائی جَیفَر کے سامنے پیش کیا میں نے آپ کا والا نامہ سربمہر اس کو دیا مہر کھول کر اس کو پڑھا اور مجھ کو بیٹھنے کا حکم دیا اور قریش کا کچھ حال دریافت کیا ایک دو روز کے تامل کے بعد جَیفَر بھی اسلام پر آمادہ ہو گیا اور دونوں بھائیوں نے مل کر ایک دفعہ اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ بہت سے لوگ اُن کے ساتھ مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔ (زاد المعاد ج۲ ص۶۲ ہدایۃ الحیاری للحافظ ابن القیم ص۳۴)[۵]

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اصل بادشاہ ان کا باپ جُلَندی تھا شاید بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے سلطنت بیٹوں کے سپرد کر دی ہو۔ ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جُلَندی کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا ممکن ہے کہ آپ نے عمرو بن العاص کو باپ اور بیٹوں سب کی طرف روانہ فرمایا ہو۔ (کذا فی الاصابہ ص۲۶۲ ج اول و ص۲۶۴ ج ا ترجمہ جُلَندی و جَیفَر قسم ثالث)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جُلَندی سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

اے جُلندی تو اگرچہ ہم سے بہت دور ہے لیکن اللہ عزوجل سے دور نہیں جس ذات پاک نے تجھکو بلا کسی شریک کے تنہا پیدا کیا تو تنہا اُسی کی عبادت کر اور جو ذات تیرے پیدا کرنے میں خدا کی شریک نہیں تو اس کو خدا کی عبادت میں شریک نہ کر اور یقین رکھ کہ جس خدا نے تجھکو زندہ کیا ہے وہ تجھکو موت دینے والا ہے اور جس نے تمھاری پیدائش کی ابتداء کی وہی پھر تم کو اپنی طرف لوٹائے گا۔ پس اس نبی اُمّی کے بارے میں خوب غور و فکر کرلو کہ جو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور بہبودی لیکر

---

[۵] یہ قصہ مختصراً طبقات ابن سعد ص۱۸ ج ۱ میں بھی مذکور ہے ۱۲ ۔ نسائی، ج ۶، ۱۳، ص ۳۵۳،

آیا ہے۔ اگر وہ تم سے کسی قسم کا کوئی اجر اور معاوضہ چاہتے ہوں تو وہ روک لو اور اگر ان کے کسی قول اور فعل میں ہوائے نفسانی کا شائبہ محسوس کرو تو اس کو چھوڑ دو پھر آپ کے لائے ہوئے دین میں غور کرو۔ کہ آپ کا دین لوگوں کے خود ساختہ قوانین کے مشابہ ہے یا نہیں۔ اگر آپ کی شریعت اور آپ کا دین لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ ہے تو بتلاؤ کس کے مشابہ ہے اور اگر آپ کا دین لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ نہیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ جل جلالہ کا دین ہے پس اس کو قبول کرو اور جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے ڈراتا ہے اس سے ڈرو۔

جلندی نے کہا میں نے اس نبی امی کے بارے میں غور کیا۔ بے شک وہ کسی خیر اور بھلائی کا حکم نہیں دیتے مگر سب سے پہلے اس پر عمل کرنے والے وہ خود ہوتے ہیں اور کسی برائی سے منع نہیں کرتے مگر سب سے پہلے خود اس کے ترک کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں تو اتراتے نہیں اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ تو گھبراتے نہیں عہد کو پورا کرتے ہیں۔ وعدہ کی وفا کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں۔[1]

اور یہ اشعار کہے:

اتانی عمرو بالتی لیس بعدہا ۔۔۔ من الحق شئی والنصیح نصیح

فیا عمرو قد اسلمت للّٰہ جہرۃ ۔۔۔ ینادی بہا فی الوادیین فصیح

(۷) رئیس یمامہ ہوذہ بن علی کے نامہ مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی
من محمد رسول اللہ الی ھوذۃ بن	طرف سے ہوذہ بن علی کے نام۔ سلام ہے اس پر
علی سلام علی من اتبع الھدیٰ و	جو ہدایت کا اتباع کرے معلوم کر لو کہ میرا دین وہاں
اعلم ان دینی سیظھر الی منتھیٰ۔	تک پہنچے گا جہاں اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں اسلام

[1] روض الانف ج: ۲، ص: ۳۵۶

والخف والحافر فاسلم تسلم واجعل	سے آؤ سلامت رہو گے اور تمہارے مقبوضات
لك ماتحت یدیك.	پر تم کو بدستور برقرار رکھیں گے۔

سَلِیطِ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا۔ ہوذہ نے آپ کا والانامہ پڑھا اور حضرت سلیط کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ اتارا۔ سَلیط رضی اللہ عنہ نے ہوذہ سے مخاطب ہو کر کہا

اے ہوذہ تجھ کو پرانی اور بوسیدہ ہڈیوں نے سردار بنا دیا ہے اور حقیقت میں سردار وہ ہے کہ جو ایمان سے متمتع ہوا اور تقویٰ کا توشہ لیا۔ میں تجھکو ایک بہترین شئی کا حکم کرتا ہوں اور ایک بدترین شئی سے تجھکو منع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کرتا ہوں اور شیطان کی عبادت سے منع کرتا ہوں اگر تو اس کو قبول کرے تو تیری تمام اُمیدیں بر آئیں گی اور خوف سے مامون ہوگا۔ اور اگر انکار کرتا ہے تو قیامت کا ہولناک منظر ہمارے اور تیرے درمیان سے اس پردہ کو اٹھادے گا۔

ہوذہ نے کہا مجھے مہلت دیجیے کہ میں سوچ لوں اور بعد ازاں آپ کے والانامہ کا یہ جواب لکھوایا۔

ما احسن ماتدعو الیه واجمله	جس چیز کی طرف آپ بلاتے ہیں وہ کیا ہی خوب
والعرب تهاب مکانی فاجعل لی بعض	اور بہتر ہے عرب میرے دبدبہ اور مرتبہ سے ڈرتے
الامر اتبعك	ہیں آپ مجھے کچھ اختیار دیدیجیے میں آپ کا اتباع کروں گا۔

اور چلتے وقت حضرت سلیطؓ کو ہدیہ اور تحفہ دیا اور کچھ ہجر کے بُنے ہوئے کپڑے دیئے مدینہ پہنچ کر آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا خدا کی قسم اگر ایک بالشت زمین بھی مانگے گا تو نہ دوں گا وہ بھی ہلاک ہوا اور اس کا ملک بھی ہلاک ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ سے واپس ہوئے تو جبرئیل امین نے آکر آپ کو ہوذہ کے مرنے کی خبر دی آپ نے صحابہ کو یہ خبر سنا کر فرمایا کہ یمامہ میں عنقریب ایک کذاب ظاہر ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد قتل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (سنہ ۸ھ۔ زاد المعاد ج ۳، ص: ۶۳)

(۸) امیرِ دمشق حارث غسّانی کے نام نامۂ مبارک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، من محمد رسول اللّٰہ الی الحارث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ وامن باللّٰہ وصدق فانی ادعوک الی ان تؤمن باللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ یبقی ملکک۔[۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد، اللہ کے رسول کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر ایمان اور اللہ کے احکام کی تصدیق کرے۔ پس میں تجھکو دعوت دیتا ہوں اس بات کی کہ تو ایمان لائے اُس ایک خدا پر جس کا کوئی شریک نہیں اگر تو ایمان لے آیا تو تیری سلطنت باقی رہے گی۔

شجاع بن وہب اسدیؓ یہ والا نامہ لے کر دمشق پہنچے حارث غسانی اس وقت قیصر روم کیلئے سامان ضیافت مہیا کرنے میں مشغول تھا قیصر اس زمانہ میں فارس پر فتحیابی کے شکریہ میں حمص سے پا پیادہ چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا انتظار میں کئی روز گزر گئے مگر حارث سے ملاقات نہیں ہوئی میں نے حارث کے دربان سے ذکر کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا قاصد ہوں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں، دربان نے کہا کہ بادشاہ ایک دو روز میں برآمد ہوں گے اس وقت ملاقات ہو سکے گی۔ دربان روم کا رہنے والا تھا نام اُس کا مُری تھا، اُس نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے شروع کئے۔ میں آپ کے حالات بیان کرتا جاتا تھا اور وہ روتا جاتا تھا آپ کے حالات سن کر یہ کہا میں نے انجیل پڑھی ہے میں آپ کے نام اوصاف پاتا ہوں میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھکو اندیشہ ہے کہ حارث مجھکو قتل کر دے گا اور میرا نہایت اکرام اور احترام کیا اور نہایت اچھی مہمانی کی ایک روز حارث برآمد ہوا تاج پہن کر بیٹھا اور ان کو اندر آنے کی اجازت دی گئی حضرت شجاع بن وہبؓ نے آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ حارث اس کو پڑھ کر برہم ہوا اور آپ کے والا نامہ کو پھینک دیا اور غصہ ہو کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جو میرا ملک مجھ سے چھینے گا میں ہی خود اس کی طرف جانے والا ہوں اور گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیا اور ایک خط اس مضمون کا قیصر روم کے

نام سنانہ کیا۔ قیصر روم کا جواب یہ آیا۔ کہ اپنا ارادہ ملتوی کردو۔ قیصر روم کا جواب آنے کے بعد حضرت شجاع کو بلایا اور دریافت کیا کہ واپسی کا کب ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ کل ارادہ ہے، حارث نے آپ کو سو مثقال سونا ہدیۃً پیش کرنے کا حکم دیا اور دربان نے بھی کچھ نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچا دینا۔ میں واپس آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اُس کا ملک ہلاک ہوا۔ بعد ازاں میں نے مری کا سلام پہنچایا اور جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا سچ کہا۔[۱]

فوائد

(۱)۔ شاہان عالم کے نام جو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے یہ اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ حضور پُرنور کی نبوت و رسالت فقط عرب کے اُمیین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ کی رسالت عرب اور عجم جن اور انس یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور مجوس سب کے لئے ہے۔

قیصر روم نے جو کہ مذہبًا عیسائی تھا آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا مگر اسلام نہیں لایا۔ علیٰ ہذا عزیز مصر یعنی مقوقس نے بھی جو کہ مذہبًا نصرانی تھا آپ کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا مگر اسلام نہیں لایا نجاشی شاہ حبشہ جو عیسائی تھا وہ اسلام لایا نصاریٰ کے بعض فرقوں کا یہ گمان ہے کہ حضور پُرنور نبی اور رسول تو تھے مگر فقط عرب کے لئے تھے، یہود اور نصاریٰ کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے۔

اگر حضور پُرنور کی نبوت و رسالت فقط عرب کے امیین کے لئے مخصوص ہوتی تو یہود اور نصاریٰ اور مجوس کو دعوت اسلام کیوں دیتے اور یہود اور نصاریٰ پر جزیہ کیوں لگاتے، امام زہری سے منقول ہے کہ سب سے پہلے آپ نے نصاریٰ نجران پر جزیہ مقرر کیا اور جب معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو حکم دیا کہ یمن میں جو یہودی رہتے ہیں ان کے ہر بالغ سے سالانہ ایک دینار جزیہ وصول کیا کریں۔[۲]

۱۔ زاد المعاد ج ۳، ص: ۶۳ ۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص: ۱۷
زرقانی ج ۳، ص ۳۵۶

(۲)۔ اب تک اکثر غزوات اہلِ عرب سے رہے اس کے بعد ۷ھ میں یہودِ خیبر سے آپ نے جہاد و قتال فرمایا اور پھر ۸ھ میں مقام موتہ کی طرف۔ نصاریٰ کے مقابلہ کے لئے ایک سریہ روانہ فرمایا جس میں حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر فرمایا۔ جس کی تفصیل عنقریب آجائے گی اور پھر ۹ھ آپ بنفسِ نفیس قیصرِ روم کے مقابلہ کیلئے مقام تبوک کی طرف روانہ ہوئے جو غزوہ تبوک کے نام سے مشہور ہے یہ غزوہ، نصاریٰ۔ شام سے تھا معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت فقط مشرکین عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہود اور نصاریٰ اور تمام عالم آپ کی دعوت اور شریعت کا مکلف ہے ورنہ جو آپ کی شریعت کا مکلف نہ ہو اس سے جہاد کے کیا معنی۔

(۳)۔ نیز قرآن وحدیث سے متواتر یہ ثابت ہے کہ آپ علی الاعلان یہ فرماتے تھے قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۔ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا اہلِ کتاب کو علی الاعلان اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

پس اگر نصاریٰ کے اس فرقہ کے نزدیک اگرچہ آپ عرب ہی کی طرف نبی بنکر بھیجے گئے تھے مگر بہر حال نبی تھے اور نبی اگرچہ کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہو مگر عقلاً و نقلاً یہ ضروری ہے کہ نبی اپنے اقوال اور دعاوی میں قطعاً صادق ہوگا یہ ناممکن ہے کہ نبی ہو اور کسی بات میں کاذب ہو پس اگر نصاریٰ کے اس فرقہ کے نزدیک آپ نبی عرب تھے تو آپ یقیناً اس دعوے میں اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا میں ضرور صادق ہوں گے جب آپ کو نبی مان لیا تو دعوائے عموم بعثت میں بھی آپ کو یقیناً صادق ماننا پڑے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غزوۂ خیبر محرم الحرام ۷ھ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

(سورۂ فتح) وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا جن کو تم لوگے پس یہ خیبر کی نعمت اللہ تعالیٰ نے تم کو جلدی دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعۃ الرضوان سے خصوصاً یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو بہت سی فتوحات ہوں گی اور بہت سی غنیمتیں ملیں گی اور بالفعل اس بیعت الرضوان کے انعام میں فتح خیبر دی اور فتح مکہ جو اس وقت ہاتھ نہ لگی سمجھ لو کہ وہ بھی مل ہی چکی ہے اور آئندہ چل کر تم کو اور بھی فتوحات نصیب ہوں گی جن کا علم ہم کو ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ سے خیبر ہی کی فتح مراد ہے اور علیٰ ہٰذا گذشتہ آیت وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا میں بھی فتح قریب سے فتح خیبر ہی مراد ہے۔

چنانچہ آپ حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے اس اثناء میں حضور پرنور کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے اور جو بد عہدی کر کے جنگ احزاب میں کفار مکہ کو مدینہ پر چڑھا کر لائے تھے اور حق تعالیٰ نے حضور پرنور کو یہ خبر دیدی کہ فتح خیبر کی بشارت سن کر منافقین بھی آپ سے استدعا کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں چلتے ہیں اللہ کا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ اس سفر میں ہرگز نہ جائیں اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا [۱]

جو لوگ سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے چلو گے تو یہ طامع لوگ تم سے یہ کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمھارے ساتھ خیبر چلیں حق تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم اور اس کے وعدہ کو بدل ڈالیں آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ حکم دے دیا ہے پھر یہ اہل طمع یہ اعتراض کریں گے کہ تم ہم پر حسد کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ غنیمت میں ہم تمھارے شریک نہ ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے صحابہ کرام کے قلوب حسد اور حرص سے پاک منزہ ہیں بلکہ یہی لوگ بات کو بہت ہی کم سمجھتے ہیں جن حضرات کی نظر میں پوری دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ہو ان کے متعلق حسد کا تصور ہی کمال ابلہی و نادانی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کچھ قیام کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام ۷ھ میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا ازواج مطہرات میں سے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی ساتھ تھیں (فتح الباری ص۳۵۶ ج۷ و زرقانی ص۲۱۷ ج۲)

صحیح بخاری میں سلمۃ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو عامر بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے۔

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ کوئی صدقہ اور خیرات کر سکتے اور نہ ایک نماز پڑھ سکتے۔

---

[۱] الفتح : آیۃ : ۱۵

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَکَ مَا اتَّقَیْنَا ۞ وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا

اے خدا ہم تجھ پر فدا اور قربان ہیں جو احکام ہم نہیں بجا لائے ان کو معاف فرما اور خاص سکینت اور طمانیت ہم پر نازل فرما تاکہ قلب کو سکون اور چین حاصل ہو اور ہر قسم کی پریشانی اور بےچینی دل سے دور ہو۔

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا ۞ اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَتَیْنَا

اور دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ، ہم کو جب جہاد و قتال کے لئے پکارا جاتا ہے تو دوڑ کر پہنچتے ہیں

وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا

اور پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے۔ (فتح الباری ص ۵ ج ۷)

مسند احمد میں بعض کلمات رجزیہ اور زیادہ ہیں وہ یہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا ۞ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

تحقیق جن لوگوں نے ہم پر ظلم اور تعدی کی جب وہ ہم کو کفر اور شرک کے کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِکَ مَا اسْتَغْنَیْنَا

اے پروردگار ہم تیرے فضل و کرم سے مستغنی اور بے نیاز نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ حدی پڑھنے والا کون ہے لوگوں نے کہا۔ عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا۔ یرحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا غفر لک ربک پروردگار تیری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی کو خاص کرکے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ۔ اس کے لئے تو جنت واجب ہوگئی۔ کاش آپ عامر کی شجاعت سے اور چند روز

لہ۔ اور ایک روایت میں ما اتقینا کے بجائے ما اَبْقَیْنَا ہے یعنی جو گناہ ہمارے ذمہ باقی ہیں جن سے ہم نے توبہ نہیں کی ان کو معاف فرما۔ اس لئے کہ سچی توبہ کرنے سے گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دئے جاتے ہیں توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ایک روایت میں مَا لَقِیْنَا یعنی اے اللہ جو گناہ ہم نے کئے ہیں وہ معاف فرما ۱۲

ہم کو تمتع اور منتفع ہونے دیتے۔ (فتح الباری ص۴۹۵ ج ۷)

راستہ میں جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں آپ کی سواری کے قریب تھا آپ نے مجھ کو لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پڑھتے ہوئے سن کر عبد اللہ بن قیس کہہ کر آواز دی۔ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھ کو جنت کا خزانہ نہ بتلاؤں۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہیں۔ ضرور بتلایئے، آپ نے فرمایا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ[۲]۔ یعنی یہ کلمہ جنت کا خزانہ ہے۔ (بخاری شریف)

چونکہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ غطفان نے یہود خیبر کی امداد کے لئے لشکر جمع کیا ہے اس لئے آپ مدینہ سے چل کر مقام رجیع میں جو خیبر اور غطفان کے مابین ہے پڑاؤ ڈالا تاکہ یہود و غطفان سے مرعوب ہو کر یہود خیبر کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ یہود و غطفان کو جب یہ معلوم ہوا کہ خود ہماری ہی جان خطرہ میں ہے تو واپس ہو گئے۔ (ابن ہشام ص۱۸۵ ج ۲[۳])

جب خیبر کے قریب پہنچے تو صحابہ کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور یہ دعا مانگی۔

اللّٰھم رب السمٰوٰت وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما اذرین فانا نسألک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا وخیر ما فیھا ونعوذ بک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا اقدموا بسم اللہ۔

---

[۱] یہ ابوموسیٰ اشعری کا نام تھا اور ابوموسیٰ کنیت تھی۔ ۱۲ [۲] اس کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ کی معصیت سے بدون اللہ کی اعانت اور امداد کے نہیں بچ سکتا اور بندہ کو کسی طاعت اور عمل صالح کی قوت اور قدرت نہیں مگر اللہ کی تائید اور تقویت سے اور ظاہر ہے کہ اپنی حول اور قوت کو ہیچ سمجھ کر اللہ کی حول و قوت اور اس کی تائید اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق اور ہدایت پر نظر کرنا ہے یہ اعلیٰ درجہ کی تفویض اور تسلیم ہے جو جنت کا خزانہ ہے اور جو چیز خزانہ میں ہوتی ہے وہ مستور اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے اجر و ثواب کی مقدار کسی حدیث میں مذکور نہیں چونکہ خزانہ کی چیز تھی اس لئے اس کا اجر بھی پوشیدہ رکھا گیا [۳] ابن ہشام ج ۲ ص ۱۸۵ و ص ۱۸۶ ایضاً

آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ۱۲ (ابن ہشام ص۱۸۵)

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رات کو پہنچے آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ رات میں کسی پر حملہ نہیں فرماتے تھے صبح کا انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو حملہ نہ فرماتے ورنہ حملہ فرماتے۔ اسی سنت کے مطابق خیبر میں بھی صبح کی اذان کا انتظار فرمایا، جب صبح کی اذان نہ سنی تو حملہ کی تیاری کی۔ صبح ہوتے ہی یہود کدال اور بھاوڑے لے کر اپنے کاروبار کے لئے نکلے۔ آپ کے لشکر کو بڑھتے دیکھ کر یہ کہا محمد والخمیس یعنی محمد اپنی کل فوج اور لشکر کے ساتھ آگئے۔

لشکر کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں

مقدمہ ۔ میمنہ ۔ میسرہ ۔ قلب ۔ ساقہ

آپ نے ان کو دیکھ کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا۔

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا انزلنا الساحۃ قوم فساء صباح المنذرین بخاری و فتح الباری ص۳۵۹ ج۷

خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے، یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل و عیال کے قلعوں میں محفوظ ہو گئے آپ نے ان کے قلعوں پر حملے شروع کئے یکے بعد دیگرے فتح کرتے جاتے تھے۔

(۱) قلعہ ناعم

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح فرمایا۔ محمود بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قلعہ کے دامن میں تھے کہ یہودیوں نے اوپر سے ان پر ایک چکی کا پاٹ گرایا جس سے وہ شہید ہوئے

(۲) قلعہ قموص

قلعہ ناعم کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا یہ قلعہ خیبر کے قلعوں میں نہایت مستحکم تھا۔ جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درد شقیقہ کی وجہ سے میدان میں تشریف نہ لاسکے اس لئے نشان دے کر ابوبکر صدیقؓ کو بھیجا، باوجود پوری جدوجہد کے قلعہ فتح نہ ہوسکا واپس آگئے۔ دوسرے روز فاروق اعظم کو

لہ ۔ صحیح بخاری کی کتاب الصلاۃ میں تین مرتبہ اللہ اکبر اور تین مرتبہ ان کلمات کا کہنا مذکور ہے ۱۲۔ زرقانی ص۲۲۰ ج۲

لہ ۔ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۱۸۵ ۔ عیون الاثر ج: ۲، ص: ۱۳۲، فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۵۸

نشان دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے پوری جد و جہد سے قتال کیا لیکن بغیر فتح کے ہوئے واپس آئے (رواہ احمد والنسائی وابن حبان والحاکم عن بریدۃ بن الخصیبؓ)

اس روز آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل نشان اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر اس کو فتح فرمائے۔

ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھیے یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے تمام شب اسی تمنا اور اشتیاق میں گزری جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علی کی آنکھیں اس وقت آشوب کی ہوئی تھیں بلا کر آنکھوں کو لعاب دہن لگایا اور دعا پڑھی۔ فوراً اسی وقت آنکھیں اچھی ہو گئیں گویا کبھی کوئی شکایت پیش ہی نہیں آئی تھی اور نشان مرحمت فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ جہاد و قتال سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ان کو خبردار کرنا۔ خدا کی قسم۔ اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے حضرت علی نشان لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ (رواہ البخاری) ؎۲

یہود کا مشہور و معروف بہادر و پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کے لئے نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب شاک السلاح بطل مجرب

اہل خیبر کو خوب معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش اور بہادر اور تجربہ کار ہوں

عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قَدْ علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مُغَامِر

عامرؓ نے اس کے پیر پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا کہ تلوار پلٹ کر خود ان ہی کے گھٹنہ پر آ لگی جس سے انھوں نے وفات پائی۔ سلمۃ بن اکوع فرماتے ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ عامر کے اعمال حبط ہو گئے

؎۱۔ قال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ص ۱۵۰ ج ۹ وقال الحافظ وفی الباب عن اکثر من عشرۃ من الصحابۃ سردہم الحاکم فی الاکلیل وابو نعیم فی الدلائل فتح الباری ص ۳۶۵ ج ۷ ، خلاصہ یہ کہ تضعیف ہذہ الروایۃ کما فعل ابن کثیر۔

؎۲۔ فتح الباری ج ۷ ، ص ۳۶۵

اس لیے کہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے آپ نے فرمایا جس نے غلط کہا۔ وہ بڑا مجاہد ہے اور انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ ابنِ اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا کہ وہ شہید ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔[1]

بعد ازاں حضرت علیؓ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ[2]

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ شیرِ بَن کی طرح نہایت مُہیب ہوں۔

یہ کہہ کر اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے سر کے دو ہو گئے اور قلعہ فتح ہوا۔ اسے روایہ مسلم (فتح الباری ج ۷، ص ۳۶۷)

بعد ازاں مرحب کا بھائی یاسر مقابلہ کے لیے آیا۔ ادھر سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑھے اور یاسر کا کام تمام کیا۔ زاد المعاد[3]

یہ قلعہ بیس روز کے محاصرہ کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوا مالِ غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں صفیہ۔ حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی اور کنانہ بن الربیع کی بیوی بھی تھیں۔

(نکتہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز جب کسی قلعہ پر حملہ کا ارادہ فرماتے تو اعیان مہاجرین انصار میں سے کسی کو منتخب فرماتے کہ رایت اسلام یعنی اسلام کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر وہ قلعہ فتح کرا دیتے چونکہ قلعۂ قموص کی فتح کی فضیلت قضاءِ ازلی میں حضرت علی کے ہاتھ تھی اس لیے آنحضرت نے حضرت علی کو بلایا اور جھنڈا ان کو عطا کیا اور حضور پُر نور کا یہ فرمانا کہ جھنڈا ایسے ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسُول کو دوست رکھے یہ از راہ قدر دانی اور حوصلہ افزائی تھا معاذ اللہ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس شخص کے سوا کوئی اللہ اور اس کے رسُول کو دوست نہیں رکھتا۔

حضرت صفیہ اور ان کی دو چچا زاد بہنیں اس قلعۂ قموص سے قید ہوئیں جن کا قصہ آئے گا اور حضرت

---

[1] طبقات ابن سعد، ج: ۲، ص: ۸۰۔ [2] کہا جاتا ہے کہ مرحب نے اس رات یہ خواب دیکھا کہ ایک شیر اس کو پھاڑ رہا ہے حضرت علیؓ کو بطور کشف اس کا علم ہو گیا۔ حضرت علی کا انا الذی سمتنی امی حیدرہ سے اس طرف اشارہ تھا کہ اے مرحب جس شیر کو تو نے خواب میں دیکھا ہے وہ شیر میں ہی ہوں چنانچہ حضرت علی نے جس وقت یہ رجز پڑھنا مرحب سنتے ہی کانپ گیا اور بہادری کا سارا نشہ کافور ہو گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ زرقانی ج ۲ ص ۲۲۳۔ [3] ابن ہشام ج ۲، ص: ۱۸۷۔ فتح الباری ج ۷، ص ۳۶۷، ۱۵

صفیہ کے شوہر کا نام کنانہ بن ربیع تھا جو اس غزوہ میں مارا گیا۔[۱]

(۳) قلعۂ صعب بن معاذ

قلعۂ قموص فتح ہو جانے کے بعد صعب بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا جس میں غلہ اور چربی اور خورونوش کا بہت سامان تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مسلمانوں کو خوردونوش کی کمی ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کی درخواست کی آپ نے دُعا کی وہ سے ہی روز قلعۂ صعب بن معاذ فتح ہو گیا اور خوردونوش کا بہت سامان ہاتھ آیا جس سے مسلمانوں کو مدد ملی۔[۲]

اسی روز آپ نے یہ دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے، پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ گوشت پکا رہے ہیں، آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت ہے۔ کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نجس ہے سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر گوشت پھینکدیں اور برتنوں کو دھو لیں اس کی اجازت ہے آپ نے فرمایا اچھا برتنوں کو دھو ڈالو۔

(۴) حِصنِ قُلَّہ

اس کے بعد یہود نے حِصنِ قُلّہ میں جاکر پناہ لی یہ قلعہ بھی نہایت مستحکم تھا پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اسی وجہ سے اس کا نام حصن قُلّہ تھا۔ قلہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں جو بعد میں قلعۂ زبیر کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ یہ قلعہ تقسیم غنائم کے بعد حضرت زبیر کے حصہ میں آیا۔

تین روز تک آپ اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے حسن اتفاق سے ایک یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم آپ اگر مہینہ بھر بھی ان کا محاصرہ کئے رہیں تب بھی ان لوگوں کو پرواہ نہیں ان کے پاس زمین کے نیچے پانی کے چشمے ہیں رات کو نکلتے ہیں اور پانی لے کر قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں آپ اگر ان کا پانی قطع کر دیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پانی بند کر دیا مجبور

۱۔ فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۶۰

۲۔ عیون الاثر ج ۲، ص: ۱۴۴

ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور سخت مقابلہ ہوا، دس یہودی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ قلعہ قلہ۔ علاقہ نطاہ کا آخری قلعہ تھا اس کی فتح کے بعد حضور پُر نور علاقہ شق کے قلعوں کی طرف بڑھے اس علاقہ میں سب سے اوّل قلعہ اُبی کو فتح کیا جو شدید معرکہ کے بعد فتح ہوا۔ اور مسلمان اس میں داخل ہوئے، اس کے بعد دوسرے قلعوں کی طرف پیش قدمی کی۔[1]

(۵) وطیح اور سلالم

حصن قلعہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ قلعات کی طرف بڑھے، جب تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا تو اخیر میں وطیح اور سلالم کی طرف بڑھے اور بعض روایت میں الکتیبہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس سے پیشتر تمام قلعے فتح ہو چکے تھے صرف یہی دو قلعے باقی تھے۔ یہود کا تمام زور ان ہی پر تھا۔ یہود ہر طرف سے سمٹ کر انہی قلعوں میں آکر محفوظ ہو گئے تھے۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست منظور کی یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے بھیجا آپ نے اس شرط پر جان بخشی کہ خیبر کی سرزمین کو یکلخت خالی کر دیں یعنی سب جلاوطن ہو جائیں اور سونا اور چاندی اور ہتھیار اور سامان حرب سب یہاں چھوڑ جائیں اور کسی شئی کو چھپا کر نہ لے جائیں اگر اس کے خلاف ہوا تو اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہیں۔[2]

مگر یہود باوجود اس عہد و میثاق کے پھر اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور حیی بن اخطب کا ایک چرمی تھیلہ جس میں سب کا زر و زیور محفوظ رہتا تھا، اس کو غائب کر دیا۔ آپ نے کنانہ بن الربیع کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ تھیلہ کہاں گیا کنانہ نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا زمانہ تو کچھ زیادہ گزرا نہیں اور مال بہت زیادہ تھا۔ یہ ابن سعد کی روایت ہے ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ سَعیہ سے دریافت فرمایا۔ بیہقی[3] اور ابن سعد کی دوسری روایت میں ہے کہ کنانہ اور اس کے بھائی وغیرہ سے بھی دریافت کیا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۹۸۔ [2] زاد المعاد، ج: ۲، ص: ۱۳۶

[3] حافظ عسقلانی بیہقی کی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں رواہ البیہقی باسناد رجالہ ثقات من حدیث ابن عمرؓ فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۷، غزوۂ خیبر۔

سب نے یہی کہا کہ خرچ ہوگیا آپ نے فرمایا اگر وہ تھیلا برآمد ہوگیا تو تمھاری خیر نہیں یہ کہہ کر آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں دبا ہوا ہے چنانچہ وہ صحابی گئے اور مال برآمد کیا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی اس جرم میں یہ لوگ قتل کئے گئے[1] جن میں ایک صفیہ کا شوہر بھی تھا جس کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔[2]

علاوہ ازیں کنانہ کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ کنانہ نے محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ کو اسی معرکہ میں قتل کیا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کیا کہ اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلہ میں اس کو قتل کریں (سیرۃ ابن ہشام)

(تنبیہ) قلعات خیبر کی فتح کی جو ترتیب اس ناچیز نے ذکر کی ہے کہ اول قلعہ ناعم فتح ہوا اور پھر قلعہ قموص اور پھر قلعہ صعب اور پھر اخیر میں قلعہ وطیح اور سلالم فتح ہوئے، یہ ترتیب سیرۃ ابن ہشام اور البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص۱۹۲ تا ص۱۹۴ ج ۴ میں مذکور ہے حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان کے علاوہ اور قلعوں کا بھی ذکر ہے اور ترتیب فتح بھی کچھ مختلف ہے۔ علامہ حلبیؒ سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ علاقہ نطاۃ میں تین قلعے تھے حصن ناعم۔ وحصن قلۃ قلعات نطاۃ میں سب سے پہلے جو قلعہ فتح ہوا وہ قلعہ ناعم تھا جو یہودی قلعہ ناعم سے جان بچا کر بھاگ سکے انھوں نے نطاۃ کے دوسرے قلعہ حصن صعب بن معاذ میں جاکر پناہ لی۔ دوسرے روز غروب آفتاب سے قبل دو دن کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا۔

بعد ازاں آپ نے حصن قُلّہ کا محاصرہ فرمایا۔ اس قلعہ کو حصن قُلّہ اس لئے کہتے ہیں کہ قُلّہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور چونکہ یہ قلعہ بعد میں حضرت زبیر کے حصہ میں آیا اس لئے اس کو قلعۃ الزبیر بھی کہتے ہیں۔ یہ تینوں قلعے علاقہ نطاۃ کے تھے۔

اس کے بعد مسلمان قلعات شق کی جانب بڑھے اس علاقہ میں دو قلعے تھے۔ ایک حصن اُبَیّ دوسرا حصن بری۔ اول حصن ابی اور بعد میں حصن بری فتح ہوا۔

---

[1] زرقانی۔ ج: ۲، ص: ۱۲۹ [2] البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص: ۱۹۹

جب یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا تو یہودیوں نے بھاگ کر قلعات کیتبہ میں پناہ لی کیتبہ میں تین قلعے تھے قموص۔ وطیح۔ سلالم۔ سب سے بڑا قلعہ قموص تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ جب یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا تب مسلمانوں نے وطیح اور سلالم کا محاصرہ کیا۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد ان لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم کو اور ہمارے اہل و عیال کو چھوڑ دیا جائے ہم خیبر کو چھوڑ کر نکل جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا۔[1]

فتح فدک

جب اہل فدک کو اس کی اطلاع ہوئی کہ یہود خیبر نے ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہماری جانوں کو امان دیا جائے ہم تمام مال و اسباب چھوڑ کر یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا اور محیصہ بن مسعود کے واسطہ سے گفتگو ہوئی چونکہ فدک بغیر کسی حملہ اور فوج کشی کے فتح ہوا اس پر نہ سوار لیجائے پڑے اور پیادہ اس لئے فدک خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ اور تصرف میں رہا اور خیبر کی طرح غانمین پر تقسیم نہیں ہوا (سیرۃ ابن ہشام)۔

فائدہ: اس غزوہ میں چودہ یا پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے کافر مارے گئے۔ فتح کے بعد جب مال غنیمت اور قیدی جمع کئے گئے تو ان میں صفیہ حیی بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ ربیع کی بیوی بھی تھیں قریب ہی کی شادی ہوئی تھی۔

حیی بن اخطب، حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے تھا، لڑائی کے بعد جب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک جاریہ مجھکو عطا فرمایئے، آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے جس جاریہ کو چاہو لے لو حضرت دحیہ نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ان کے سردار کی بیٹی ہے۔ آپ ہی کے لئے مناسب ہے اس لئے آپ نے ان سے صفیہ کو واپس لیا

[1] سیرۃ حلبیہ ج: ۲ ص: ۱۴۲، عون المعبود ج ۳، ص: ۱۲۰۔

اوران کے معاوضہ میں حضرت صفیہ کی چچازاد بہن ان کو عنایت کی اور حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔ ۱؎

حضرت صفیہ کے نکاح کا مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا۔ جس طرح غزوۂ بنی المصطلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ کے ساتھ اُن کی خاندانی عزت و وجاہت کے موافق معاملہ فرمایا اسی طرح اس موقع پر بھی حضرت صفیہ کے ساتھ ان کے خاندانی مرتبہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے ہونے کے شرف کو ملحوظ رکھ کر ان کو آزاد فرما کر اپنی زوجیت میں لے لیا۔

زہر دینے کا واقعہ

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک دن زینب بنت حارث زوجۂ سلام بن مشکم نے ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ نے چکھتے ہی ہاتھ روک لیا۔ بشر بن براء بن معرور جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انھوں نے کچھ کھا لیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ روک لو اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔

زینب کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ بے شک اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دے گا اور اگر آپ نبی کاذب ہیں تو لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے۔ چونکہ آپ اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے آپ نے اُس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ لیکن بعد میں جب بشر بن براء بن معرور اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو زینب وارثانِ بشر کے حوالے کر دی گئی اور انھوں نے اس کو بشر کے قصاص میں قتل کیا۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ زینب اقرار جرم کے بعد اسلام لے آئی اور یہ کہا کہ مجھکو اب

۱؎ فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۶۰

آپ کا صادق ہونا بالکل واضح ہو گیا۔ آپ کو اور تمام حاضرینِ مجلس کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور اقرار کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں زہری اور سلیمان نے ابتداءً نہ قتل کرنے کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ وہ اسلام لے آئی تھی۔[1]

مخابرہ

جب خیبر فتح ہو گیا اور زمین اللہ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کی ہو گئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہود (حسب معاہدہ) یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں لیکن یہود نے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمین پر ہم کو رہنے دیجئے ہم زراعت کریں گے جو پیداوار ہو گی اس کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں گے آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحۃً فرما دیا۔

نقرکم علی ذلک ما شئنا — جب تک چاہیں گے اس وقت تک تم کو برقرار رکھیں گے۔

بخاری شریف ص ۳۱۵ ج ۱ کتاب المزارعۃ باب اذا قال رب الارض اقرک ما اقرک اللہ الخ فتح الباری ص ۴ ج ۵ و فتح الباری ص ۲۳۹ ج ۵ کتاب الشروط۔ باب اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجتک اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے معاملہ کا نام مخابرہ ہو گیا۔

جب بٹائی کا وقت آتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے عبد اللہ بن رواحہ کو بھیجتے۔ باب الخرص سنن ابی داؤد ص ۱۳۵ ج ۲

عبد اللہ بن رواحہ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو یہود اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہتے کہ ایسی ہی عدل اور انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ یہ فرماتے ہیں۔

یا معشر الیہود انتم ابغض الخلق الیّ قتلتم انبیاء اللہ وکذبتم — اے گروہ یہود تمام مخلوق میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تم ہو تم ہی نے اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا۔

---

[1] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۳۸۰

علی اللہ ولیس یحملنی بغضی ایاکم ان احیف علیکم۔[1]	تم ہی نے اللہ پر جھوٹ باندھا لیکن تمہارا بغض مجھکو کبھی اس پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حاضری

ابوہریرہ اور ان کے ساتھ چند رفقا فتح خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے مگر آپ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا (بخاری شریف غزوۂ خیبر)

غنائم خیبر کی تقسیم

خیبر کی غنیمت میں سونا اور چاندی نہ تھا، گائے بیل اور اونٹ اور کچھ سامان تھا اور سب سے بڑی چیز خیبر کے زمینات اور باغات تھے زمینات کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضور نے نص قرآنی کے مطابق غانمین پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا۔[2]

عمرۂ حدیبیہ کے ارادہ سے جب حضور پُر نور مدینہ سے روانہ ہوئے تو اعراب کو دعوت دی کہ اس سفر میں ساتھ چلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ تھا کہ مقتولین بدر اور اُحد اور احزاب کی وجہ سے اہل مکہ کے قلوب اہل اسلام کے کینہ اور عداوت سے لبریز ہیں مبادا مکہ مکرمہ پہنچ کر کوئی صورت قتال کی پیش آجائے اور اہل مکہ سرے ہی سے دخول مکہ سے مانع ہو جائیں اس لئے اس وقت تدبیر عقلی کا مقتضا یہ تھا کہ جماعت کثیر آپ کے ہمراہ چلے تاکہ قریش کے شر کا کوئی خطرہ نہ رہے بہت سے اعراب نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہ کیا اور بہت سوں نے اشغال ضروریہ اور اپنی مصروفیات کا بہانہ کر دیا۔ مخلصین مسلمین جو سر تاپا بشاشت ایمان سے مملو اور لبریز تھے آپ کی معیت اور مرافقت کو دنیا اور آخرت کی سعادت سمجھ کر آپ کے ساتھ ہوئے حدیبیہ کے قریب احصار پیش آیا اور مغلوبانہ صلح کی صورت سامنے آئی جس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ جب اس سفر میں ان مخلصین کا اخلاص مدلل اور مبرھن ہو گیا تو بارگاہ

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱، ص ۳۱۶۔ [2] روض الانف ج ۲، ص ۲۴۶

خداوندی سے ان شکستہ دلوں کی شکستگی تدارک کرنے کے لئے فتح خیبر کی بشارت نازل ہوئی کہ عنقریب خیبر تم پر فتح ہوگا اور یہ حکم نازل فرمایا کہ خیبر کی غنائم حاضرین حدیبیہ کے لئے مخصوص ہوں گی کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں کیا جائے گا[۱] تفصیل اگر درکار ہو تو کتب تفسیر میں سورۂ فتح کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

اب رہا یہ امر کہ خیبر کی زمینوں کو آپ نے کس طرح تقسیم فرمایا سو اس کی کیفیت سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس ۳۶ سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کرلیا یعنی مسلمانوں کی ضروریات کے لئے مخصوص کرلیا۔ اور مجاہدین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین پر تقسیم کردیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اراضی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپ نے تقسیم نہیں کیا اس میں الکتیبۃ اور سالو طیح اور السلالم اور اس کی ملحقہ زمینیں تھیں۔

اور نصف حصہ آپ نے اہل حدیبیہ میں تقسیم کیا۔ اس میں الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینیں تھیں۔ یہ روایت سنن ابی داؤد میں سہل بن ابی حثمہ صحابی سے موصولاً اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسلاً مروی ہے[۲]

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام خیبر کی تمام زمینوں کو تقسیم نہیں کیا صرف شق اور نطاۃ اور ان کی ملحقہ زمینیں مجاہدین پر تقسیم کیں اور باقی تمام زمینیں مصالح مسلمین کیلئے محفوظ فرمادیں[۳]

اب رہا یہ امر کہ یہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سو اس میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت میں ہے کہ کل چودہ سو آدمی جن میں دو سو گھوڑے تھے چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہوگئے

---

[۱] ازالۃ الخفاء، للشاہ ولی اللہ۔ ج: ۱، صفحہ ۳۰۔ [۲] ابو داؤد ج ۲، ص: ۴۲۵۔ نیز بذل المجہود ج ۴، ص: ۱۴۵۔ [۳] شرح معانی الآثار۔ ج: ۲، ص: ۱۴۴

کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا اور امام مالک و امام شافعی و احمد اور دیگر علماء کے نزدیک سوار کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چار سہام ہوگئے اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ سہام پورے ہوگئے۔

اور سنن ابی داؤد میں مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے پس آپ نے ہر سوار کو دو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ[۱]

یہ روایت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا۔ جیساکہ حضرت علی اور ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے۔

پس اس حساب سے پندرہ سو میں سے تین سو سواروں کے چھ سہام ہوگئے اور ہر سہم سو آدمیوں کا اور باقی ماندہ بارہ سو آدمیوں کے بارہ سہام ہوگئے اور بارہ اور چھ مل کر اٹھارہ پورے ہوگئے۔

فائدۃ للمدرسین

قال ابن الملک ہذا (ای حدیث مجمع بن جاریۃ) مستقیم علی قول من یقول لکل فرس سہمان لان الرجالۃ علی ہذہ الروایۃ تکون الفا و مائتین وہم اثنا عشر سہما لکل مائۃ سہم وللفرسان ستۃ اسہم لکل مائۃ سہمان فالمجموع ثمانیۃ عشر سہما واما علی قول من قال للفارس ثلاثۃ اسہم فمشکل لان سہام الفرسان تسعۃ وسہام الرجالۃ اثنا عشر فالمجموع احد وعشرون سہما انتہی کلام العلامۃ القاری۔

الحاصل آنحضرت نے اراضی خیبر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور ان کے علاوہ کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفر اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی جبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔

یہ معلوم نہیں کہ ان حضرات کو اصل غنیمت میں سے حصہ دیا یا مال غنیمت کے خمس میں سے دیا یا

---

[۱] بذل المجہود، ج ۴، ص: ۱۴۶

اموال منقولہ میں سے قبل از تقسیم غنیمت بطور اعانت کچھ عطا فرمایا اور یا پھر یہ کہ حضور پرنور نے محض اپنی رائے اور اختیار سے دیا یا غانمین اور مجاہدین کی اجازت سے دیا واللہ اعلم فتح الباری و شرح شیخ الاسلام دہلوی [1]

اور غزوہ خیبر میں کچھ غلام اور کچھ عورتیں بھی مجاہدین کی خدمت اور اعانت کے لیے شریک ہوئے تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے حاصل شدہ سامان میں سے بطور اعانت کچھ عطا فرمایا۔ باقی زمینات میں سے مردوں کی طرح ان کو کوئی حصہ نہیں عطا کیا جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی کے روایات سے ظاہر ہوتا ہے [2]

ردّ منائح الانصار

یعنی

مہاجرین کی طرف سے انصار کے باغات کی واپسی

ابتداء ہجرت میں جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین کی اعانت اور امداد کے لیے انصار نے ان کو کچھ زمینیں اور باغات دیے کہ ان میں کام کریں اور خود بھی منتفع ہوں اور کچھ ہم کو نفع پہنچائیں۔

خیبر کی فتح کے بعد مہاجرین کرام اعانت اور امداد سے مستغنی ہو گئے تو مہاجرین نے انصار کی زمینیں اور درخت واپس کر دیئے حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند درخت دیئے تھے، آنحضرت صلی اللہ ام سلیم کے عطا کردہ درخت اپنی دایہ ام ایمن یعنی اسامہ بن زید کی والدہ کو دے دیئے تھے۔

فتح خیبر کے بعد جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس کر دیئے تو ام سلیم نے بھی

---

[1] عمدۃ القاری ج: ۷، ص: ۱۷۶، قسطلانی، ج: ۵، ص: ۲۰۰، ۲۰۹

[2] البدایۃ والنہایۃ ج: ۴، ص: ۲۰۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے درخت طلب کیے۔ یہ وہی درخت تھے جو آپ ام ایمن کو دے چکے تھے، آنحضرت نے ام ایمن سے فرمایا کہ ام سلیم کے یہ درخت واپس کردو ام ایمن نے واپس کرنے سے انکار کر دیا اور انس کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچنے لگیں اور کہا خدا کی قسم یہ درخت ہرگز واپس نہ کرونگی چونکہ ام ایمن حضور پُر نور کی حاضنہ (دایا) تھیں اور آپ کے والد کی لونڈی تھیں اس لئے حضور ام ایمن کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضور نے فرمایا اے ام ایمن تم یہ درخت واپس کردو اور ان کے بدلہ میں دوسرے درخت لے لو، آپ برابر یہی فرماتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ نے اپنی خاص جائداد میں سے ایک ایک درخت کے بدلہ میں دس دس درخت دے جب راضی ہوئیں۔ حضور پُر نور نے ان کے حق حضانت و تربیت میں ان کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم و شرف و کرم [1]

مسائل واحکام

اس غزوہ میں حلال و حرام کے جو احکام نازل ہوئے یا جو اہم مسائل اس غزوہ کے پیش واقعات سے فقہاء کرام نے مستنبط کئے وہ بالاجمال یہ ہیں۔

(۱) شہر حرام میں قتال

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غزوۂ خیبر کے لئے حضور پُر نور نے ماہ محرم الحرام میں خروج فرمایا تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتل و قتال ممنوع نہیں اور جن آیات اور احادیث سے شہر حرام میں قتل و قتال کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہے تفصیل اگر درکار ہو تو یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ۔ اور سورۂ توبہ کی یہ آیت مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

---

[1] فتح الباری ج ۵، ص: ۱۸۰، قسطلانی ج: ۶، ص: ۳۵۶

(۲) تقسیم اراضی

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پُرنور نے خیبر کی کل زمین کو غانمیں پر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ صرف الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور الکتیبہ اور الوطیح اور السلام اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے اس کو محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو اراضی مفتوحہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے، چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں کے تصرّف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور صاحبین اور سفیان ثوری کا مسلک یہی ہے

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کو بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور شوافع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً فتح ہوا اور نصف حصہ صلحاً فتح ہوا پس جو نصف قہراً فتح ہوا اس کو حضور پُرنور نے مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور جو نصف صلحاً فتح ہوا وہ تقسیم نہیں فرمایا مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت سخت جنگ اور سخت مقابلہ اور شدید مقاتلہ کے بعد فتح ہوا، جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے نیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا، مزدوروں کی طرح اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے ان کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے ان کو اس زمین سے نکال دیں گے، یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پُرنور نے معاملہ کرتے وقت صراحتہً ان سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بنا پر فاروق اعظم نے اپنے زمانۂ خلافت میں تمام زمینیں ان سے واپس لے لیں اور ان کو ملک سے نکال باہر کیا معلوم ہوا کہ تمام خیبر قہراً فتح ہوا ہے اور جن اکابر جیسے امام مالک وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً اور نصف صلحاً فتح ہوا اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں بلکہ اس کی

مراد یہ ہے کہ ابتداء میں یہود نے مقابلہ اور مقاتلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس نہ لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیبر لڑائی سے فتح ہوا اور آدھا خیبر بدون لڑائی کے فتح ہوا، اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو ازالۃ الخفاء للشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب ما یفعل الامام بالارض المفتوحۃ کی مراجعت کریں۔ نیز تیسیر القاری و شرح شیخ الاسلام کی بھی مراجعت کریں[۱]

(۳) ممنوعاتِ خیبر

خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزوں سے منع فرمایا۔ (۱) اہلی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ (۲) مال غنیمت جب تک تقسیم نہ ہو جائے اس کے بیچنے سے منع فرمایا (۳) اور لہسن (یعنی کچے لہسن) کے استعمال سے منع فرمایا (۵) اور لحوم خیل کی اجازت دی (جس میں فقہاء کا اختلاف ہے) ان تمام امور کی تفصیل زرقانی از ص ۲۳۳ ج ۲ تا ص ۲۳۹ ج ۲ میں دیکھیں۔

(۴) تحریمِ متعہ

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی متعدد آیات سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

(۱) قال تعالیٰ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ[۲]

یعنی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں سوائے بیوی اور شرعی باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو طریقوں کے سوا کوئی اور طریقہ نکالے تو

[۱] تیسیر القاری، ج: ۳، ص: ۱۵۰ ۔ [۲] سورۃ المؤمنون، آیۃ: ۵، ۶

وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کی عورت شیعوں کے نزدیک بھی نہ باندی ہے اور نہ بیوی ہے، اس لئے کہ متعہ کی عورت کے لئے نہ شہادت ہے نہ اعلان ہے نہ نان و نفقہ ہے نہ سکنی ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ لعان ہے اور نہ ظہار ہے اور نہ ایلاء ہے اور نہ عدت ہے نہ میراث ہے۔(۲) نیز حق جل شانہ نے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ میں نکاح کی حد مقرر فرمادی ہے کہ چار سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں اور متعہ میں نہ حد متعین ہے اور نہ کوئی عدد خاص ہے۔(۳) نیز اس رسم قبیح کے جاری ہونے کی صورت میں نکاح کی کبھی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اکثر نکاح کرنے والے نفسانی خواہش کے پورا کرنے کے لئے نکاح کرتے ہیں اور یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہو سکے گی تو پھر نکاح ہی کی کیا ضرورت رہے گی۔

حرمتِ متعہ

ابتداء اسلام میں حلال اور حرام کے بہت سے احکام رفتہ رفتہ نازل ہوئے چنانچہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نبوت اور بعثت کے تقریباً پندرہ بیس سال کے بعد نازل ہوا۔

اسی طرح متعہ کے بارے میں حکم خداوندی کے نازل ہونے سے پہلے جاہلیت کے عادت اور رسم و رواج کے موافق لوگ متعہ کیا کرتے تھے اور اب تک اس بارے میں کوئی صریح اور واضح حکم نازل نہ ہوا تھا، سب سے پہلے خیبر کی لڑائی میں جو ہجرت کا ساتواں سال تھا حضور پرنور نے متعہ اور لحوم حمر اہلیہ کی حرمت کا اعلان فرمایا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باسانید صحیحہ مروی ہے۔(بخاری و مسلم)

پھر اس کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال کے اخیر میں جنگ اوطاس کا واقعہ پیش آیا صرف تین روز کے لئے متعہ کی اجازت ہوئی اور اباحت کے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں نے حسب سابق متعہ کر لیا تھا اور خیبر میں جو متعہ کی ممانعت کی گئی تھی اُس کا اُن کو علم نہ تھا اس لاعلمی میں جن لوگوں نے متعہ کر لیا ان پر مواخذہ نہیں کیا گیا) لیکن اس کے بعد جب حضور پرنور عمرہ کے لئے مکہ معظمہ

تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے دونوں بازو ہاتھ سے پکڑ کر یہ فرمایا کہ متعہ قیامت تک کے لئے ہمیشہ کے واسطے حرام کیا گیا۔

فتح مکہ کے بعد چونکہ ہزاروں آدمی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے جن کو متعہ کی حرمت کا علم نہ تھا اس لئے ناواقفی کی بنا پر حسب رسم جاہلیت انہی نومسلموں کے بعض لوگوں نے مقام اوطاس میں لاعلمی کی بنا پر متعہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے باب کعبہ پر کھڑے ہو کر متعہ کی دائمی حرمت کا اعلان فرمایا۔

پھر حضور پُرنور نے غزوۂ تبوک میں کچھ عورتوں کو مسلمانوں کے خیمہ کے قریب پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون عورتیں ہیں، عرض کیا گیا کہ ان عورتوں سے کچھ لوگوں نے متعہ کیا (معلوم ہوا کہ اس[1] وقت یا کسی گزشتہ زمانہ میں) تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کی وجہ سے چہرۂ مبارک سُرخ ہو گیا اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد متعہ سے منع فرمایا، صحابہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی متعہ نہیں کریں گے (کذا فی کتاب الاعتبار[2] للامام الحازمی ص۱۸۱)

پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ناراض ہونا حتیٰ کہ چہرۂ مبارک کے رنگ کا سُرخ ہو جانا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ متعہ کی حرمت اور ممانعت آپ پہلے ہی فرما چکے تھے بلکہ دو مرتبہ اس کی حرمت سے آگاہ کر چکے تھے، پہلی بار خیبر میں اور دوسری بار غزوۂ اوطاس میں پس دو مرتبہ کی ممانعت کے بعد جب یہ فعل ظہور میں آیا (اگرچہ وہ لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر تھا) تو حضور پُرنور کو شدید ناگوار گزرا

---

[1] بین القوسین عبارت فتح الباری سے ماخوذ ہے۔ [2] اخرج الامام الحازمی باسنادہ عن جابر بن عبداللہ الانصاری یقول خرجنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی غزوۃ تبوک حتی اذا کنا عند العقبۃ مما یلی الشام جئن نسوۃ فذکرنا تمتعنا وھن یجلن فی رحالنا او قال یطفن فی رحالنا فجاءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الیھن فقال من ھؤلاء النسوۃ فقلنا یا رسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ وتغیر لونہ واشتد غضبہ وقام فینا خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم نھی عن المتعۃ فتوادعنا یومئذ الرجال والنساء ولم نعد ولا نعود لھا ابدا اھ

اور غصہ کے مارے چہرہ سرخ ہو گیا اور سہ بارہ آپ نے اس کی حرمت کے لئے خطبہ دیا۔ اور تیسری بار اس کی حرمت کا تاکیدی اعلان فرمایا۔ اس کے بعد پھر حجۃ الوداع میں حرمت متعہ کا اعلان عام فرمایا تاکہ خواص اور عوام سب ہی کو اس کی حرمت کا علم ہو جائے۔

بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا حالانکہ دوبارہ اور سہ بارہ اعلان کوئی جدید تحریم نہ تھی بلکہ تحریم قدیم اور نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔

بعد ازاں حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں بعض نا واقفیت کی بنا پر جن کو تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تاکہ اس کی حرمت میں کوئی شبہ باقی نہ رہے اور یہ فرمایا کہ میرے اس اعلان کے بعد اب اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا اور اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور عبداللہ بن عباس وغیرہ جو لاعلمی کی بنا پر متعہ کے اباحت کے قائل تھے جب ان کو متعہ کی حرمت اور ممانعت کا علم ہوا تو اپنے قول سے رجوع کیا جیسا کہ ابو بکر جصاص نے احکام القرآن ص ۱۴۶ج۲ میں نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے حضرات اہل علم۔ فَمَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً کی تفسیر میں یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے ہوئی اور آٹھ یا نو برس کی عمر تک اپنے والدین کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہے۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں جب حضرت عباس نے مع خاندان کے ہجرت فرمائی تو ابن عباس اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور غزوۂ خیبر (جس میں حرمت متعہ کا اعلان ہوا تھا) وہ ابن عباس کے مدینہ منورہ آنے سے قبل ہو چکا تھا اور اس عرصہ میں کوئی متعہ کا واقعہ بھی پیش نہیں آیا، اس لئے حضرت عباس کو بذاتِ خود متعہ کے متعلق کوئی خبر نہیں ہوئی صرف دوسرے صحابہ کی زبانی سنا اور اس بنا پر یہ فتویٰ دیا کہ جس طرح مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر مباح ہو جاتا ہے اسی طرح مجبوری کی حالت میں متعہ بھی جائز ہے لیکن بعد میں جب حضرت علی کرم اللہ

وجہہ نے اور دیگر صحابہ نے متعہ کے متعلق قیامت تک کی حرمت اور ممانعت کی روایتیں ابن عباس کو سنائیں تو ابن عباسؓ نے اس سے رجوع فرمالیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حرمت متعہ کی روایتیں بیشمار آئی ہیں مگر حضرات شیعہ، متعہ کے اس درجہ شیدائی ہیں کہ حضرت علی کی بھی نہیں سنتے۔

قال الامام ابو جعفر الطحاوی کل ھؤلاء الذین رووا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلاقھا اخبروا انھا کانت فی سفروان النھی لحقھا فی ذلک السفر بعد ذلک فمنع منھا ولیس احد منھم یخبر انھا کانت فی حضروکذلک روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ تفسیر قرطبی ص۱۳۱ ج ۵

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جتنے لوگوں نے بھی متعہ کی اباحت اور رخصت کو بیان کیا ہے سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا ہے کہ یہ وقتی رخصت فقط حالت سفر میں پیش آئی ہے اور پھر یہ بھی بیان کیا کہ پھر اسی سفر میں اس اباحت کے بعد متصل فوراً ہی متعہ کی ممانعت کا اعلان ہوا اور ایک راوی بھی ایسا نہیں کہ جو یہ بیان کرتا ہو کہ متعہ کا واقعہ حضر میں پیش آیا ہو اور ایسا ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اور اسی طرح امام حازمیؒ فرماتے ہیں

وانما کان ذلک فی اسفارھم ولم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہ لھم وھم فی بیوتھم (کتاب الاعتبار ص۱۷۸)

متعہ کی اباحت کا جو واقعہ بھی ہوا وہ جز اینست کہ سفر میں ہوا اور ہم کو کسی ایک راوی سے یہ خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور وطن میں رہنے کی حالت میں بھی ان کو متعہ کی اجازت دی ہو یعنی ایسا کبھی نہیں ہو کہ وطن میں رہ کر کسی نے متعہ کیا ہو۔

ابتداء اسلام میں کس قسم کا متعہ مباح تھا

جاننا چاہئے کہ لفظ متعہ۔ متاع سے مشتق ہے جس کے معنی نفع قلیل کے ہیں کما قال تعالےٰ

إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۔ اور مطلقہ کو جو کپڑوں کا جوڑا دیا جاتا ہے اس کو بھی متعہ
اس لئے کہتے ہیں کہ بمقابلہ مہر نفع قلیل ہے ۔ کما قال تعالیٰ فَمَتِّعُوْهُنَّ ۔ قال تعالیٰ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ
مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ یہ متعہ کے اصل معنی ہوئے اور متعہ کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے ایک یہ کہ متعہ سے
نکاح موقت مراد ہو یعنی ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم
کیا جائے اور مدت معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت واقع ہو جائے لیکن مفارقت کے بعد استبراء
رحم کے لئے ایک مرتبہ ایام ماہواری کا انتظار کرے تاکہ دوسرے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے
فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں جائز تھی ۔ بعد میں ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی ۔ یعنی متعہ بمعنی نکاح موقت
ابتداء اسلام میں جائز تھا اور بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا اور متعہ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی
شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ایک روز کے لئے متنفع ہوں گا اور اس ایک روزہ یا دو
روزہ انتفاع کی تجھکو یہ اجرت دوں گا تو یہ صریح زنا ہے اور عین زنا ہے متعہ کی یہ صورت کبھی بھی
اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی تاکہ اس کو منسوخ کہا جائے بلکہ متعہ کی صورت کسی دین میں بھی حلال
نہیں ہوئی اس لئے کہ متعہ کی یہ صورت صریح زنا ہے اور زنا کسی دین میں کبھی بھی حلال نہیں ہوا البتہ متعہ
کی پہلی صورت یعنی نکاح موقت (یعنی مدت معینہ کے لئے گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت
سے تعلق قائم کرنا اور مدت معینہ گزرنے کے بعد ایک حیض عدت گزارنا) یہ ایک برزخی مقام ہے یعنی
یہ نکاح موقت نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ۔ ایک درمیانی درجہ ہے کہ جو نہ زنا محض ہے اور نہ
نکاح مطلق ہے کہ جس میں طلاق اور عدت اور میراث ہو ۔ نکاح متعہ کی یہ صورت حقیقی نکاح نہیں بلکہ نکاح
حقیقی کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت ہے کہ متعہ کی اس صورت میں ۔ گواہ کی بھی اور ولی کی اجازت کی بھی
ضرورت ہے اور مرد سے علیحدہ ہونے کے بعد اگر دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو جب تک ایک مرتبہ
حیض نہ آجائے اس وقت تک دوسرے مرد سے متعہ نہیں کر سکتی اس لئے اس صورت کو محض زنا بھی نہیں
جا سکتا ایسے نکاح موقت میں کہ جس میں ابتداء گواہی اور اذن ولی ضروری ہو اور انتہاء استبراء رحم
کے لئے حیض کا آنا ضروری ہو اور نکاح صحیح و مؤبد میں صرف موقت اور مؤبد اور میراث کا فرق ہے

باقی شرائط میں دونوں متفق ہیں۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

روی اللیث بن سعد عن بکیر بن الاشج عن عمار مولی الشرید قال سألت ابن عباس عن المتعۃ اسفاح ھی ام نکاح قال لا سفاح ولا نکاح قلت فما ھی قال المتعۃ کما قال تعالی قلت ھل علیھا عدۃ قال نعم حیضۃ قلت یتوارثان قال لا

(تفسیر قرطبی ص۱۳۲ ج۵)

امام لیث بن سعد۔ بکیر بن اشج سے راوی ہیں کہ عمار مولائے شرید کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے متعہ کے متعلق یہ سوال کیا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح فرمایا متعہ نہ زنا ہے نہ نکاح ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ آخر وہ ہے کیا۔ فرمایا کہ وہ متعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لفظ متعہ کا اطلاق کیا ہے میں نے سوال کیا کہ متعہ والی عورت پر عدت ہے۔ فرمایا کہ ہاں متعہ کی مدت گذرنے کے بعد اس پر ایک حیض کا انتظار کرنا واجب ہے میں نے سوال کیا کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے فرمایا نہیں

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح متعہ یعنی موقت ایک برزخی مقام ہے یعنی نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے۔ ابتداء اسلام میں صرف یہ صورت بھی ایسی مجبوری کی حالت میں جائز تھی جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر حلال ہو جاتا ہے اس کے بعد امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابو عمر لم یختلف العلماء من السلف والخلف ان المتعۃ نکاح الی اجل لا میراث فیہ والفرقۃ تقع عند انقضاء الاجل من غیر طلاق وقال ابن عطیۃ وکانت المتعۃ ان یتزوج الرجل بشاھدین واذن الولی الی اجل مسمی وعلی ان لا میراث بینھما ویعطیھا ما اتفقا علیہ فاذا انقضت المدۃ فلیس لہ علیھا سبیل ویستبری رحمھا لان الولد لاحق فیہ بلا شک فان لم تحمل حلت لغیرہ وفی کتاب النحاس فی ھذا خطاء وان الولد لا یلحق فی نکاح المتعۃ (قلت: ھذا ھو المفہوم من عبارۃ النحاس فانہ فقال انما المتعۃ ان یقول لھا اتزوجک یوما او ما اشبہ ذلک علی انہ لا عدۃ علیک ولا میراث

بیناولا طلاق ولا شاھد یشھد علی ذلک وھذا ھوالزنا بعینہ ولم یبح قط فی الاسلام ولذا قال عمر لا اوتی برجل تزوج متعۃ الا غیبتہ تحت الحجارۃ[1]

خلاصۂ کلام

یہ کہ احادیث نبویہ میں جس نکاح متعہ کی اباحت اور پھر اس کی حرمت اور ممانعت کا ذکر ہے اس سے یہ عرفی متعہ ہرگز ہرگز مراد نہیں جس کے حضرات شیعہ قائل ہیں بلکہ اس سے وہ نکاح موقت مراد ہے کہ جو نکاح ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کے موجودگی میں ولی کی اجازت سے منعقد ہو اور پھر مدت معینہ گزر جانے کے بعد بلا طلاق کے مفارقت واقع ہو جائے اور پھر اس کے بعد وہ عورت بغیر ایک حیض آئے دوسرے مرد سے متعہ نہ کر سکے فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں بایں معنی جائز اور مباح تھی کہ شریعت میں اس خاص صورت کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا جیسا کہ شراب اور سود کے ابتداء اسلام میں مباح اور حلال ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء اسلام میں حق تعالیٰ کی طرف سے شراب اور سود کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جن لوگوں نے ممانعت سے پہلے شراب پی یا سود لیا شریعت کی طرف سے ان پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی اور نہ ان کو کوئی سزا دی گئی یہاں تک شراب اور سود کی حرمت کا حکم نازل ہو گیا۔

ابتداء اسلام میں شراب اور سود کے حلال ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ شریعت کی طرف سے اجازت تھی کہ جس کا جی چاہے شراب پئے اور جس کا جی چاہے سود لے اسی طرح متعہ یعنی نکاح موقت کے ابتداء اسلام میں جائز اور مباح ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء اسلام میں نکاح متعہ یعنی نکاح موقت کی ممانعت نہ تھی، معاذ اللہ یہ معنی نہیں کہ حضور پرنور نے قولاً نکاح متعہ کی اجازت دی تھی نکاح متعہ کی حرمت کا پہلا اعلان غزوۂ خیبر میں ہوا اور پھر غزوۂ اوطاس میں اور پھر

---

[1] تفسیر قرطبی، ج: ۵ ص: ۱۳۲

غزوۂ تبوک میں اور پھر حجۃ الوداع میں تاکہ عوام وخواص کو اس کی حرکت کا خوب علم ہو جائے اور حضور پرنور کا حرمت متعہ کے متعلق یہ بار بار اعلان اسی پہلے اعلانِ حرمت کی تاکید کے لیے تھا کہ جو آپ غزوۂ خیبر میں فرما چکے تھے، کوئی جدید حکم نہ تھا۔ باقی شیعوں والا متعہ کہ مرد عورت سے ایک دن یا ڈیڑ دن ایک گھنٹے یا دو گھنٹے کے لیے معاوضہ طے کر کے استفادہ کرے تو یہ خالص زنا اور صریح بدکاری ہے یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوگی چہ جائیکہ منسوخ ہو جیسے زنا نہ کبھی مباح ہوا اور نہ منسوخ ہوا۔

بلکہ

ابتدا ء آفرینش عالم سے لے کر اب تک سوائے مذہب شیعہ کے کسی دین اور مذہب میں متعہ جائز نہیں ہوا، معاذ اللہ اگر شیعوں والا متعہ جائز ہو جائے تو پھر نسب میں بھی خلل واقع ہوگا اور اولاد بھی ضائع ہوگی اور وارث اور مورث کی تمیز نہ ہوگی اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ کون بیٹا ہے اور کون بھائی، نیز میراث اور طلاق اور عدت کے جو احکام شریعت میں آتے ہیں وہ سب معطل ہو جائیں گے نیز شریعت نے نکاح میں جو چار عورتوں کی حد مقرر کی ہے وہ بھی معطل ہو جائے گی اس لئے کہ متعہ میں نہ چار کی قید ہے نہ عدت ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ میراث ہے، ایک متعہ کے قائل ہونے سے قرآن وحدیث یہ تمام احکام یکلخت معطل ہوئے جاتے ہیں۔ بلکہ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ مرد اپنی حاجت متعہ سے پوری کریں گے اور عورتیں اپنے نان نفقہ اور دُکھ اور درد کے مستقل کفیل اور ذمہ داری سے محروم ہو جائیں گی اور چلتے پھرتے اوباشوں پر ان کی نظر ہوگی اور پھر دورِ شباب گزرنے کے بعد کون ان کا کفیل اور ذمہ دار ہوگا۔ حضرات شیعہ غور کریں کہ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت اور مصیبت کا منظر ہو سکتا ہے شیعوں کو چاہیئے کہ دل وجان سے فاروق اعظم کے شکر گزار ہوں کہ جس نے اپنے دورِ خلافت میں اس بے حیائی کا نام ونشان بھی مٹا دیا۔

تحریم متعہ کے اگر تفصیلی دلائل اور اس کے مفاسد معلوم کرنے ہوں تو حضرات اہلِ علم احکام القرآن للجصاص ص۱۴۶ ج ۲ تا ص۱۱۵ ج ۲ اور تحفۂ اثنا عشریہ اور فتاوے عزیزیہ کی مراجعت کریں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حرمت متعہ کی ایک وجدانی دلیل

ہر شریف الطبع اور باعزت انسان اپنے اور اپنی بیٹی اور بہن کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے اور غایت مسرت اور انبساط کے ساتھ ولیمۂ نکاح پر اقارب اور احباب کو مدعو کرتا ہے بخلاف متعہ کے کہ اس کو چھپاتا ہے اور اپنی بیٹی اور بہن اور ماں کی طرف متعہ کی نسبت کرنے سے عار محسوس کرتا ہے، آج تک کسی ادنیٰ غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اُس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطور ذکر ہی یہ کہا ہو کہ میری بیٹی اور بہن اور میری ماں نے اتنے متعے کئے ہیں، نیز تمام عقلاء نکاح پر مرد اور عورت کو اور اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں مگر متعہ کے متعلق کہیں مبارک باد دیتے نہیں سُنا۔

مہاجرینِ حبشہ کی حبشہ سے واپسی

جو مہاجرین مکّہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے جب ان کو یہ علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اکثر ان میں سے حبشہ سے مدینہ چلے آئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت مدینہ پہنچے کہ جب آپ بدر کی تیاری فرما رہے تھے [۱]

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی ساتھ جو چند آدمی رہ گئے تھے وہ اس روز پہنچے کہ جس روز خیبر فتح ہوا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر کو گلے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور بعد ازاں یہ فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ مجھکو فتح خیبر کی مسرت زیادہ ہے یا جعفر کے آنے کی۔

(رواہ البیہقی عن جابر رضؓ)

ابو موسیٰ اشعریؓ (جو حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے) راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے کہ جب آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ مال غنیمت میں سے ہم کو بھی حصہ عطا فرمایا ہمارے سوا جو فتح خیبر میں شریک نہ تھا کسی کو حصہ نہیں دیا۔

---

[۱] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۵۰

یہ بخاری کی روایت ہے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں سے کہہ کر ان لوگوں کو غنیمت میں شریک فرمایا۔[1]

فتح وادی القریٰ، وتیمار

فتح خیبر کے بعد آپ نے وادی القریٰ کا رُخ فرمایا۔ چار دن کے محاصرہ کے بعد فتح فرمایا آپ کا غلام مِدعَم آپ کا کجاوہ اُتار رہا تھا کہ ایک ناگہانی تیر آکر لگا جس سے وہ شہید ہوا۔ لوگوں نے کہا اس کو شہادت مبارک ہو، آپ نے فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم جس چادر کو اس نے مالِ غنیمت میں سے چرایا ہے وہ آگ بن کر اس پر مشتعل ہوگی۔ ایک شخص نے جب آپ کو یہ کہتے سُنا تو ایک جوتی کا تسمہ لے کر آیا آپ نے فرمایا جوتی کا ایک تسمہ بھی (خیانت کیا ہوا) جہنم سے ہے (رواہ البخاری)

اہلِ تیمار کو جب وادی القریٰ کے فتح کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ پر صلح کر لی۔[2]

مراجعت اور واقعہ لیلۃ التعریس

وادی القریٰ اور تیمار کی فتح کے بعد آپ مدینہ منوّرہ واپس ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر وہ ایک وادی میں اخیر شب میں آرام لینے کی غرض سے نزول فرمایا۔ اتّفاق سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی یہاں تک آفتاب بلند ہوگیا۔ سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور گھبرا کر اٹھے اور صحابہ کو جگایا۔ اور اس وادی سے کوچ کرنے کا حکم دیا کہ یہاں شیطان ہے اس وادی سے نکل کر آپ نے نزول فرمایا۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ وضو کر کے صبح کی دو رکعت سنتیں پڑھیں بعد ازاں بلال نے اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز قضا کی گئی۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

فوائد

(۱)۔ نماز اور عبادت میں حضرات انبیاء اللہ (علیہم الف الف صلوات اللہ) کو غفلت کی وجہ سے کبھی سہو نہیں ہوتا بلکہ من جانب اللہ سہو میں مبتلا کیے جاتے ہیں تاکہ امت کو سہو کے مسائل معلوم

---

[1] زرقانی ج ۲، ص ۲۴۶ ۔ [2] زرقانی، ج: ۲، ص: ۲۴۷، فتح الباری، ج: ۵، ص: ۱۱

ہوں لہٰذا اگر آپ کو یہ سہو نہ پیش آتا تو اُمت کو فوت شدہ نمازوں کی قضا کا مسئلہ کیسے معلوم ہوتا اور اگر ظہر یا عصر کی دو یا تین رکعت پر آپ بھول کر سلام نہ پھیر دیتے۔ (جیسا کہ حدیث ذوالیدین میں ہے) تو اُمت کو سجدۂ سہو کا مسئلہ کہاں سے معلوم ہوتا۔

سُبحان اللہ خدا کی کیا حکمتیں اور کیا رحمتیں ہیں کہ جن حضرات کو نبوت و رسالت کا خلعت پہنا کر تشریع احکام کی مسند پر بٹھلایا۔ اُن کے سہو اور نسیان کو بھی تشریع احکام کا ایک ذریعہ بنایا حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر سہو و نسیان نہ پیش آتا تو توبہ اور استغفار کی سنت کہاں سے معلوم ہوتی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [۵] کہہ کر قیامت تک کے لیے خداوند ذوالجلال کی رضا اور خوشنودی اور ابلیس کی ذلت اور رسوائی کا طریقہ بتلا گئے۔ قربان جائے ایسے سہو و نسیان کے کہ جس سے ہمیشہ کے لیے رحمتوں کا دروازہ کھل گیا۔

حضرات عارفین کے کلام میں صدیق اکبر کا یہ مقولہ نقل کیا جاتا ہے۔

يا ليتني كنت سهو محمد صلى الله عليه وسلم۔　کاش میں سرتاپا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہوتا۔

غالباً صدیق اکبر نے یہ سمجھ کر کہ حضرات انبیاء کا سہو کس درجہ موجب خیر و برکت اور کس درجہ عنداللہ مقبول ہوتا ہے۔ یہ تمنا فرمائی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) اسی حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا۔

کہ جس جگہ عبادت نے ذہول اور غفلت پیش آجائے تو مستحب یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جائے بظاہر یہ انتقال مکانی ہجرت کبریٰ کا ایک نمونہ معلوم ہوتا ہے جس کو اگر ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا جائے تو شاید بیجا نہ ہو جس جگہ اللہ جل جلالہ کی طاعت دشوار ہو جائے اور اس کی معصیتوں کا بازار گرم ہو جائے اسی جگہ کو چھوڑ کر ایسے مقام پر جا کر سکونت اختیار کر لینا کہ جہاں اللہ عزوجل کی طاعت اور بندگی آسان ہو شرعاً واجب ہے اور اسی کو ہجرت کبریٰ کے نام سے موسوم

[۵] سورۃ الاعراف، آیۃ ۲۳۔

کیا گیا ہے۔

اور جس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غفلت پیش آجائے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری قریبی جگہ میں جاکر عبادت کا بجالانا مستحب ہے اسی کو ہم نے ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا ہے ؂
روا ذا نبا بک منزل فتحول) جب تجھکو کوئی منزل ناموافق آئے تو وہاں سے کوچ کر۔ باقی ہجرت کے احکام سو اُن کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

زفاف ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اسی سال اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا حبشہ سے مدینہ آئیں جسے حضور پُرنور نجاشی کے توسط سے نکاح فرمایا تھا۔ جن کے نکاح کا مفصل واقعہ انشاء اللہ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا۔

عمرۃ القضاء

ذی قعدۃ الحرام ۷ھ

صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امسال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں اس بنا پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کو حکم دیا کہ اُس عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا اور یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے، چنانچہ بجز ان لوگوں کے کہ جو اس عرصہ میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے کوئی شخص بغیر شریک ہوئے باقی نہ رہا۔ (طبقات[1] ابن سعد ص۸۷ ج ۲۔ زرقانی ص۲۳۸ ج ۲)

---

[1] قال ابن اسحق خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذی القعدۃ مثل الشھر الذی صدہ فیہ المشرکون معتمرا عمرۃ القضاء مکان عمرتہ التی صدوہ عنہا۔ وقال الحاکم فی الاکلیل تواترت الاخبار

اس طرح دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے ہدی کے ساٹھ اونٹ آپ کے ہمراہ تھے ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ نے اور صحابہ نے احرام باندھا۔ لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے احتیاطاً ہتھیار ساتھ رکھ لئے مگر چونکہ معاہدۂ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار بطن یاجُج میں چھوڑ دیئے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور دو سو آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آپ مع اصحاب کے تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ (طبقات ابن سعد ج۲ ص۸۷)

اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی ناقہ قصواء کی مہار پکڑے ہوئے یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیله　　قد انزل الرحمٰن فی تنزیله

اے کافروں آپ کا راستہ چھوڑ دو　　اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے

بان خیر القتل فی سبیله　　نحن قتلناکم علی تاویله

کما قتلناکم علی تنزیله　　(رواہ عبدالرزاق عن انس رضی اللہ عنہ)

کہ بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو ہم نے تم سے جہاد و قتال کیا اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے[1] جیسے قرآن منزل من اللہ کے نہ ماننے کی وجہ سے تم سے قتال کیا۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا حاشیہ) تواترت الاخبار انه صلی اللہ علیه وسلم لما هل ذوالقعدة امر اصحابه ان یعتمروا قضاء عمرتهم وان لا یتخلف احد منهم شهد الحدیبیة فخرجوا الا من استشهد وخرج معه آخرون معتمرین فکانت عدتهم الفین سوی النساء والصبیان قال وتسمی ایضا عمرة الصلح۔ (فتح الباری ج۷ ص۳۸۹)۔ حاکم اکلیل میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر اس عمرہ کی قضاء کا حکم دیا جس کو حدیبیہ میں قریش کے روکنے کی وجہ سے نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ تاکید فرمائی کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ سوائے ان لوگوں کے کہ جو اس اثنار میں شہید ہو گئے سب آپ کے ساتھ عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جن کی مجموعی تعداد عورتوں اور بچوں کے سوا دو ہزار تھی اور اس عمرہ کو عمرۃ الصلح بھی کہتے ہیں ۱۲ بہر حال ان روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی وجہ سے عمرہ اور حج نہ کر سکے تو سال آئندہ اس کی قضاء واجب ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے تفصیل کے لئے کتب فقہیہ کی مراجعت کی جائے ۱۲

[1] علی تاویلہ اور علی تنزیلہ کا یہ مطلب علامہ زرقانی نے بیان کیا ہے یعنی علی انکار تاویلہ علی انکار تنزیلہ اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ہم تم سے جہاد و قتال اس کے حکم کے مطابق کرتے ہیں ۱۲۔

اور بیہقی کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادہ ہے۔

الیوم نضربکم علی تنزیلہ　ضرباً یزیل الھام عن مقیلہ

آج اللہ کے حکم کے مطابق ایسا ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑی سر سے الگ ہو جائے۔

ویذھل الخلیل عن خلیلہ　یارب انی مؤمن بقیلہ

اور دوست کو دوست سے بےخبر بنا دے، اے اللہ میں اس کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور ابن اسحٰق کی روایت میں ہے۔

یارب انی مؤمن بقیلہ　انی رأیت الحق فی قبولہ

میں اُس کے قبول کرنے ہی کو حق سمجھتا ہوں

حضرت عمر نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے آپ نے فرمایا اے عمر رہنے دو۔ یہ شعر کافروں کے حق میں تیر بارش سے زیادہ سخت ہیں۔ (رواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن غریب) یہ تمام تفصیل فتح الباری ص ۳۸۳ ج ۷ میں مذکور ہے۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا، اے عمر میں سُن رہا ہوں۔ اور عبداللہ بن رواحہ کو یہ حکم دیا کہ اے ابن رواحہ یہ پڑھو۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ۔ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ۔ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ اور صحابہ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی بین الصفا والمروہ کر کے ہدی کو نحر فرمایا اور حلال ہو گئے بعد ازاں کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یاجج چلے جائیں اور جو آدمی اسلحہ کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیئے گئے تھے وہ آکر طواف اور سعی کر لیں اور یہ فرما کر کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ ظہر تک اندر ہی رہے۔ آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی۔[1]

---

[1]۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج ۲، ص ۸۸

قریش نے اگرچہ از روئے معاہدہ آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدت غیظ اور غایت حسد کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھ نہ سکے اس لئے سردارانِ قریش اور ان کے کبراء و اشراف مکہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ [1]

حضرت میمونہ سے نکاح

ادائے عمرہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن مکہ میں مقیم رہے اور حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح [2] فرمایا جب تین دن گذر گئے تو قریش نے چند آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے کہ مدت گزر گئی ہے آپ چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم مہلت دو تو مکہ میں میمونہ بنت الحارث کی عروسی اور دعوت ولیمہ کر لوں۔ ان لوگوں نے نہایت ترشروئی سے یہ جواب دیا کہ ہمیں آپ کے ولیمہ اور دعوت کی ضرورت نہیں آپ چلے جائیے۔

آپ نے فوراً صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور اپنے غلام ابو رافع کو حضرت میمونہؓ کے پاس چھوڑ گئے، وہ ان کو لے کر مقام سرف آپ کے پاس لائے۔ یہاں آپ نے عروسی فرمائی۔ اور یہاں سے چل کر ماہ ذی الحجہ داخل مدینہ ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ [3]

عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ کی چھوٹی صاحب زادی آپ کو چچا [4] چچا پکارتی ہوئیں آپ کے پاس آئیں حضرت علی نے

---

[1] زرقانی، ج: ۲، ص: ۲۵۵۔ [2] صحیح بخاری کے متعدد مواضع میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کے بعد نکاح کیا۔ صحیح بخاری کی روایت سب سے صحیح ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کی ہے تفصیل کے لئے شروحِ حدیث کی مراجعت کی جائے۔۱۲ [3] سورۃ الفتح آیۃ: ۲۷، ابن ہشام، ج: ۲، ص: ۲۰۲۔
[4] حضرت حمزہ آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس رشتہ سے آپ چچا ہوئے۔

فوراً ان کو اٹھالیا اب حضرت علی اور حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ میں اختلاف ہوا۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میری پرورش میں رہے۔ حضرت علی نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں نے اس کو اٹھا لیا ہے۔ حضرت جعفر نے کہا۔ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زید نے کہا کہ میرے اسلامی اور دینی بھائی کی لڑکی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے (رواہ البخاری عن البراء بن عازب)

سریۂ اَخرم بن ابی العَوجآر

ذی الحجہ سنہ ۷ھ

ماہ ذی الحجہ میں اخرمؓ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنی سُلَیم کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ فرمایا بنی سلیم نے کہا ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیر اندازی کر کے مسلمانوں کی اس قلیل جماعت کو شہید کر دیا صرف اخرمؓ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یہ زخموں کی وجہ سے نیم جان ہو گئے تھے، بعد میں زندہ ہو کر صفر کی پہلی تاریخ کو مدینہ پہنچے [1]

سَریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صفر سنہ ۸ھ

صفر سنہ ۸ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ لیثی کو مقام کدید کی جانب بنی الملوح پر حملہ کرنے کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شب خون مارا اور ان کے اونٹ پکڑ کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے بنی الملوح کی ایک جماعت مسلمانوں کے تعاقب میں دوڑی اسی وقت من جانب اللہ اتنی زور کی بارش ہوئی کہ مسلمانوں اور کافروں کے

---

[1]۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج: ۲، ص: ۸۹۔

درمیان میں جو ایک وادی حائل تھی وہ پانی سے بھر گئی اور وہ لوگ مسلمانوں تک نہ پہنچ سکے اس طرح مسلمان صحیح وسالم مدینہ منورہ پہنچے۔ ؎۱

بعض سرایا

غزوۂ خیبر اور غزوۂ موتہ کے درمیان حضور پُرنور نے اور بھی چھوٹے چھوٹے سریے روانہ فرمائے جو بحمدہ تعالیٰ کامیاب واپس آئے۔ ؎۲

اسلام خالد بن الولید وعثمان بن طلحہ وعمرو بن العاص

اسی عرصہ میں اسلام کے مشہور سپہ سالار خالد بن ولید اور عرب کے مشہور عاقل عمرو بن العاص مسلمان ہوئے ان کے زمانہ اسلام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ صفر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ خیبر کے بعد ۷ھ میں مسلمان ہوئے۔

یہ امر روایت صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے وقت خالد بن ولید کفار کی فوج میں تھے اور آئندہ غزوۂ موتہ کے بیان میں بخاری کی روایت سے معلوم ہو جائے گا کہ خالد بن ولید غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اور اخیر میں یہی امیر ہوئے اور انہی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ اور غزوۂ موتہ کے درمیانی مدت میں مسلمان ہوئے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ جل شانہ نے میرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، یکایک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں جس لڑائی میں بھی قریش مکہ کی طرف سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جاتا ہوں اور پھر واپس آتا ہوں واپسی پر میرے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ دل اندر سے یہ کہتا ہے کہ تیری یہ تمام کوشش اور یہ تمام جدوجہد لاحاصل اور بے سود ہے اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور غالب ہوں گے چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر میں مشرکین

؎۱ زرقانی، ج: ۲، ص: ۲۶۶ ؎۲ ایضاً۔

مکہ کے سواروں میں سے تھا تو میں نے آپ کو مقام عسفان میں دیکھا کہ اپنے اصحاب کو صلاۃ الخوف پڑھا رہے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی حالت میں حضور پر حملہ کروں مگر حضور میرے ارادہ سے مطلع ہو گئے اور میں حملہ نہ کر سکا تو اس وقت میں یہ سمجھ گیا کہ یہ شخص من جانب اللہ مامون اور محفوظ ہے غیب سے اس کی حفاظت ہو رہی ہے میں ناکام واپس ہو گیا۔

اور آں حضرت جب قریش سے صلح کر کے واپس ہوئے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ قریش کی عزت اور شرکت ختم ہوئی اور شاہ حبشہ یعنی نجاشی آپ کا پیرو ہو چکا ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں امن وامان کے ساتھ رہتے ہیں اب اس کے سوا کیا صورت ہے کہ میں ہرقل شاہ روم کے پاس چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہودی یا نصرانی ہو جاؤں اور عجم کے تابع اور ماتحت رہ کر عیب کی زندگی گزاروں اور چند روز اپنے وطن ہی میں رہ کر دیکھوں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اسی خیال میں تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سال آئندہ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس وقت میں مکہ سے نکل گیا اور روپوش ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ سے فارغ ہو گئے تو میرا بھائی ولید بن ولید جو حضور کے ہمراہ تھا۔ اس نے مجھے تلاش کیا مگر میں نہ ملا بعد ناکامی میرے بھائی نے میرے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اما بعد فانی لم ار اعجب من ذهاب رايك عن الاسلام وعقلك عقلك ومثل الاسلام جهله احد وقد سألنی رسول الله صلی الله عليه وسلم عنك وقال اين خالد فقلت ياتی الله به فقال مثله جهل الاسلام ولو كان جعل نكايته وجده مع المسلمين كان خيرا له ولقدمناه	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ میں نے اس سے زیادہ کوئی تعجب خیز امر نہیں دیکھا کہ تیری رائے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کے قبول کرنے سے منحرف ہے حالانکہ تیری عقل تیری عقل ہے جو معروف و مشہور ہے اور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے کسی کا بے خبر رہنا نہایت تعجب خیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمھارا حال دریافت کیا اور فرمایا کہ خالد کہاں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو لے کر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ اس جیسا عاقل اسلام جیسے

علی غیرہ فاستدرك یا اخی ما قد فاتك من مواطن صالحة. پاکیزہ مذہب سے بے خبر و نادان ہوجائے اور فرمایا کہ اگر خالد مسلمانوں کے ساتھ مل کر دینِ حق کی مدد کرتا اور

اہلِ باطل کا مقابلہ کرتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا اور ہم اس کو دوسروں پر مقدم رکھتے۔ پس اے بھائی تجھ سے جو عمدہ مقامات فوت ہوگئے ہیں تو ان کی تلافی اور تدارک کرلے ابھی تدارک کا وقت ہے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سدا دورِ دوراں دکھاتا نہیں

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا یہ خط جب میرے پاس پہنچا تو اس خط نے میری رغبت اسلام میں اور زیادہ کردی اور سفرِ ہجرت کا ایک خاص نشاط اور انبساط دل میں پیدا ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا اس نے مجھکو مسرور کیا اور اسی اثناء میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں تنگ بلاد میں ہوں جن میں قحط ہے۔ میں اس قحط اور تنگ علاقہ سے نکل کر سرسبز اور کشادہ شہروں میں چلا گیا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ خاص خواب ہے جو میری تنبیہ کے لئے مجھ کو دکھلایا گیا ہے۔ میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور اسبابِ سفر مہیا کرکے مدینہ کی طرف چلا اور یہ چاہا کہ کوئی اور بھی میرے ساتھ ہو جائے میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور کہا کہ تم دیکھتے ہی نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرب و عجم پر غلبہ پالیا۔ اگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں اور اور ان کا اتباع کریں تو یہ ہمارے لئے بہتر ہوگا محمد کا شرف ہمارا شرف ہوگا۔ صفوان نے نہایت سختی سے انکار کیا اور یہ کہا کہ اگر روئے زمین پر میرے سوا کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع سے باقی نہ رہے تو میں جب بھی آپ کا اتباع نہ کروں گا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس شخص کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں اس لئے اس سے کوئی توقع نہیں کی جاسکتی بعد ازاں میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور جو بات میں نے صفوان سے کہی تھی وہی عکرمہ سے کہی۔ عکرمہ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا خالد کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا اور اونٹنی کو تیار کیا اور یہ خیال کیا کہ لاؤ عثمان بن طلحہ سے ملاقات کروں وہ میرا اچھا دوست ہے لیکن مجھ کو اس کے باپ دادا کا قتل ہونا یاد آیا اور

متردد ہو گیا کہ عثمان سے ذکر کروں یا نہ کروں پھر یہ خیال آیا کہ ذکر کرنے میں میرا کیا نقصان ہے میں تو اب جا ہی رہا ہوں، چنانچہ میں نے عثمان بن طلحہ سے وہی امر ذکر کیا کہ جو صفوان سے ذکر کیا تھا۔ عثمان بن طلحہ نے میرے مشورہ کو قبول کیا اور کہا کہ میں بھی مدینہ چلتا ہوں مقام یاجج میں تم سے مل لوں گا، تم اگر پہلے پہنچ جاؤ تو میرا انتظام کرنا اور اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں تمہارا انتظار کروں گا۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میں بھی روانہ ہوا اور حسب وعدہ مقام یاجج میں عثمان بن طلحہ مجھے مل گئے علی الصباح ہم دونوں وہاں سے روانہ ہوئے ہم دونوں جب مقام ھَدَّہ میں پہنچے تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی کہ وہ بھی اسلام کے ارادہ سے مدینہ جا رہے ہیں عمرو بن العاص نے ہم کو دیکھ کر مرحبا کہا ہم نے بھی مرحبا کہا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو کہا کہ اسلام میں داخل ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے ارادہ سے جا رہا ہوں ہم نے کہا کہ ہم بھی اسی ارادہ سے نکلے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ اس طرح ہم تینوں ساتھ ہوئے اور مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے سواری کے اونٹ مقام حرہ میں بٹھلائے کسی نے ہماری خبر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی آپ ہماری آمد کی خبر سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا ہے، خالد کہتے ہیں کہ میں نے عمدہ کپڑے پہنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلا راستہ میں مجھے میرا بھائی ولید آملا اور کہا کہ جلدی چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری آمد کی خبر پہنچ گئی ہے حضور پُرنور تمہاری آمد سے بہت مسرور ہوئے اور تمہارے منتظر ہیں۔ ہم تیزی کے ساتھ چلے اور حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے میں نے کہا السّلام علیک یا رسول اللہ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا میں نے عرض کیا اشهد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا قریب ہو جاؤ اور یہ فرمایا؛

الحمد للہ الذی ھداک قد	حمد ہے اُس ذات پاک کی جس نے تجھے اسلام کی توفیق
کنت اری لک عقلا رجوت	دی میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں عقل ہے اور امید کرتا تھا کہ وہ
ان لا یسلمک الا الی خیر	عقل تجھکو خیر اور بھلائی کی طرف تیری رہنمائی کرے گی۔

خالد کہتے ہیں میں عرض کیا کہ آپ دیکھتے تھے کہ مقامات جنگ میں آپ کے اور حق کے مقابلہ میں حاضر ہوتا تھا جس سے میں شرمندہ اور نادم ہوں، اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ان تمام خطاؤں کو معاف کر دے آپ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام یجب ماکان قبلہ　　اسلام ان تمام امور کا خاتمہ کر دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔

میں نے پھر یہی درخواست کی تو آپ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم اغفر لخالد بن الولید　　اے اللہ تو خالد بن ولید کی اُن تمام خطاؤں کو معاف

ما اوضع فیہ من صد عن سبیل اللہ　　کر دے جو خالد نے خدا تعالیٰ کی راہ سے روکنے کیلئے کی ہیں۔

خالد کہتے ہیں کہ میرے بعد عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص آگے بڑھے اور حضور پُر نور کے دست مبارک پر بیعت کی یہ تمام تفصیل البدایۃ والنہایۃ میں ہے اور اسی طرح خصائص کبریٰ للسیوطی میں مذکور ہے۔ [1]

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد پہلے خالد بن ولید نے بیعت کی اور پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی۔ پھر میں بیعت کے لئے آگے بڑھا مگر اس وقت میری حالت یہ تھی۔

فواللہ ماھو الا ان جلست بین یدیہ فما استطعت ان ارفع طرفی حیاء منہ قال فبایعتہ علی ان یغفرلی ما تقدم من ذنبی ولم یحضرنی ما تأخر فقال ان الاسلام یجب ما کان قبلہ والھجرۃ تجب ما کان قبلھا۔

خدا کی قسم میں حضور کے سامنے بیٹھ تو گیا مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا عمرو کہتے ہیں کہ بالآخر میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا کہ اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میری تمام گذشتہ خطائیں اور قصور معاف کر دیئے جائیں عمرو کہتے ہیں کہ اُس وقت یہ خیال نہ آیا کہ یہ بھی عرض کر دیتا کہ میرے آئندہ اور پچھلے قصور میں معاف کر دیئے جائیں

---

[1] ج ۴، ص: ۲۳۸-۲۴۰، الخصائص - ج ۱، ص: ۲۴۸

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ان تمام گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے کہ جو اسلام سے پہلے کفر کی حالت میں کیے گئے ہیں اور اسی طرح ہجرت بھی تمام گزشتہ گناہوں کو منہدم کر دیتی ہے۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ بخدا تے لایزال جس دن سے ہم مسلمان ہوئے اس دن سے جو مہم پیش آئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری برابر کسی کو نہیں فرمایا۔ عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ میں اور خالد اور عثمان شروع صفر ۸ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ص۲۳۸ ج۴)

غزوۂ مؤتہ

جمادی الاولیٰ ۸ھ

مؤتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں علاقۂ بلقاء میں واقع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو شرحبیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا۔ شرحبیل قیصر کی طرف سے شام کا امیر تھا حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ جب آپ کا یہ خط لے کر مقام مؤتہ میں پہنچے تو شرحبیل نے ان کو قتل کرا دیا۔ اس وجہ سے آپ نے تین ہزار کا لشکر ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں مؤتہ کی طرف روانہ فرمایا [۱]

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر زید قتل ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں اور اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن ابی رواحہ سردار لشکر ہوں اور اگر عبداللہ بھی قتل ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔ (رواہ البخاری واحمد والنسائی باسناد صحیح)

اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ جیش الامراء کہتے ہیں جیسا کہ مسند احمد اور نسائی میں باسناد صحیح ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش الامراء روانہ فرمایا الی آخر الحدیث [۲]

اور ایک سفید جھنڈا زید بن حارثہ کو دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اول اس مقام پر جانا جہاں

[۱] - فتح الباری، ج: ۷، ص: ۳۹۲، الطبقات الکبریٰ، ج: ۲، ص: ۹۲۔ [۲] - زرقانی، ج: ۲، ص: ۲۶۸

حارث بن عمیرؓ شہید ہوئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو تو نیہا ونعمت ورنہ خداوند ذوالجلال سے اعانت اور امداد کی درخواست کر کے اُسے جہاد و قتال کرنا۔ اور ثنیۃ الوداع تک خود بنفس نفیس مشایعت کے لیے تشریف لے گئے ثنیۃ الوداع پر کچھ دیر ٹھہر کر لشکر کو یہ وصیت فرمائی کہ ہر حال میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں اپنے رفقاء کی خیر خواہی کریں۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر اللہ سے کفر کرنے والوں سے جہاد و قتال کریں، غدر اور خیانت نہ کریں کسی بچہ اور عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کریں لوگ جب امراء لشکر کو رخصت کرنے لگے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے لوگوں نے کہا اے ابن رواحہ کس چیز نے تم کو رُلایا تو عبد اللہ بن رواحہ نے یہ جواب دیا۔

اما واللہ ما بی حب الدنیا ولا صبابۃ	آگاہ ہو جاؤ۔ خدا کی قسم مجھے نہ دنیا سے محبت ہے
بکم ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ	اور نہ تم سے شیفتگی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم یقرأ آیۃ من کتاب اللہ	وسلم کو کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے نہیں ہے تم
عزوجل وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ	میں سے کوئی شخص مگر ضرور دوزخ پر گذرنے والا ہے اور
عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ فلست ادری	خدا کے نزدیک یہ امر مقرر ہو چکا ہے پس نہیں معلوم کہ
کیف لی بالصدر بعد الورود۔	جہنم پر درود کے بعد واپسی کیسے ہوگی، اس لئے روتا ہوں۔

لشکر جب روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے پکار کر کہا خدا تعالیٰ تم کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے تو عبد اللہ بن رواحہ نے یہ شعر پڑھا۔

لکننی اسأل الرحمن مغفرۃً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے گہرے زخم کا خواہشمند ہوں کہ جو جھاگ پھینکتا ہو۔

او طَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً بِحَرْبَةٍ تَنْفُذُ الْاَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہوا والے نیزہ سے لگے کہ جو میری انتڑیوں اور جگر سے پار ہو جائے۔

حتی یقال اذا مروا علی جدثی یَا اَرْشَدَ اللّٰهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر پر گذریں تو یہ کہا جائے کہ واہ واہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔

لشکر جب چلنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا تو عبداللہ بن رواحہ آپ کے قریب آئے اور یہ شعر پڑھے

انت الرسول فمن یحرم نوافلہ ۔ والوجہ منہ فقد ازری بہ القدر

آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں جو شخص آپ کے فیوض و برکات اور آپ کے چہرۂ انور کے دیدار سے محروم رہا۔ تو سمجھ لو کہ قضاء قدر نے اس کی تحقیر کی کہ اس کو اس دولتِ عظمیٰ سے محروم رکھا۔

فثبت اللہ ما آتاک من حسن ۔ تثبیت موسیٰ ونصرا کالذی نصروا

پس اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے محاسن کو ثابت و قائم رکھے اور انبیاء سابقین کی طرح آپ کی مدد فرمائے۔

انی تفرست فیک الخیر نافلۃ ۔ فراسۃ خالفت فیک الذی نظروا

میں نے آپ میں خیر اور بھلائی کو بیش از بیش محسوس کر لیا ہے اور میرا یہ احساس مشرکین کی نظر اور احساس کے کے برخلاف ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

وانت فثبتک اللہ یا ابن رواحہ ۔ اور تجھ کو بھی اے ابن رواحہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے

شرحبیل کو جب اس لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو ایک لاکھ سے زیادہ لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع کیا۔ اور ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل خود شرحبیل کی مدد کے لئے بلقاء میں پہنچا۔ معان پہنچ کر مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مقام بلقاء میں جمع ہوا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر دو شب معان میں ٹھہرا اور مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے، رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے اور آپ کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا قوم واللہ ان التی تکرھون للتی	اے قوم خدا کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ رہے ہو
خرجتم ایاھا تطلبون الشھادۃ	وہی شہادت ہے جس کی تلاش میں تم نکلے ہو ہم
وما نقاتل الناس بعدد ولا قوۃ	کافروں سے کسی قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں

ولاکثرۃ ما نقاتلھم الا بھذا	لڑتے۔ ہمارا لڑنا تو محض اس دین اسلام کی وجہ سے
الدین الذی اکرمنا اللّٰہ بہ	ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی۔ پس اٹھو
فانطلقوا فانما ھی احدی الحسنیین	اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہوگی
اما ظھور واما شھادۃ۔	یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت کی نعمت نصیب ہوگی۔

لوگوں نے کہا خدا کی قسم ابن رواحہ نے بالکل سچ کہا۔ اور خدا کے پرستاروں اور جاں بازوں کی یہ تین ہزار جمعیت اعداء اللہ کے دو لاکھ لشکر جرار کے مقابلہ کے لئے مؤتہ کی طرف روانہ ہوئی مؤتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کے لئے سامنے آئیں ادھر سے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پا پیادہ رایت اسلام لے کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ اُن کے بعد حضرت جعفر علم ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے جب دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور گھوڑا زخمی ہوگیا تو گھوڑے سے اتر آئے اور گھوڑے کے کوچے کاٹ کر سینہ سپر ہوکر اعداء اللہ سے لڑنا شروع کیا۔

گھوڑے کے کوچے اس لئے کاٹ ڈالے کہ اعداء اللہ اس سے منتفع نہ ہوسکیں۔ دیکھانی الہدایہ لڑتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

یا حبذا الجنۃ واقترابھا طیبۃً وبارداً شرابھا

جنت اور اُس کا قرب کیا ہی پاکیزہ اور پسندیدہ ہے اور پانی اُس کا نہایت ٹھنڈا ہے۔

والروم رومٌ قد دنا عذابھا کافرۃٌ بعیدۃٌ انسابھا

اور رومیوں کا عذاب قریب آگیا ہے کافر ہیں اور اُن کے نسب ہم سے بہت دور ہیں یعنی ہم میں

علیّ اذ لاقیتھا ضرابھا

اور ان میں کوئی قرابت نہیں مقابلہ کے وقت اُن کا مارنا مجھ پر فرض اور لازم ہے

لڑتے لڑتے جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو رایت اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اس کے

عوض میں ان کو دو بازو عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔
صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر کی لاش کو تلاش کیا گیا تو نوے سے زیادہ تیر اور تلوار کے زخم تھے اور سب سامنے تھے۔ پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھے۔

حضرت جعفر کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے گھوڑے پر سوار تھے چند لمحوں کے لیے نفس کو کچھ تردد لاحق ہوا تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ فرمایا:

اَقْسَمْتُ یا نفسُ لَتَنْزِلَنَّہْ　　کارِھَۃً اَوْ لَتُطَاوِعَنَّہْ

اے نفس تجھکو قسم ہے کہ تو ضرور گھوڑے سے اتر کر اعداء اللہ سے جہاد و قتال کرنا گواری سے اتر یا خوشی اور رغبت کے ساتھ　　کذا فی فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۳

اِنْ اَجْلَبَ النَّاسُ وَشَدُّوا الرَّنَّۃْ　　مَالِی اَرَاکِ تَکْرَھِیْنَ الْجَنَّۃْ

اگر لوگ چیخ و پکار کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے تجھکو دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت کو ناپسند کر رہا ہے یعنی جلدی قدم کیوں نہیں بڑھاتا۔ پیش قدمی میں سستی کرنا گویا کہ جنت کو ناپسند کرتا ہے یہ فقط نفس کی توبیخ اور الزام کیلئے قدم

قَدْ طَالَمَا قَدْ کُنْتِ مُطْمَئِنَّۃْ　　ھَلْ اَنْتِ اِلَّا نُطْفَۃٌ فِیْ شَنَّۃْ

تو بسا اوقات مطمئن رہا ہے اس وقت تجھکو کیا ہوا تیری حقیقت کیا ہے تو تو رحم مادر میں ایک نطفہ ہی تھا۔ اس بے حقیقت نطفہ کے لیے خدا کی راہ میں پس وپیش کر رہا ہے۔

اور یہ کہا ؎

یَا نَفْسُ اِلَّا تُقْتَلِی تَمُوْتِی　　ھٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صَلِیْتِ

اے نفس اگر تو قتل نہ ہوا تو مریگا تو ضرور اور یہ ہے تقاضائے موت جسمیں تجھکو مبتلا ہونا ضروری ہے۔

وَمَا تَمَنَّیْتِ فَقَدْ اُعْطِیْتِ　　اِنْ تَفْعَلِی فِعْلَھُمَا ھُدِیْتِ

جس چیز کی تو نے تمنا کی تھی وہ تجھکو مل گئی یعنی شہادت فی سبیل اللہ کا موقع۔ اگر تو نے زید اور جعفر جیسا کام کیا تو ہدایت پائے گا۔

یہ کہہ کر گھوڑے سے اتر پڑے ان کے ابن عم (چچا زاد بھائی) نے آگے بڑھ کر ان کو ایک گوشت کی ہڈی دی کہ اس کو چوس لو تا کہ اس کی قوت سے کچھ لڑ سکو کئی دن تم پر فاقے کے گزر چکے ہیں۔ ابن رواحہ نے ہڈی لے لی اور اس کو ایک بار چوسا لیکن فوراً ہی پھینک دیا اور کہا اے نفس لوگ جہاد کر رہے ہیں اور تو دنیا میں مشغول ہے اور تلوار لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور رایت اسلام ہاتھ سے گر گیا۔ ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے فوراً رایت اسلام ہاتھ میں لے لیا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے گروہ مسلمین اپنے میں سے کسی شخص کے امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ لوگوں نے کہا آپ ہی ہمارے امیر ہیں ہم آپ کے امیر ہونے پر راضی ہیں۔ ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہہ کر جھنڈا خالد بن ولید کو پکڑا دیا اور کہا کہ آپ جنگ سے خوب واقف ہیں۔ خالد بن ولید نے امارت قبول کرنے میں کچھ تامل کیا، لیکن تمام مسلمانوں نے ان کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا خالد بن ولید رایت اسلام لے کر آگے بڑھے اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے اعداء اللہ کا مقابلہ کیا۔

صحیح بخاری میں خود خالد بن ولید سے روایت ہے کہ غزوۂ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔

دوسرے روز خالد بن ولید نے لشکر کی ہیئت تبدیل کر دی مقدمۃ الجیش کو ساقہ اور میمنہ کو میسرہ کر دیا دشمن لشکر کی ہیئت بدلی ہوئی دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور یہ سمجھے کہ نئی مدد آ پہنچی۔

ابن سعد ابو عامر سے راوی ہیں کہ جب خالد بن ولید نے رومیوں پر حملہ کیا تو ان کو ایسی فاش شکست دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی۔ مسلمان جہاں چاہتے تھے وہیں اپنی تلوار رکھتے تھے

زہری اور عروۃ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ اور عطاف بن خالد اور ابن عائذ سے بھی یہی منقول ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ حتی فتح اللہ علیھم۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ غنیمت میں کچھ سامان بھی ملا۔ رومیوں کی پسپائی کے بعد خالد بن ولید نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر مدینہ واپس آگئے۔

اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۷)۔ حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲)۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۸)۔ سراقہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۳)۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۹)۔ ابوکلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ } پسران عمرو بن زید
(۴)۔ مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	(۱۰)۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ } پسران عمرو بن زید
(۵)۔ وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۱۱)۔ عمرو بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ } پسران سعد بن حارث
(۶)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۱۲) عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ } پسران سعد بن حارث

یہ تمام تفصیل زرقانی اور فتح الباری باب غزوۂ موتہ سے لی گئی ہے۔

جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیانِ اسلام کی شہادت کا یہ حادثہ پیش آرہا تھا تو حق[1] جل شانہ نے سرزمین شام کو اپنی قدرت کاملہ سے آپ کے سامنے کر دیا کہ میدانِ کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا۔ آپ کے اور شام کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے گئے، آپ نے صحابہ کو جمع کرنے کے لئے الصلاۃ جامعۃ کی منادی کرادی صحابۂ کرام جمع ہو گئے تو آپ ممبر پر تشریف فرما ہوئے، میدانِ کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا۔ ارشاد فرمایا کہ زید نے رایت اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا۔ زید کے بعد جعفر نے رایت اسلام ہاتھ

---

[1] کما اخرج الواقدی عن شیوخہ قالوا رفعت الارض لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نظر الی معرکۃ القوم۔ کذا فی الخصائص للسیوطی ص۲۶۶ ج۱ وقال ابن کثیر قال الواقدی حدثنی عبدالجبار بن عمارۃ عن عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم قال لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین الشام فھو ینظر الی معترکھم فقال اخذ الرایۃ زید الحدیث البدایۃ والنہایۃ ص۲۴۴ ج۴ وکذا فی الخصائص ص۲۶۶ ج۱ وفی روایۃ البیہقی وابی نعیم عن موسی بن عقبہ فقال ان اللہ رفع لی الارض حتی رأیت معترکھم۔ کذا فی الخصائص ص۲۵۹ ج۱

میں لیا اور ساعداء اللہ سے خوب لڑا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا اور فرشتوں کے ساتھ جنت میں دو بازوؤں کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے رأیت اسلام سنبھالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر خاموش ہوگئے اور کچھ دیر تک سکوت کا عالم طاری تھا۔ انصار یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور چہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور یہ خیال ہوا کہ شاید عبداللہ بن رواحہ سے کوئی ناپسندیدہ امر ظہور میں آیا ہے جس سے آپ خاموش ہیں۔

کچھ دیر سکوت کے بعد یہ فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ نے بھی کافروں سے خوب جہاد و قتال کیا یہاں تک شہید ہوئے اور یہ تینوں جنت میں جنت اٹھائے گئے اور تخت زرین پر متمکن ہیں لیکن میں عبداللہ بن رواحہ کا تخت کچھ ہٹتے ہوئے دیکھا کہ میں نے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ عبداللہ بن رواحہ کا تخت ہٹا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھکو یہ بتلایا گیا کہ عبداللہ بن رواحہ کو مقابلہ کے وقت کچھ تھوڑا سا تردد پیش آیا اور تھوڑی سی پس وپیش کے بعد آگے بڑھے اور زید اور جعفر بلا کسی تردد اور بلا کسی پس وپیش کے آگے بڑھے۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔

ثم اخذ الراية عبد الله بن رواحة	آپ نے فرمایا۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور
فاستشهد ثم دخل الجنة معترضا	شہید ہوئے پھر وہ جنت میں کچھ رکتے رکتے داخل
فشق ذالك على الانصار فقيل يا	ہوئے یہ سن کر انصار کو رنج ہوا کسی نے پوچھا کہ یا
رسول الله ما اعتراضه قال لما	رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے آپ نے ارشاد فرمایا
اصابته الجراح نكل فعاتب نفسه	کہ جس وقت عبداللہ بن رواحہ کو میدان کارزار میں

ے قال ابن اسحٰق وحدثنی محمد بن جعفر عن عروۃ قال ثم اخذ الراية عبد الله بن رواحة فالتوى بها بعض الالتواء ثم تقدم على فرسه ثم نزل فقاتل حتى. کذا فی فتح الباری ص۳۹۳ ج ۷۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں یہ لفظ ہیں فرأیت فی سریر عبداللہ بن رواحۃ ازورارا عن سریری صاحبیہ فقلت عم هذا فقیل لی مضیا وتردد عبد الله بعض التردد ثم مضى (سیرۃ ابن ہشام)

فتجم فاستشهد فدخل الجنة | زخم لگے تو رہ دہ بمقتضائے بشریت تھوڑی دیر کے لئے،
فسری عن قومہ اخرج البیہقی کذافی | سست ہو گئے اور میلی قدمی میں پس و پیش کرنے لگے
البدایۃ والنہایۃ ص۲۴۳ ج ۴ | پھر انھوں نے اپنے نفس کو ملامت کی اور عتاب کیا اور
والخصائص الکبری ص۲۶۰ | ہمت اور شجاعت سے کام لیا اور لڑکر شہید ہو گئے اور

جنت میں داخل ہو گئے یہ سن کر انصار کی پریشانی دور ہوئی۔ (البدایۃ والنہایۃ)

آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر فرمایا کہ اب ان کے بعد سیف من سیف اللہ۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد بن ولید نے اسلام کا جھنڈا سنبھالا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا۔

اللھم انہ سیف من سیوفك | اے اللہ خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے
فانت تنصرہ فمن یومئذ سمی | پس تو ہی اس کی مدد فرمائے گا بس اسی روز
سیف اللہ۔ | سے خالد بن ولید سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہو گئے

اصل واقعہ تو صحیح بخاری میں مذکور ہے باقی تفصیل ابن اسحق اور بیہقی کی روایت سے لے گئی ہے[۱]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب خالد بن ولید کو مرتدین کے قتال کے لئے مامور فرمایا اور ان کو امارت کا جھنڈا دیا تو یہ فرمایا:

انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ | صدیق اکبر کہتے کہ تحقیق میں خود رسول اللہ صلی اللہ
وسلم یقول نعم عبد اللہ واخو | علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کیا ہی اچھا آدمی ہے اللہ
العشیرۃ خالد بن الولید سیف | کا بندہ اور قبیلہ کا بھائی خالد بن ولید۔ اللہ کی
من سیوف اللہ سلہ اللہ علی | تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اللہ تعالیٰ نے

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج:۴، ص:۲۴۵۔ فتح الباری، ج:۷، ص:۳۹۲،
الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۲۶۰

الکفار۔ اصابہ ترجمہ خالد بن ولید۔ اس کو کافروں پر چلانے کے لئے سونتا ہے یعنی نیام سے نکالا ہے۔

(نکتہ) مطلب یہ ہوا کہ خالد بن ولید تو اللہ کی تلوار ہیں اور اُس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جس تلوار کو حق تعالیٰ چلائے اُس تلوار سے کون بچ کر بھاگ سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اوّل صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولید نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد و قتال میں گذاری لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت اُن کو نصیب نہ ہوئی۔ مولانا یعقوب صاحب میں کچھ شان جذب کی تھی، اسی شان جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولید خواہ مخواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلوار بتایا ہو اسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے۔

(نکتہ دیگر) عبداللہ بن رواحہ کے متعلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے ان کا تخت ہلتے ہوئے دیکھا یہ درحقیقت عبداللہ بن رواحہ کے تردد کی مثال تھی عبداللہ بن رواحہ کو شہادت سے کچھ پہلے اس عالم شہادت میں جو تردد لاحق ہوا تھا عالم غیب میں اس کو ہلتے ہوئے تخت کی شکل میں دکھلایا گیا۔ جو چیز یہاں پوشیدہ ہے وہی چیز عالم غیب میں کسی صورت اور شکل میں ظاہر اور نمایاں ہو جاتی ہے۔

حکایت

محمود غزنوی نے جب ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات مندر کے تمام بت توڑ ڈالے تو جو بت ان میں سب سے بڑا تھا جب اس کو توڑنا چاہا تو سومنات کے پجاریوں نے بڑی

الحاح و زاری سے عرض کیا کہ اس بت کے برابر تول کر ہم سے سونا لے لیا جائے مگر اس بت کو نہ توڑا جائے سلطان محمود نے ارکان دولت سے مشورہ کیا سب نے یہ کہا کہ ہم کو فتح تو ہو ہی چکی ہے اگر ایک بت کو چھوڑ ہی دیا جائے تو ہمارا خاص نقصان نہیں اور اس کے بدلہ میں جو مال ملے گا وہ لشکر اسلام کے کام آئے گا اسی مجلس سپہ سالار مسعود غازی بھی تھے فرمایا کہ یہ تو بت فروشی ہے ۔ابتک بادشاہ بت شکن مشہور تھا ۔اب بت فروش کہلائے گا ۔ یہ بات محمود غزنوی کے دل کو لگ گئی مگر ایک گونہ تردد باقی رہا، دوپہر کو سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ میدانِ حشر بپا ہے اور ایک فرشتہ اُس کو دوزخ کی طرف یہ کہہ کر کھینچتا ہے کہ یہ بت فروش ہے دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ نہیں یہ تو بت شکن ہے اس کو جنت میں لے جاؤ اتنے میں آنکھ کھل گئی اور حکم دیا کہ فوراً بت کو توڑ دیا جائے جب بت کو توڑا تو اس کے پیٹ میں سے جواہرات بھرے ہوئے نکلے ۔حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اُس نے بت فروشی سے بچایا اور جس مال کی طمع میں بت فروشی اختیار کرنا چاہتا ہے اُس سے کہیں زائد مال عطا کر دیا۔

فرشتوں کا دوزخ اور جنت کی طرف کھینچنا یہ اُس تردد کی صورت تھی جو محمود غزنوی کو بت کے توڑنے میں لاحق ہوا تھا بحالت بیداری جو تردد ہوا تھا اُس کو خواب میں اس صورت میں دکھلایا گیا کہ ایک فرشتہ دوزخ کی طرف کھینچتا ہے اور ایک جنت کی طرف کبھی خیال بت کے توڑنے کی طرف جا رہا ہے اور کبھی خیال بت کے چھوڑنے کی طرف جا رہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بت فروشی نہ تھا لیکن صورت میں بت فروشوں کی مشابہت تھی جس کو حق جل شانہ نے اس شکل میں دکھایا۔

اسی طرح عبداللہ بن رواحہ کے تردد کو ہلتے ہوئے تخت کی شکل میں دکھلایا کسی عبادت کا بلا کسی تردد کے بجا لانا یہ نفس مطمئنہ کی شان ہے اور تردد کے وقت نفس کو ملامت کرنا جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ نے کی یہ نفس لوامہ کی شان ہے جس کی حق جل شانہ سورۂ قیامہ کے شروع میں قسم کھائی لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ عبداللہ بن رواحہ عین معرکہ کے وقت جو شعر پڑھتے تھے اُن سے مقصود اپنے ہی نفس کو ملامت تھی ایک ہی دو شعر

ملامت کے پڑھے کہ نفس مطمئن ہوگیا اور آگے بڑھ کر خدا کی راہ میں شہید ہوا اور اپنے رفقاء کے ساتھ جنت میں جا ملا۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۞

یہ حادثہ فاجعہ بیان فرما کر آپ حضرت جعفر کے مکان پر تشریف لے گئے بچوں کو بلایا اور اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ حضرت جعفر کی بیوی اسماء بنت عمیس سمجھ گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں روئے کیا جعفر اور اُن کے رفقاء کے متعلق آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ آج وہ شہید ہوگئے۔ اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں سنتے ہی میری چیخ نکل گئی اور عورتیں میرے پاس جمع ہوگئیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکا کر بھیجو۔ آج وہ اپنے صدمہ میں مشغول ہیں اور خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس صدمہ کا بہت اثر تھا۔ اس غم میں تین دن تک مسجد میں تشریف فرما رہے۔ (از زرقانی)

خالد بن ولید جب لشکر اسلام کو لے کر موتہ سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے مدینہ سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا۔

سَریہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بسوئے ذات السلاسل

ماہ جمادی الثانیہ ۸ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ قبیلۂ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس لئے آپ نے ان کی سرکوبی کیلئے عمرو بن العاص کو مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ کیا یہ مقام مدینہ منورہ سے دس منزل پر ہے تین سو آدمی اور تیس گھوڑے سوار ان کے ساتھ کئے، جب اس مقام کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی جمعیت بہت زیادہ ہے اس لئے توقف کیا اور رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کو حضور پر نور کی خدمت میں روانہ کیا کہ مدد کے لئے کچھ اور آدمی بھیجیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابو عبیدہ بن الجراح کو دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا جن میں ابو بکر و عمر بھی تھے اور یہ تاکید فرمائی کہ عمرو بن العاص سے جا ملو، اور آپس میں متفق رہنا اور باہم اختلاف نہ کرنا، جب ابو عبیدہ وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو ابو عبیدہ نے امامت کرنی چاہی۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں اور تم تو میری مدد کے لئے آئے ہو ابو عبیدہ نے کہا تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا امیر ہوں۔ بعد ازاں ابو عبیدہ نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مجھکو آخری حکم یہ دیا تھا کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرنا اور اختلاف نہ کرنا، لہٰذا میں تمھاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو، اس طرح ابو عبیدہ نے عمرو بن العاص امارت اور امامت کو تسلیم کرلیا چنانچہ عمرو بن العاص امامت کرتے تھے اور ابو عبیدہ اُن کی اقتداء کرتے تھے بالآخر سب مل کر قبیلۂ بنی قضاعہ میں پہنچے اور اُن پر حملہ کیا۔ کفار مرعوب ہو کر بھاگ اٹھے اور منتشر ہوگئے۔ صحابہ نے عوف بن مالک اشجعی کو خبر دے کر مدینہ روانہ کیا۔ عمرو بن العاص نے غلبہ کے بعد کچھ روز وہاں قیام کیا اور مختلف جوانب میں سواروں کو بھیجتے رہے۔ وہ اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لاتے اور مسلمان ان کو پکا کر کھاتے، اسی سفر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ عمرو بن العاص کو احتلام ہوگیا۔ سردی کی شدت تھی اس لئے عمرو بن العاص نے غسل نہ کیا اور تیمم کر کے نماز صبح پڑھائی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمرو تو نے اپنے اصحاب کو بحالت جنابت نماز پڑھائی عمرو بن العاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو اپنی جان کا خطرہ تھا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا، حضور پُرنور نے تبسم فرمایا اور کچھ نہ فرمایا[1]

(فائدہ) خالد بن ولید اور عمرو بن العاص دونوں ساتھ اسلام میں داخل ہوئے، ان دونوں کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد غزوۂ مؤتہ پیش آیا جس میں خالد بن ولید امیر بن گئے اور غزوۂ موتہ کے بعد غزوۂ ذات السلاسل پیش آیا اس میں عمرو بن العاص امیر ہوئے۔

---

[1] ۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۷۳ ۔ زرقانی، ج ۲، ص: ۲۷۷

سَریّۂ ابو عبیدہ بسوئے سیف البحر

اس کے بعد ماہ رجب ۸ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح کو تین سو آدمیوں پہ امیر مقرر کرکے سیف البحر (ساحل بحر) کی طرف قبیلۂ جہینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر میں عمر بن الخطاب اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور چلتے وقت توشہ کے لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تھیلا کھجوروں کا مرحمت فرمایا جب وہ کھجوریں ختم ہوگئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر جہاد کیا۔ اور جب یہ بھی نہ رہا تو درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کرکے کھانے لگے، اسی وجہ سے اس سریہ کو سریۃ الخبط بھی کہتے ہیں اسلئے کہ خبط کے معنی لغت میں درخت سے پتے جھاڑنے کے ہیں۔ درختوں کے پتے کھانے سے ہونٹ اور منہ زخمی ہوگئے۔

بالآخر ایک روز دریا کے کنارہ پہنچے اور بھوک سے بےچین اور بے تاب تھے یکایک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے باہر ایک اتنی بڑی مچھلی پھینکی جس سے تمام لشکر نے اٹھارہ دن تک کھایا صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور تندرست ہوگئے اس مچھلی کا نام عنبر تھا بعد ازاں ابو عبیدہ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک ہڈی لی اور اس کو کھڑا کیا اور لشکر میں سب سے لمبا آدمی چن کر سب سے بڑے اونٹ پر اس کو بٹھایا اور حکم دیا کہ اس ہڈی کے نیچے سے گزرے تو وہ سوار بلا تکلف اس کے نیچے سے گزر گیا اور سوار کا سر بھی اس ہڈی سے نہ لگا۔

جب ہم مدینہ واپس آئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا اگر اس میں کا کچھ گوشت باقی ہو تو لاؤ۔ چنانچہ اس میں کا گوشت آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اس سفر میں کسی قتال کی نوبت نہیں آئی لشکرِ اسلام بلا کسی قتال کے مدینہ واپس ہوا۔ [1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج: ۴، ص: ۲۷۶

(نکتہ) جو رزق براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور بندہ کی کسی عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ ہو وہ رزق نہایت ہی مبارک اور پاکیزہ ہوتا ہے، اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی برکت اور پاکیزگی کی وجہ سے اس کی فرمائش کی اور اس میں سے تناول فرمایا رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔

فائدہ:- بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے روانہ کیا گیا اسلئے کہ حضور پرنور نے صلح حدیبیہ کے بعد قریش پر حملہ کرنے کے لئے کوئی سریہ نہیں بھیجا اور مشہور قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سریہ قریش کی عہد شکنی کے بعد اور فتح مکہ سے تھوڑا پہلے روانہ فرمایا اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے رمضان المبارک میں روانہ ہوئے اور یہ سریہ ماہِ رجب میں روانہ کیا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ عجب نہیں کہ قریش کے عہد شکنی کی بنا پر ماہ رجب ہی سے فتح مکہ کی تیاری شروع فرمادی ہو اور یہ سریہ اسی کی تمہید ہو۔

(مسئلہ)- ماہ رجب الحرام میں سریہ کو روانہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ شہر حرام میں کافروں سے قتل و قتال جائز ہے۔

دیگر مطبوعات
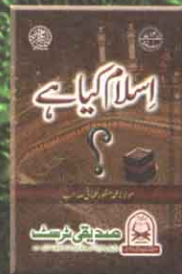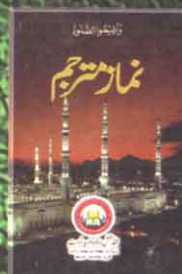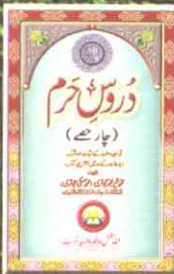
اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ، یو-کے-
قاری عبدالرشید ٹیلر
119-121 ہالی ویل روڈ، بولٹن۔BL13NE
فون/فیکس : 01204 389080, موبائل : 07930 464843

دارالعلوم المدنیہ، یو-ایس-اے
182، سوبیسکی سٹریٹ۔ بفلو، NY-14212
فون : 0716 892 2606 ، فیکس : 0716 892 6621
ای میل : office@madania.org

صدیقی ٹرسٹ
صدیقی ہاؤس، المنظر اپارٹمنٹس 458، گارڈن ایسٹ، پی. او. بکس.609
کراچی-74800 پاکستان، فیکس : 7228823